

نسب الصالحين

حاجی جهانداو خان اعوان

جناب محبت حسین اعوان چیئر مین اورہ تحقیق الاعوان پاکستان کی سرپرستی میں 1975ء سے تحقیق کام چاڑی ہے۔ ائمہ اہلحدیث اور تحقیق الاعوان کے پلیٹ فارم سے قطب شاہی علوی اعوان قبیلہ کی تاریخ سے متعلقہ جنوں کتب شائع کی جا چکی ہیں۔ قطب شاہی علوی اعوان قبیلہ کی صدیوں پرانی قدیم روایات کہ اعوان حضرت محمد حنفیؐ کی اولاد سے ہیں۔ چودھری صدی ہجری سے 23 حال قدیم عربی، فارسی کتب اور ترجمے کے اب تک بے شمار کتب جات دستیاب ہوئے ہیں جن سے تصدیق ہوا کہ عنون کی وجہ سے اعوان سے اور عنون بن علی کی اولاد دوسری صدی ہجری کی کتاب سب قریش عربی صفحہ 77 اور ساتویں صدی ہجری کی کتاب اعقاب نسب قریش وغیرا عرب کے صفحہ 26 کے مطابق "بنی عنون" سے و شیخ الانساب فارسی 830 ہجری کے مطابق عنون کا عرف قطب غازی ان کی ساتویں پشت سے مارا سوہو غازی قطب شاہی علوی اعوان شہید 424 ح۔ عن عطا اللہ غازی بن طاہر غازی بن طیب غازی بن محمد غازی بن شاہ غازی بن محمد آصف غازی بن عنون عرف قطب غازی تھے جو سلطان محمود غزنوی کے بھانجے تھے۔ صدیوں پرانی روایات سے تصدیق ہوا کہ عنون کی وجہ سے اعوان اور قطب غازی کی وجہ سے قطب شاہی اور حضرت علیؑ کی اولاد ہونے کی وجہ سے یہ قبیلہ قطب شاہی علوی اعوان کہا جاتا ہے۔ ذیل میں ایک کی کتاب سے 24 کتب کے کوہ جات سے فتح و نسب ترتیب دیا گیا ہے نیز تذکرہ کتب جو ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان کی لائبریری میں موجود ہیں بطور دوام پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں تہذیب الانساب عربی 449 ح۔ مناقب علیہ 471 ح۔ قائل ذکر ہیں۔



تصدیق شدہ مستند
شجرہ نسب علوی
اعوان (بنی عنون)

(8)	(7)	(6)	(5)	(4)	(3)	(2)	(1)
تہذیب الانساب عربی (900) (تاریخ سادات علوی اعوان) 245	تہذیب الانساب فارسی (830) (تاریخ سادات علوی اعوان) 363 (103)	تہذیب الانساب عربی (650) (تاریخ سادات علوی اعوان) 290	تہذیب الانساب عربی (449) (تاریخ سادات علوی اعوان) 303.352	تہذیب الانساب عربی (384) (تاریخ سادات علوی اعوان) 273.74	تہذیب الانساب عربی (277) (تاریخ سادات علوی اعوان) 101	تہذیب الانساب عربی (214) (تاریخ سادات علوی اعوان) 77	تہذیب الانساب عربی (158) (تاریخ سادات علوی اعوان) 77
ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب
محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ
عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان
عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی
شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی
عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی

سندھ کا پھر نسب کی وضاحت اور حوالہ دیا گیا ہے
0312-9206839

ابن خطاب
↓
حضرت علی کرم اللہ وجہہ
↓
حضرت محمد اکبر
↓
المعروف محمد حنفیہ
↓
علی عبدالمنان
↓
عون عرف قطب غازی
لقب بطل غازی
(قطب شاہ بابا)
↓
محمد آصف غازی
↓
شاہ علی غازی
↓
شاہ محمد غازی
↓
طیب غازی
↓
طاہر غازی
↓
عطا اللہ غازی
↓
قطب حیدر شاہ
غازی علوی (قطب شاہ پانی)

(16)	(15)	(14)	(13)	(12)	(11)	(10)	(9)
تاریخ سادات علوی اعوان (2002) مشائخ (2001) 33,14	تاریخ سادات علوی اعوان (2002) مشائخ (2001) 52	تاریخ سادات علوی اعوان (1999) 370,347	تاریخ سادات علوی اعوان (1966) 156,148	تاریخ سادات علوی اعوان (1332) 135	تاریخ سادات علوی اعوان (1909) 7	تاریخ سادات علوی اعوان (1037) 7	تاریخ سادات علوی اعوان (1037) 7
ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب
محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ
عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان
عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی
شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی
عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی
عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی

(24)	(23)	(22)	(21)	(20)	(19)	(18)	(17)
تاریخ سادات علوی اعوان (2009) 163	تاریخ سادات علوی اعوان (2019) 4	تاریخ سادات علوی اعوان (2019) 434	تاریخ سادات علوی اعوان (2014) 1175	تاریخ سادات علوی اعوان (2014) 26	تاریخ سادات علوی اعوان (2015) 26	تاریخ سادات علوی اعوان (2009) 163	تاریخ سادات علوی اعوان (2009) 163
ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب	ابن خطاب
محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ	محمد بن حنفیہ
عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان	عبدالمنان
عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی	عون عرف قطب غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی
شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی	شاہ غازی
عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی
عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی	عطا اللہ غازی
محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی	محمد آصف غازی

محمد شاہ کنڈان
محمد علی کلگان
محمد علی بہادر علی
نجف علی زمان علی
جہاں شاہ
فتح علی
نادر علی
کرم علی
عبداللہ گولڑہ

نوٹ: قطب شاہی علوی اعوان قبیلہ کے شجرہ نسب کی تصدیق کے لیے یہاں چند کتب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ہر کتاب کے علاوہ دیگر کتب اور سب ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان کی لائبریری میں موجود ہیں جن کی کاپی نقل مندر قطب شاہی کی جاسکتی ہے۔

جملہ حقوق محفوظ

کتاب نسب الصالحین

تصنیف و تالیف حاجی جہان داد خان اعوان

تاریخ اشاعت ستمبر 2000ء

تعداد اشاعت 1000

قیمت 250.00 روپے

شجرہ کتابت آزاد دار الحظا طی اردو بازار راولپنڈی
فون 5534538

پرنٹر فیض الاسلام پرنٹنگ پریس راولپنڈی

ڈیزائننگ ظفر حسین آزاد

کمپوزنگ ملک طارق زمان

حاجی جہان داد خان اعوان

مقام وڈا کخانہ نالیاں پلندری آزاد کشمیر

انتساب

والدہ (مرحومہ) کے نام
جن کے قدموں تلے

جنت ہے

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۱۰	پیش لفظ	۱
باب اول		
۱۷	اہدائیہ	۲
۱۹	اعوانوں کا نسبی تعلق	۳
۲۱	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت، بعثت اور دنیا سے پردہ داری	۴
۲۵	حضور ﷺ کی مدنی زندگی	۵
۲۹	امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ	۶
۳۱	حضرت فاطمہ سے نکاح	۷
۳۲	غزوات	۸
۳۵	بعثت خلافت	۹
۳۷	جنگ جمل	۱۰
۳۸	جنگ صفین	۱۱
۴۰	خارجی فرقہ کی بیاد سرکشی اور حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت	۱۲
۴۱	تعلیم و تربیت	۱۳
۴۲	تضالور فیصلے	۱۴
۴۲	تصوف و معرفت	۱۵
۴۵	تقریر و خطبات	۱۶
۴۵	قناعت، دیانت و ایثار	۱۷
۴۶	ابوالقاسم امام محمد بن الحنفیہ المعروف محمد اکبر و محمد حنیف	۱۸
۵۱	میر ساہو سالار قازی	۱۹
۵۶	سید سالار مسعود قازی	۲۰
۶۰	مبصرہ شوق القمر اور سید سالار مسعود قازی کے متعلق	۲۱
۶۰	حضور ﷺ کی پیش گوئی	۲۰

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	موضوع	صفحہ نمبر
۶۲	اعوان یا آوان	۲۲
۶۹	اعوان قطب شاہی	۲۳
۷۱	اعوانوں کے حسب نسب کا تحقیقی جائزہ	۲۴
۷۸	سالار میر قطب حیدر شاہ علوی معروف قازی ملک	۲۵
۸۰	نقشہ ازدواج و اولاد میر قطب حیدر شاہ	۲۶
۸۲	ابو احمد عبداللہ گولڑہ	۲۷
۸۵	محمد کندلاں	۲۸
۸۵	مزل علی کلکان	۲۹
۸۷	جہاں شاہ در یتیم	۳۰
۸۸	زمان علی کھوکھر	۳۱
۸۹	نجف علی، فتح علی، محمد علی	۳۲
۹۰	بیاد علی، نادر علی، کرم علی	۳۳
باب دوم		
۹۲	اعوان قبائل آزاد کشمیر میں	۳۴
۱۱۱	پونچھ کے گولڑے اعوان	۳۵
۱۱۴	لولاد عزیز بن دلب	۳۶
۱۲۶	لولاد سامان بن دلب	۳۷
۱۳۷	لولاد حسن بن دلب	۳۸
۱۴۰	جہاں شاہ در یتیم کی اولاد آزاد کشمیر میں	۳۹
۱۴۱	پونچھ کے جنوب اور جنوب مشرق میں کلکانی اعوان	۴۰
۱۵۶	دور آپ رائی کا خود مختار علاقہ نالیاں	۴۱
۱۵۸	بدھن اعوان اور میٹس	۴۲
۱۶۶	پونچھ کے صد قاتل	۴۳
۱۷۰	سنگولہ کے سادوال، سنگولہ خود مختار علاقہ	۴۴
۱۷۷	غربی باغ کا ہاشمی خاندان	۴۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۳۶	بیش بالا مظفر آباد کا قاضی خاندان	۱۸۳
۳۷	بیش بالا مظفر آباد کا مشہور قبیلہ جد اعمان	۱۸۷
۳۸	علاقہ کھاڑوہ ضلع مظفر آباد کے مہراں	۱۸۸
۳۹	چلہ بانڈی، چھترود میل لور زین اعمان پٹی کا کوٹہ خاندان	۱۸۹
۵۰	مزل علی گھاٹ کے بچے غلام علی کی ولاد مظفر آباد میں	۱۹۵
۵۱	اعوان پٹی مظفر آباد کا خود بخود علاقہ	۱۹۸
۵۲	حافظ جان محمد کی ولاد آزلو کشمیر میں	۲۰۳
باب سوم		
۵۳	۱۹۳۷ء کی جنگ آزادی میں اعمانوں کا حصہ	۲۰۷
۵۴	جنگ آزادی میں سگولہ کے اعمانوں کا کردار	۲۲۶
باب چہارم		
۵۵	شجرہ نسب ولاد عبداللہ گولڑہ	۲۳۴
۵۶	ولاد ولید بن مراد	۲۳۵
۵۷	پڑیاں، تالیاں، اچھے موضع تالیاں	۲۴۴ تا ۲۴۶
۵۸	سیراں، اکرود، سر، سر بسوٹ، گوبڑ سر سری موضع سر	۲۵۲ تا ۲۵۴
۵۹	سر سالاہ بانڈھیاں، پڑھی، ہار، کرہ نالہ بخود گیری، مالنی، مہ، بٹل	۲۶۶ تا ۲۶۸
۶۰	گراں ڈکیاں، بدھانالہ، بن ٹینڈ کمال	۲۶۹ تا ۲۷۰
۶۱	منوڈ، مانے، ہاچھیر، سیال باڑی برہانہ	۲۷۱ تا ۲۷۲
۶۲	ترلوکل موضع بکھری، ہجو پٹنڈری	۲۷۳ تا ۲۷۴
۶۳	بسوٹ، بن، سر، گجیا، آراں، ڈوڈا اعمان آباد	۲۷۵ تا ۲۷۶
۶۴	نورسہ، رحیم آباد، ڈھک	۲۷۷ تا ۲۷۸
۶۵	چراہا رین دھڑہ، دیساہ	۲۷۹ تا ۲۸۰
۶۶	پڑی، گھاٹ، تیریاں، گڑ اعمان، گلی گڑ، ناچراں، بدیوٹ، دودون	۲۸۱ تا ۲۸۲
	مکریوٹ، کالان، ڈنڈ	۲۸۳ تا ۲۸۴

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۶۷	گولہ، ہالوڑی، پتن شیر خان، کانڈریں	۲۸۵ تا ۲۸۶
۶۸	کولالہ، ہجو، پٹنڈری، مکر، کوٹ کوٹلی	۲۸۷ تا ۲۸۸
۶۹	دھادھر چھ بہارل، بیلاں ناڑ، اسلام پورہ، گھجوری	۲۸۹ تا ۲۹۰
۷۰	تلی، منور بھنڈیو، ماگڑی، لودھے	۲۹۱ تا ۲۹۲
۷۱	دیول، پوٹھ، نیلی	۲۹۳ تا ۲۹۴
۷۲	چنڈ گلی، خواص، رکز، نکوڈ، چڑہ کوٹین، چکوا، منڈھول	۲۹۵ تا ۲۹۸
۷۳	منڈھول، نکوڈ، رکز، سرول، آروڈ، میلہ چھیر پھولائی گیری	۲۹۹ تا ۳۰۲
۷۴	ہجو، سگولہ دندون، ہاناڑی، آگرہ، مکر، کھن	۳۰۳ تا ۳۰۷
۷۵	برہنگ، دھننی، ریزن، پڑکوٹ، ترلا تھیل میرہ، ڈھکی پٹی، کیٹ، بن، مک	۳۰۸ تا ۳۱۴
۷۶	بھٹی شریف، بیل، چلندراٹ، منڈی چنٹا رنگ چھڑ گھوڑی گیری	۳۱۵ تا ۳۱۷
۷۷	ڈھک، پدراستو، چوڑ، جمولیاں، چلہری	۳۱۸ تا ۳۲۰
۷۸	چھترود میل، جھلہ بانڈی، چھیاں، حسن گھیاں	۳۲۱ تا ۳۲۲
۷۹	حشیاں بالا، زین اعمان پٹی، اعمان پٹی، ڈنڈہ، کھلی اعمان پٹی	۳۲۳ تا ۳۲۴
۸۰	سیری، صاحب گلی، کھاڑوہ، ٹھوڈ، منڈے بانڈی	۳۲۵ تا ۳۲۶
۸۱	شجرہ نسب زین العابدین طلوی سید پور اسلام آباد	۳۲۷
۸۲	میر لہڑوسہ، کوی کوٹ، بھریاں، صاحب گلی، چنڈ گراں قاضی بھنڈ	۳۲۸
۸۳	مہری، ٹراٹ	۳۲۹
۸۴	شجرہ نسب حاجی محبت حسین اعمان بدیوٹ (بیسے آباد)	۳۳۰
۸۵	شجرہ نسب شوکت حسین طلوی دریا گلی مری	۳۳۱
۸۶	حرف آخر	۳۳۲ تا ۳۳۸
۸۷	تاثرات	۳۳۹ تا ۳۴۰

پیش لفظ

ضلع پونچھ کے جنوب اور جنوب مشرق میں آباد اعرمان قوم کا شجرہ نسب بابائے قوم مولانا ملک حسام الدین خان بساڑوی نے ۱۹۳۳ء میں نسب الاعوان کے نام سے شائع کیا۔ قبل ازیں مقامی سطح کی کوئی ایسی کتاب موجود نہ تھی جس سے ان لوگوں کے حسب و نسب کا پتہ چلتا۔ حضرت مولانا کو خدا تعالیٰ غریقِ رحمت کریں جنہوں نے انتہائی نامساعد حالات میں زبردست محنت اور تحقیق سے ایسا مواد اکٹھا کر کے اسے کتابی شکل دی جو وقت کے لحاظ سے بہت ہی جامع مدلل اور مکمل تھا۔ انہوں نے دستیاب مواد کی عمیق نظروں سے چھان بین کی اور کسوٹی پر پورا اترنے والے نسب ناموں کو ہی اپنی کتاب میں شامل کیا۔ نسب الاعوان کی تصنیف و تدوین میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا کہ سینکڑوں کتبے اس میں اس لئے شامل نہیں ہو سکے کہ ان کی جانب سے پیش کردہ دستاویزات مولانا کے مقرر کردہ معیار کے مطابق نہ تھیں۔ علاوہ ازیں سینکڑوں خاندان اعرمان ہونے کے باوجود اس لئے کتاب میں شامل نہیں ہوئے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں دلچسپی نہیں لی تھی۔

در اصل تمیں کی دھائی میں اضلاع پونچھ، باغ و پلندری (سابق ریاست پونچھ) میں آباد قبائل کے پر آشوب حالات میں ملک حسام الدین نے جو قدم اٹھایا وہ پوری چھان بین اور مضبوطی سے اٹھایا کہ ان کے کئے ہوئے ہوئے کام کے کسی ایک نقطہ کو بھی کوئی چیلنج نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ بساڑی، چوکیاں، نیریاں، نالیاں، کمالہ، رکز اور پھگوانی میں آباد اعرمانوں کے شجرہ نسب کو ہی اس کتاب میں جگہ دی گئی۔ اس زمانہ میں ذرائع آمد و رفت اتنے ترقی یافتہ نہ تھے۔ ہر مقام تک سفر پیدل ہی ہوتا تھا۔ ملک حسام الدین خان

درس و تدریس کے مصروف پیشہ سے منسلک تھے اس لئے دور دراز کے علاقوں تک تحقیق و جستجو کا دائرہ وسیع کرنے میں انہیں مشکلات کا سامنا تھا۔ بدیں وجہ انہوں نے اردگرد کے علاقہ جات کو ہی اپنی کاوشوں کیلئے منتخب کیا۔ لارڈ کزن کے زمانہ ۱۹۰۰ء میں ایک انتقال اراضی پاس ہوا۔ پنجاب میں ایک ہذا کا نفاذ یکم جنوری ۱۹۰۱ء مطابق ۱۳ صفر ۱۳۱۹ھ مطابق ۲۰ جیٹھ بحری ۱۹۵۸ء کو ہوا۔ جس میں ذراعت پیشہ اقوام کی نشاندہی کی گئی۔ اس ایکٹ کی رو سے دیگر اقوام کے ساتھ اعرمان قوم کو ذراعت پیشہ قرار دیا گیا لیکن اس قوم کی بعض ذیلی شاخوں کا اس میں ذکر نہ تھا۔ ۱۔

تمیں کی دھائی کے ابتداء میں جموں و کشمیر اور پونچھ میں بھی ایک انتقال اراضی کا نفاذ ہوا تو یہاں بھی ذراعت پیشہ اور غیر ذراعت پیشہ اقوام کی درجہ بندی شروع ہوئی۔ اس ایکٹ کی رو سے غیر ذراعت پیشہ اقوام زمین خرید سکتی تھیں نہ مالک ہو سکتی تھیں۔ شاید اس قانون کی رو سے تجارت پیشہ اقوام کی لوٹ کھسوٹ سے ذراعت پیشہ لوگوں کو چھانا مقصود تھا۔ غالباً اسی وجہ سے اس قانون کا نفاذ یہاں بھی ضروری سمجھا گیا۔ ذراعت پیشہ اقوام کی درجہ بندی میں ان ہی قوتوں کو فوقیت حاصل تھی جن کا ریکارڈ صاف تھرا اور واضح تھا۔ چنانچہ مولانا حسام الدین خان مرحوم نے نسب الاعوان شائع کر کے اعرمان قوم کو دیگر اقوام کی صف میں نمایاں اور ممتاز کر دیا۔

نسب الاعوان میں دیئے گئے شجرہ ہا نسب میں اس وقت کے عمر رسیدہ لوگوں کے اسماء گرامی ہی درج ہوئے۔ گزشتہ ساٹھ، ستر سال کے عرصہ میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے پانچ چھ پشتوں کا واضح فرق قائم ہو چکا ہے۔ لہذا ضروری سمجھا گیا ہے کہ نئی نسل کو اپنے صحیح نسب ناموں اور خاندانی پس منظر سے واقف رکھنے کیلئے مولانا صاحب کے کئے گئے کام کو آگے بڑھایا

جائے اور موجودہ حالات کے روشنی میں اعموان قبائل کا ایک جامع شجرہ نسب جدید خطوط پر مرتب کیا جائے۔

انداء میں خیال تھا کہ مولانا مرحوم کے چھوڑے ہوئے کام کو ہی آگے بڑھایا جائے گا ضلع پونچھ کے جنوب اور جنوب مشرق کے علاقوں جن میں یونین کونسل کمالہ، تیریاں، نماڑی، پچگوانی اور رکز وغیرہ شامل ہیں میں آباد اعموانوں کے شجرہ نسب میں توسیع و تدوین و تکمیل کرنا مقصود تھا لیکن یہ سوچ کر کہ محض شجرہ نسب کے مطالعہ سے قوم کے تاریخی پس منظر سے آگاہی ہو سکتی ہے نہ ہی وہ جملہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں جو قوموں کے مستقبل کا منسوب ہمدی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ملک حسام الدین مرحوم اس وقت کے مخصوص حالات کے تحت تھوڑے سے علاقہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنا سکے تھے۔ اعموان قبائل چونکہ پونچھ اور باغ کے علاوہ آزاد کشمیر میں دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور ان قبائل کے مابین قبائلی اور نسلی تعلقات بھی گہرے ہیں۔ نیز الاعموان ویلٹیر سوسائٹی آزاد کشمیر کے قیام سے جو راقم الحروف کو کوششوں سے ۱۹۸۱ء میں معرض وجود میں آئی تھی کے توسط سے اعموان قوم کے مختلف قبائل کو ایک دوسرے سے تعارف کا موقع فراہم ہوا ہے اور یہ عمل رواں دواں ہے۔ لہذا ضروری سمجھا گیا کہ ملک گیر سطح پر اعموان قوم کے تاریخی پس منظر پر بھی نظر ڈالی جائے اور مختصر طور پر ان حالات و واقعات کو کتاب میں شامل کر دیا جائے جو نئی نسل کے لئے جاننا ضروری ہیں۔ اس اہم مقصد کے حصول کے لئے آزاد کشمیر کے طول و عرض میں صاحب الرائے اور معتبر شخصیات سے رابطہ قائم کیا گیا اور انھیں اپنے خاندانی شجرہ بانسب کے ساتھ ساتھ ان کے پس منظر کے متعلق معلومات بہم پہنچانے کی درخواست

کی گئی جس کا حوصلہ افزاء تعاون حاصل ہوا ہے۔ آزاد کشمیر کے قرب و جوار اور دور دراز کے علاقوں سے سینکڑوں شجرہ بانسب موصول ہوئے جن کی چھان بین اور مختلف شجرہ بانسب کے درمیان تقابلی جائزہ کے بعد معیار پر پورا اترنے والے شجرہ بانسب کو درج کیا گیا اور مختلف خاندانوں کے پس منظر سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ علاوہ ازیں آزاد کشمیر میں ورود سے قبل ان لوگوں کی بود و باش کے متعلق معلومات تلاش کی گئیں۔ مزید یہ کہ یہ لوگ کن حالات میں کن کن راستوں سے سفر کرتے ہوئے اس ملک کے دور دراز اور دشوار گزار علاقوں میں پہنچے اور کہاں کہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ تحقیق و جستجو کے ان سہرا آزما مراحل کو عبور کرتے ہوئے بے پناہ مشکلات کا سامنا رہا لیکن مقصد کے حصول میں پختگی اور لگن کے جذبہ نے ان مشکلات سے عمدہ برآ ہونے میں ایسی دشواریوں کو محسوس تک نہ ہونے دیا۔ یہ امر باعث مسرت ہے کہ دور دراز و نزدیک ترین علاقوں میں آباد جملہ اعموانوں نے دستیاب مواد کو راقم الحروف تک پہنچانے میں زبردست دلچسپی کا اظہار اور تعاون کا مظاہرہ کیا ہے۔

تاریخ کسی قوم کی منزل منزل اور عمدہ بہمد تسلسل کے ساتھ سفر حیات کی روداد کا نام ہے اس کے عیوب و محاسن اور اس کی معتبر شخصیات کے کارہائے نمایاں کی کہانی کا نام ہے۔ ماضی کے اندھیروں سے حقائق تلاش کرنے ضبط تحریر میں لانے کا نام تاریخ ہے۔ مشہور تاریخ دان محمد دین فوق نے تاریخ اقوام پونچھ میں قوموں کو اپنے اسلاف کی تاریخ جاننے کی اہمیت کا ذکر اس طرح کیا ہے:

”جو قوم اپنے ماضی کی روایات کو نہیں جانتی، اپنے اسلاف کے کارناموں سے نابلد اور تاریخی حقائق سے ناواقف ہے وہ مردہ ہے۔ ایسی قوم

باعزت زندگی گزارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ تاریخ کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اسلاف کے زرین کارناموں کو بھولنے نہ دیا جائے اور قابل تعظیم بزرگوں کے حالات بروقت پیش نظر رکھے جائیں۔ اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی وہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر دنیا میں عزت اور نیک نامی حاصل کریں جبکہ اپنے طرز عمل سے اپنے بزرگوں کے اسما گرامی کو حیات دوام جتنے کا سامان کریں۔ بزرگان سلف کے کارنامے ان کی نسلوں کے لئے وعظ و نصیحت ہو کرتے ہیں۔“

ان مقاصد کے حصول کے پیش نظر زیر نظر کتاب میں ہم نے شجرہ نسب کے ساتھ ساتھ احتصار کے ساتھ ایسے معلوم حقائق درج کرنے کی کوشش کی ہے جو آئندہ نسلوں کے لئے مشعل راہ ہوں گے۔ اس قوم کو ایک سلسلہ میں منسلک کرنے اور ان کے منتشر اور متفرق اجزاء کو ایک ہی لڑی میں پروانے کی مقدور بھر کوشش کی ہے۔ تاکہ یہ لوگ اپنے آپ کو پہچان سکیں اور اپنے اسلاف کے اعلیٰ وارفع کارناموں ان کے اوصاف حمیدہ اور اعمال ستودہ کی روشنی میں اپنی اصلاح کریں۔ اپنی معاشرت اور معیشت کو درست کریں۔ اور صحیح معنوں میں ایک فیور اور باہمت قوم بن کر ابھر سکیں۔ موجودہ معاشرے میں عزت و وقار کے ساتھ رہ سکیں اور اسلام کی ایک مایہ ناز قوت ثابت ہوں۔ اب یہ فیصلہ کرنا قارئین کرام کا کام ہے کہ ہم اس مقصد کے حصول میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔

آخر میں ان تمام بزرگوں، بھائیوں اور عزیزوں کا مشکور ہوں جنہوں نے کتاب ہذا کی تدوین و تکمیل میں تعاون کیا۔ خصوصاً حاجی ملک گل زمان قاصد (جہلمہ بانڈی مظفر آباد) ملک محمد اکرم اعوان ایم۔ اے۔ بی۔ ایڈ (جھنگ اعوان آباد) اور ملک محمد الیاس اعوان (پیر و وال برنالہ بھمبر) کا تہ

دل سے شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے کمال محنت اور دلچسپی سے معلومات فراہم کرنے میں مدد کی۔ میں علامہ حافظ ضمیر احمد ساجد ایم۔ اے عربی امیر جماعت اہل سنت اسلام آباد کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب ہذا کی نوک پلک درست کرنے میں مدد کی اور قیمتی مشوروں سے بھی نوازا ہے۔

جہانزادہ خان اعوان

نایاں پلندری آزاد کشمیر

یکم جنوری ۲۰۰۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

ابتدائیہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیْنَ وَ
 عَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ یٰۤاٰیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ
 وَاُنْثٰی وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبٰیِلَ لِتَعَارَفُوْۤا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
 اَتْقٰۤاكُمْ ۝

ترجمہ۔ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے
 ذاتیں اور قبیلے پہچان کیلئے بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز وہی ہے جو متقی
 اور پرہیزگار ہے (الحجرات۔ ۲۶/۱۳)

انسان کے نزدیک عظمت و بزرگی کا انحصار کھل طور پر اعمال صالح پر ہے اوپر
 والی آیت میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے کہ عظمت و بزرگی کا انحصار تقویٰ اور پرہیزگاری
 پر ہے۔ اور شعوب و قبائل کی تقسیم و تفریق سے صرف تعارف اور پہچان مقصود ہے اور
 اس کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ سلام سے وعدہ کیا تھا کہ میں آپ کو اور
 آپ کی اولاد کو طوفان سے چالوں گا۔ لیکن کنعان نے اپنے باپ نوح علیہ سلام کی
 صداقت کو ٹھکرا کر کشتی میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب ڈوبنے لگا تو نوح علیہ سلام نے
 دعا کی کہ اے اللہ تو نے میری اولاد اور اہل خانہ کو چھانے اور محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہوا
 ہے اسے پورا کر۔ کنعان میرا بیٹا اور اہل میں سے ہے۔ تو جواب ملا کہ وہ تیرے اہل میں
 سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اعمال غیر صالح ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی پیاری
 بیٹی حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اس بات پر غور نہ کرنا کہ میں رسول کی بیٹی
 ہوں۔ میں تمہیں دنیوی مال و متاع دے سکتا ہوں لیکن قیامت کے دن تیری مدد نہیں

باب اول

کر سکتا۔ اس دن صرف تمہارے اعمال ہی تمہیں کام آئیں گے۔ ان تصریحات سے ثابت ہے۔ کہ اسلام نے خونی رشتوں اور نسبی تعلق کو کلیتاً نظر انداز کر دیا ہے اگر بیغیروں کی اولاد غیر صالح اعمال کی بناء پر بخشش سے محروم ہے تو ایک عام انسان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید کی آیت مبارکہ میں اہل انساب نے لفظ ”تعارف“ سے استدلال کیا ہے۔ کہ سلسلہ نسب شعوب و قبائل کا جاننا ضروری ہے باب الاعوان کے مطابق حدیث کی کتابوں جامع الترمذی، مشکوٰۃ المصابیح اور اشقۃ المعاتب (ترجمہ مشکوٰۃ شریف) وغیرہ میں سلسلہ نسب آباؤ اجداد و اقارب کا جاننا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ تصوف کی کتابوں میں شجرہ ہائے پیران طریقت آتے ہیں جہاں بزرگان دین اور اولیاء کرام کے نسب بیان کئے جاتے ہیں۔

اہل اسلام کے لئے قومی اور قبائلی تاریخ اور اپنے شجرہ نسب سے واقف ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کی بعض شرعی معاملات اور مذہبی فرائض کی ادائیگی میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ مثلاً اہل بیعت (سادات) زکوٰۃ کے حقدار نہیں۔ میراث کی تقسیم اور اس قسم کے دیگر سماجی اور معاشرتی معاملات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں طے کرنے کے لئے نسب ناموں کی اہمیت اور افادیت بہت زیادہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ہر قبیلہ کے پاس شجرہ نسب ہوتا تھا۔ افراد کے اخلاقی کردار، بہادری اور سپہ گری، عادات و خصائل کا تعین قبیلوں کے حوالہ سے ہوتا تھا۔ عربوں میں آج بھی اپنے خاندانی تشخص اور روایات کو برقرار رکھنے کے لئے نسب ناموں کی بڑی حفاظت اور قدر کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا حسام الدین مرحوم نے اس علاقہ میں رہنے والے اعوانوں کا نسب نامہ مرتب کر کے ۱۹۳۳ء میں ”نسب الاعوان“ کے نام سے ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا۔ اپنے وقت میں یہ کتاب واحد اور منفرد نوعیت کی تھی۔

الحمد للہ :- کہ اعوان قوم کا نسبی تعلق حضرت علیؑ شیر خدا سے ہے۔ جو رسول ہاشمی کے غم زاد اور اللہ کے محبوب ترین بندوں میں سے ہیں۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ باب علوم ہیں جبکہ طریقت کے جملہ سلسلے ان ہی کی ذات اقدس پر منبج ہوتے ہیں۔ لیکن اس تعلق پر فخر و غرور کرنا ناپسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ ایسی بھی نسلی تفاخر اور برتری کے اظہار کے نتیجے میں ملعون ہوا۔ روز محشر میں ہر مسلمان کو نسبی تعلق سے نہیں بلکہ اعمال کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ ”جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے شخص کی اولاد سے اور جانتا ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں تو جنت اس پر حرام ہے۔“ (راوی حضرت سعدؓ)۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ ”تم اپنے باپ دادوں سے نہ پھر و پس جو کوئی پھر اس نے کفر کیا۔“ ایک اور مقام پر فرمایا ”جو شخص اپنے نسب کو کسی غیر سے ملا دے اس پر لعنت ہے۔“ اس سے ثابت ہوا کہ جان بوجھ کر اپنا حسب نسب بدلنا اللہ اور رسول ﷺ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے۔

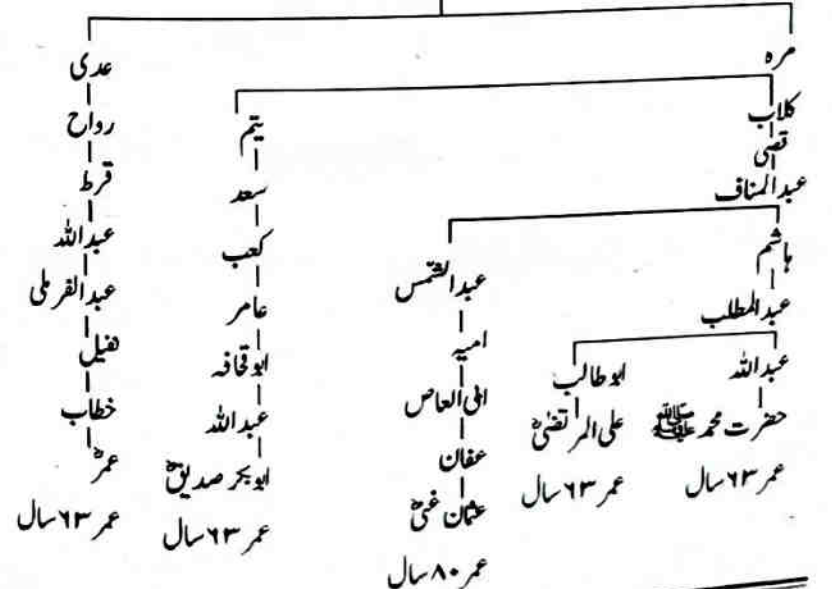
اعوانوں کا نسبی تعلق

زیر ترتیب کتاب میں آزاد کشمیر میں آباد اعوان قوم کے متعلق حاصل شدہ مختصر مگر ضروری معلومات جو مختلف تاریخی کتب اور ابلاغ کے دیگر ذرائع سے ملی ہیں کا اندراج ہو گا۔ علاوہ ازیں اعوانوں کے مختلف قبائل کے شجرہ بانسب کے ساتھ ساتھ جنگ آزادی میں ان کے کردار کا مفصل ذکر بھی ہو گا۔ لہذا ضروری ہے کہ سب سے پہلے اعوانوں کے مورث اعلیٰ حضرت علی المر تفضلیؑ کا شجرہ نسب درج کیا جائے۔ اور حضرت محمد ﷺ اور خلفائے راشدین کے ساتھ ان کے نسبی تعلق کو بھی واضح کیا جائے۔ تمام مورخین کے نزدیک حضرت محمد رسول اللہ کا نسب نامہ حضرت عدنانؑ تک

اور عصر حاضر تک کبھی جاننے والی تمام کتب میں متفقہ طور پر صحیح اور درست ہے۔ آنحضرت ﷺ حضرت عدنان کی ایک سو بیس پشت میں تھے۔ نسب الاموان کے مطابق حضرت عدنان کا شجرہ حضرت لہ ایم علیہ السلام تک دس پشتوں میں ملتا ہے۔ جبکہ بعض مورخین کے نزدیک چالیسیویں پشت میں ملتا ہے۔ عدنان سے لو پر کی جانب حضرت لہ ایم علیہ السلام اور ان سے نوح علیہ السلام اور آخر میں حضرت آدم علیہ السلام تک مورخین میں اختلاف ہے۔ قرآن پاک کے نزول سے پہلے کے وہی واقعات صحیح اور درست ہیں جن کا نزول بذریعہ وحی ہو اور قرآن پاک میں محفوظ ہیں۔

حضرت عدنان کی تیرہویں پشت میں کعب ہوئے۔ کعب کے دو بیٹے مرہ اور عدی تھے۔ عدی کی ساتویں پشت میں حضرت عمرؓ خلیفہ تھے۔ جبکہ مرہ کے دو بیٹے کلاب اور تیم تھے۔ تیم کی چھٹی پشت میں حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اول تھے۔ کلاب کے پوتے عبدالمناف کے دو بیٹے ہاشم اور عبدالغفس ہوئے۔ عبدالغفس کی چوتھی پشت میں حضرت عثمان غنیؓ تیسرے خلیفہ راشد تھے۔ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب کے فرزند عبد اللہ سے خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ اور دوسرے فرزند ابوطالب سے حضرت علیؓ خلیفہ چہارم تھے جو اموان قبیلہ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ جملہ خلفاء راشدین حضرت کعب پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں۔ قارئین کی آگاہی اور سولت کے لئے نسب الاموان کے صفحہ ۱۵ اور ۱۶ پر موجود شجرہ نسب بذیل درج کیا جاتا ہے۔

کعب



حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت،

بعثت اور دنیا سے پردہ داری

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت کتاب نبی رحمت صفحہ ۱۲۷ از مولانا سید ابوالحسن ندوی کے تحت ۱۲ ربیع الاول عامل الفیل مطابق ۵۷۰ء بتایا گیا ہے۔ جبکہ فلکیات کے مشہور مصری عالم محمود پاشا کی تحقیق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ کی ولادت شریفہ دو شنبہ ۹ ربیع الاول کو واقعہ قبل کے پہلے سال ہوئی جو ۲۰ اپریل ۵۷۰ء ہے آپ عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کے ہاں پیدا ہوئے والدہ ماجدہ کا اسم گرامی آمنہؓ تھا۔ جو بنی زہرہ کے سردار وہب کی صاحبزادی تھیں۔ اس وقت اپنی اعلیٰ نسبی اور عزت ووجاہت میں سب سے محترم خاتون تھیں۔ آپ کی پیدائش سے چار ماہ قبل حضرت عبد اللہ وفات پا چکے تھے۔ آپ پیدائشی طور پر یتیم تھے آپ نے اپنی والدہ اور ابو لب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ چھ ماہ کی عمر میں وہاں کے شرفاء کے رواج کے مطابق آپ کو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ ہو سعد کی ایک خاتون حلیمہ کی رضاعت میں دیدیا گیا۔ بعض تاریخی حوالوں میں دو سال اور بعض کے مطابق پانچ سال تک آپ ہو سعد میں رہے۔ مولانا سید ابوالحسن ندوی کی کتاب نبی رحمت کے مطابق جب آپ کی عمر کے دو سال پورے ہو گئے اور ملی ملی حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا آپ کی نشوونما عام بچوں سے مختلف طور پر ہو رہی تھی۔ اس موقع پر وہ حضور کو لیکر آپ کی والدہ کے پاس حاضر ہوئیں اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کو مزید کچھ مدت کیلئے ان کے ہاں رہنے دیا جائے۔ چنانچہ ملی ملی آمنہؓ نے آپ کو واپس لوٹا دیا۔ مولانا ندوی نے حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب حجتہ اللہ البالغہ کے ص ۱۰۵ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "حضور ﷺ جب بنی سعد میں تھے تو دو فرشتے آئے جنہوں نے آپ کے سینہ مبارک کو شق کر کے دل کو ایمان و حکمت سے بھر دیا اور وہ اسی طرح ہو گیا جس طرح پہلے تھا۔"

چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ تب آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی گود میں پرورش پانے لگے۔ آٹھ سال کی عمر میں عبدالمطلب بھی فوت ہو گئے تو چچا ابو طالب کی پرورش میں چلے گئے۔ یہاں آپ سن بلوغت کو پہنچے۔ اس دوران اپنے چچا کے ساتھ تجارت میں بھی حصہ لیتے رہے۔ سارے عرب میں آپ صادق اور امین مشہور ہو گئے۔ صدق و دیانت میں آپ کا شہرہ دور دور تک ہو گیا۔ مکہ کی ایک رئیس خاتون خدیجہ کا وسیع کاروبار تھا اس نے آپ کی نیک نامی اور دیانت کی شہرت سن کر شراکت کاروبار کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرمایا۔ آپ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ جو بیوہ تھیں اور جن کی عمر چالیس سال تھی سے ہی رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ آپ کی اولاد میں دو بیٹے تھے جنہوں نے حین میں ہی وفات پائی اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم، اور فاطمہ الزہراء انہی کے بطن سے ہوئیں۔ صرف ایک بیٹا ابراہیم ماریہ قبلیہ کے بطن سے پیدا ہوئے جو چھوٹی عمر میں ہی وفات پا گئے۔

حین سے ہی آپ صادق اور امین کے لقب سے مشہور تھے۔ عین شباب میں بھی آپ لہو لعب اور عام دنیاوی مشاغل سے دور رہے۔ آپ تمام عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ چالیس برس کی عمر تک پہنچتے ہوئے آپ زیادہ تما پسند ہو گئے تھے۔ شہر مکہ سے تین میل دور جبل نور کی چوٹی پر ایک تنگ و تاریک اور دشوار گزار غار میں عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ یہاں ہی ۲۷ رمضان کو پہلی وحی نازل ہوئی۔ حضرت جبرائیل نے حاضر ہو کر پہلی مرتبہ اللہ کا پیغام پہنچایا اور سورہ علق کی پہلی پانچ آیتوں کا نزول ہوا۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (۱) خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۲) اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (۳) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (۴) عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (۵) (سورہ علق)

ترجمہ: ”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو جسے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ تعلیم دی۔ انسان کو وہ

کچھ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا“ پہلی مرتبہ وحی کے نزول سے آپ ﷺ پر لرزہ طاری تھا۔ آپ فوری طور پر گھر پہنچے اور سارا واقعہ حضرت خدیجہ کو سنایا۔ انہوں نے آپ کو تسلی دی اور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل جو انجیل کا بڑا عالم تھا کے پاس لے گئیں۔ اس نے پورا واقعہ سن کر آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دی جس سے آپ کو تسلی ہوئی۔ تین سال

بعد دوسری وحی کا نزول ہوا

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (۱) قُمْ فَأَنْذِرْ (۲) وَرَبُّكَ كَبِيرٌ (۳) وَيَتْلُوكَ فَطَهَّرْ (۴) (سورہ مدثر)

ترجمہ: ”اے کھل اوڑھ کر سونے والے! اٹھ اور ڈرنا اور اپنے رب کی بڑائی

میان کر اور اپنے کپڑے صاف رکھ۔“

پہلی وحی میں ان حقائق کا اظہار تھا کہ اللہ تعالیٰ انسان کو جسے ہوئے خون سے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ قلم جیسی بے جان چیز کو ذریعہء تعلیم بنا سکتا ہے۔ ایک امی کو قاری اور عالم بنا سکتا ہے تو دوسری وحی میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و تکبر بیان کرنے اور ظاہری اور باطنی طہارت اور نفاست کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا شروع کر دیا۔ خواتین میں حضرت خدیجہ بالغ مردوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق چوں میں حضرت علیؑ اور غلاموں میں سے زید بن حارثہ نے سب سے پہلے آپ کو لبیک کہا۔ بعد ازاں پہلے خفیہ اور بعد میں اعلانیہ تبلیغ دین کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو حضور کو بے حد پریشانیوں اور رکاوٹوں کا سامنا ہوا۔ لیکن دین حق کی آواز ہر تریخ اذہان اور قلوب میں اترتی رہی۔ حتیٰ کہ عمر بن الخطابؓ جو بو عدی میں سے تھے اور آپ کے چچا حمزہؓ بن عبدالمطلب ہاشمی نے اسلام قبول کیا تو کفار حملہ لائے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اذیتیں دینا شروع کیں۔ ظلم و تعدی سے ان پر عرصہ حیات تنگ کرتے رہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کی تعداد میں آہستہ آہستہ اضافہ ہی ہو جا رہا۔ نبوت کے گیارہویں سال حضرت خدیجہ کا انتقال ہوا۔ ہمدرد چچا ابو طالب بھی

فوت ہو چکے تھے۔ اب حضور ﷺ کو بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ پر چوں کی پرورش اور گھر کی ذمہ داریاں بھی آن پڑیں۔ ادھر دشمن بھی پوری قوت سے آپ کے خلاف صف آرا تھے۔ یہ درپہ صدموں کی وجہ سے آپ نے اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھا تھا۔ اسی سال واقعہ معراج پیش آیا۔ حضورؐ اپنی چچا زاد بہن ام ہانی کے ہاں مقیم تھے کہ رات کو حضرت جبرائیل آئے۔ آپ کو نیند سے میدار کیا اور براق پر سوار کر کے بیت المقدس لے گئے۔ اس سفر کو اسرا کہا گیا ہے۔ سورہ بئسنا اسرائیل

کی پہلی آیت سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۱)

اس کا ثبوت ہے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ معراج عالم خواب میں ہوئی علماء کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ بیت المقدس میں ایک میڑھی نصب کی گئی جس پر چڑھ کر حضور ﷺ پہلے آسمان پر پہنچے اس میڑھی کو معراج کہا گیا ہے۔ وہاں سے مختلف منازل طے کرتے ہوئے ساتویں آسمان پر پہنچے۔ معراج کا مکمل واقعہ طویل ہے لہذا یہاں اتنا ہی بیان کرنا کافی سمجھا گیا ہے کہ اس سفر کے دوران اللہ تعالیٰ سے ملاقات بیت المعمور اور مختلف مظاہر قدرت کی سیر، جنت اور دوزخ کا نظارہ، نماز کی فریضت، فرشتوں اور اولوالعزم پیغمبروں سے ملاقات اور امامت کرانے کے بڑے بڑے واقعات ہوئے ہیں۔ جدید سائنس نے واقعہ معراج کی واضح طور پر تصدیق کر دی ہے۔ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل ۷ ربیع الاول کو پیش آیا لیکن بعض علماء و محققین کے نزدیک صحیح ترین تاریخ ۲۷ رجب ۱۱ نبوی ہے۔

اسی سال حج پر آئے ہوئے مدینہ کے کچھ لوگوں نے آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر دین اسلام قبول کر لیا تو اسلام کی آواز مکہ مکرمہ سے نکل کر دور دور مدینہ تک جا پہنچی۔ ان لوگوں کی تبلیغ سے مدنی قبائل اوس و خزرج کے بہت سے لوگ مسلمان ہو

گئے۔ آئندہ سال بھحد کے قریب انصار مدینہ حج کرنے اور آپ سے بیعت ہونے حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے حضور کو یثرب (مدینہ) چلنے کی دعوت دی اور ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ کیا۔ تو آپ نے اصحاب کرام کو ہجرت کی اجازت دیدی اور خود نزول وحی کا انتظار کرنے لگے۔ بالآخر آپ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی معیت میں نبوت کے تیرہویں سال مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ ریڈیو تہران مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۹۸ء کی نشریات کے مطابق مدینہ پہنچنے پر حضورؐ کا فقید المثال استقبال ہوا۔ ہر شخص حضور کو اپنا مہمان بنانے کا خواہشمند تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی والدہ حضور کا سامان چپکے سے اٹھا کر لے گئیں۔ معلوم ہونے پر حضورؐ نے فرمایا کہ سامان کے ساتھ رہنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ آپ حضرت ایوب انصاریؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ مسجد نبوی کی تعمیر بھی حضرت انصاریؓ کے گھر کے پاس ہوئی۔ یہ واقعہ اس طرح بھی بیان ہوا ہے کہ حضورؐ کے فقید المثال استقبال کے بعد ہر فرد کی خواہش تھی کہ حضورؐ اس کے ہاں قیام کریں۔ لوگوں کی عقیدت اور جذبہ و شوق کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ میں قصویٰ پر سوار ہوں جہاں یہ بیٹھے گی وہاں ہی قیام ہو گا۔ اس پر تمام لوگ مطمئن ہو گئے۔ بالآخر حضورؐ کی اونٹنی قصویٰ ابو ایوب انصاریؓ کے گھر پہنچ کر بیٹھ گئی جہاں آپ نے قیام فرمایا۔ بعد ازاں اسی گھر کے نزدیک مسجد نبویؐ بھی تعمیر ہوئی۔

حضور ﷺ کی مدنی زندگی

حضورؐ کی مدنی زندگی کا دور اس لئے خوشگوار تھا کہ یہاں انہیں خالص اسلامی معاشرہ میسر آیا۔ مدینہ میں آپ کے حامیوں کی تعداد ہزاروں سے نکل کر لاکھوں تک جا پہنچی۔ انہیں اپنا علیحدہ وطن اپنی سلطنت اور حکومت ملی۔ جان نثاروں کی بڑی تعداد ان کے گرد جمع تھی لیکن مشرکین اور منافقین کی بڑی تعداد سے بھی معاملہ تھا۔ جو اپنی ریشہ دوانیوں سے اسلام کو مٹانے کے درپہ تھے۔ جنگ بدر سے جنگ تبوک تک ایک

طویل سلسلہ غزوات بھی پیش آیا۔ جنگ بدر میں ۳۱۳ مسلمانوں نے ایک ہزار سے زائد ہتھیاروں سے پوری طرح لیس کفار کو شکست فاش دی۔ یہاں تک کہ ان کے بڑے بڑے سوراخوں کے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ جنگ احد میں معمولی ہزیمت کے بعد مسلمان غالب آئے۔ جنگ خندق میں اللہ تعالیٰ کی براہ راست مدد سے کفار نے محاصرہ اٹھا کر دکھ اور افسوس کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ ۶ھ میں صلح حدیبیہ میں کافروں نے مسلمانوں کو اپنے مد مقابل ایک فریق تسلیم کر لیا۔ اس طرح دس سالہ معاندہ امن طے پایا۔ اگلے سال جنگ خیبر میں یہودیوں کی کمر ٹوٹ چکی تھی اور وہ تتر بتر ہو گئے تھے۔ صلح حدیبیہ کے صرف دو سال بعد ۸ھ میں کفار مکہ نے حدیبیہ کے معاندہ کو خیر باد کہہ کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا منصوبہ ترتیب دیا تو حضورؐ نے مکہ پر فوج کشی کر دی جس کے نتیجے میں بدوں لڑائی مکہ فتح ہو گیا۔ ۹ھ میں حج فرض ہو گیا۔ اگلے سال حضورؐ نے خود سوا لاکھ مسلمانوں سمیت مناسک حج ادا کئے۔ عرفات کے میدان میں آپؐ نے جو خطبہ دیا وہ انسانی منشور کی اولین دستاویز ہے۔ جس کے متن کا اردو ترجمہ بذیل ہے:

- ۱۔ تمہارا خون اور تمہارا مال اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔
- ۲۔ ہر جاہلی عمل باطل ہے۔ جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں ربیعہ بن حارث کا خون باطل کرتا ہوں جس نے بنی سعد میں پرورش پائی اور اس کو بذیل نے قتل کر ڈالا۔
- ۳۔ جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں عباس بن عبدالمطلب کا سود معاف کرتا ہوں۔ یہ سب کا سب باطل ہے۔
- ۴۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، تم نے ان کو امانت کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کی بات کے ساتھ حلال سمجھا ہے۔ اور تمہاری

طرف سے ان پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمہارے ہمسز پر کسی غیر کو نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار دو جو نمودار نہ ہو اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ ان کی خوراک اور پوشاک کا انتظام کرو۔

۵۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے ان کو مضبوط پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ چیزیں کیا ہیں؟ کتاب اللہ اور میری سنت۔

تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا۔ آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا ”اے خدا تو گواہ رہنا“ اے خدا تو گواہ رہنا“ اے خدا تو گواہ رہنا۔“

ایام تشریق کے وسط میں جو خطبہ آپؐ نے دیا اس کا متن یہ ہے:

اے لوگو یہ جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ اور کون سا دن ہے؟ اور تم کس شہر میں ہو؟ لوگوں نے جواب دیا یہ بڑا باحرمت دن اور یہ مہینہ بڑا قابل احترام ہے اور یہ شہر حرمت والا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا تمہارا خون، تمہارا مال، تمہاری عزتیں اسی طرح قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر ہے۔ پھر فرمایا مجھ سے وہ باتیں سنو جن سے تم صحیح زندگی گزار سکو گے۔ خبردار! ظلم نہ کرنا، خبردار! ظلم نہ کرنا، خبردار! ظلم نہ کرنا۔ کسی مسلمان کے مال میں سے کچھ لینا جائز نہیں ہاں اگر وہ راضی ہو تو حرج نہیں۔ ہر خون، ہر مال جو جاہلیت سے چلا آتا تھا تا قیامت وہ باطل ہے اور سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا خون اس نے بنی لیث میں پرورش پائی تھی اور بذیل نے اسے قتل کر دیا تھا۔ جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ جو سب سے پہلا سود باطل کر دیا جائے وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ تمہارا اس المال تمہارے لئے محفوظ ہے اس میں نہ تم کسی پر ظلم کرو گے نہ تمہارے اوپر ظلم کیا جائے گا۔ ابتداء

میں جب اللہ پاک نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تو زمانہ پھر پھر آکر آج اسی نقطہ پر آگیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (ترجمہ) ”خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں اس روز سے کہ اس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ کتاب اللہ میں بارہ مہینے ہیں ان میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی دین کا سیدھا راستہ ہے تو ان مہینوں میں قتال ناحق سے اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا (سورہ بقرہ) ہاں! میرے بعد کافر ہی نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اور ہاں! شیطان بھی اس سے مایوس ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں لیکن وہ تمہارے درمیان رخنہ اندازی کرے گا۔ عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو کیونکہ وہ تمہاری دست نگر ہیں وہ اپنے لئے خود اختیار نہیں رکھتیں اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا ان پر کہ وہ تمہارے علاوہ تمہارے ہمسز پر کسی کو نہ آنے دیں اور نہ ایسے شخص کو تمہارے گھر آنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور اگر تم ان کی نافرمانی سے خوف محسوس کرو تو انہیں نصیحت کرو اور ان کو ان کی خواب گاہوں میں چھوڑ دو اور ہلکی مار مارو اور انہیں کھانے پکڑے کا حق معلوم طریقے پر حاصل ہے تم نے ان کو خدا کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور ان کے ناموس کو اللہ کے نام سے حلال کیا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ جس کے پاس کوئی امانت ہو وہ صاحب امانت کو واپس کر دے۔

اتنا فرمانے کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور فرمایا کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ ہاں! یا رسول اللہ! پھر فرمایا جو حاضر ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک یہ بات پہنچا دیں۔ کیونکہ بہت سے غیر حاضر سننے والوں سے زیادہ خوش خدمت ہوتے ہیں۔

حجتہ الوداع کے بعد رسول اللہ ﷺ سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن سے اشارہ ملتا تھا کہ آپ وفات کے قریب ہیں۔ اب جبکہ قرآن کریم کا نزول مکمل تھا، امانت الہی بے کم و کاست لوگوں تک پہنچ چکی، راد حق میں قربانی اور جانفشانی کا حق ادا ہو گیا اور ایک

ایسی امت تیار ہو گئی جو نبی کے بغیر بھی نبوت کی ذمہ داریوں کو سرانجام دے سکتی تھی اور دعوت کا علم بردار اور دین حق کو تحریف سے محفوظ رکھنے کی اہل تھی۔ اور پورا جزیرہ عرب آپ کے زیر نگیں تھا۔ دنیا کے سلاطین و امراء پر آپ کا جلال و رعب طاری تھا۔ اصحاب کرام آپ پر اپنے مال و متاع و اولاد تک سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار تھے۔

ہر سال رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے لیکن اس سال ہر روز اعتکاف فرمایا۔ جبریل ہر سال آپ سے مل کر قرآن کریم کا ورد فرماتے۔ حضور نے فرمایا کہ اس سال جبریل دو مرتبہ آئے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ میرا وقت قریب ہے۔ ماہ صفر کے آخری ایام میں بروز دو شنبہ نصف شب آپ جنت البقیع میں تشریف لے گئے۔ دعائے مغفرت کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں لوٹے تو سر درد تھا۔ یہ آپ کی علالت کا آغاز تھا۔ آخری وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو لقاء رب اور وصال حق کی اجازت عطا فرمائی تو ۲۱ جمادی الاول ۱۱ھ بروز دو شنبہ بعد از زوال تریسٹھ سال کی عمر میں آپ ”فی الرقیق الاعلیٰ“ فی الرقیق الاعلیٰ (سب سے اعلیٰ و برتر رقیق کے پاس) فرماتے ہوئے عالم آب و گل سے دار البقاء کو تشریف لے گئے۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ

حضرت علی مرتضیٰ کے والد گرامی ابو طالب مکہ کے ذی اثر بزرگ تھے۔ ابو طالب حضور پاک ﷺ کے حقیقی چچا اور عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ آنحضرت نے انہی کی آغوش میں پرورش پائی۔ حضرت کا نام علی بن ابی الحسن اور لقب کتیب اور حیدر لقب تھا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا۔ اسد حضرت ابو طالب کے چچا تھے۔ اسلئے حضرت علی نجیب الطرفین ہاشمی تھے۔ حضرت علی حضور پاک رحمت اللعالمین حضرت محمد کی بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ چھٹن میں ہی حضور نے

حضرت علیؑ کو اپنی کفالت میں لے لیا تھا۔ وہ ہر وقت حضور کے ہمراہ رہتے تھے۔ حضرت محمدؐ پر خلعت نبوت عطا ہوا تو چوں میں سے حضرت علیؑ نے سب سے پہلے ایمان لایا۔ بالغ مردوں میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ، خواتین میں حضرت خدیجہؓ اور غلاموں سے زید بن حارثہؓ سب سے پہلے مشرف یہ اسلام ہوئے۔ منصب نبوت عطا ہونے کے بعد حضورؐ نے تین سال تک خفیہ تبلیغ فرمائی۔ ایسے مباحث اور تبلیغی محافل میں حضرت علیؑ حضورؐ کے ہمراہ ہوتے تھے۔ کتاب خلفائے راشدین کے مطابق چوتھے سال اعلان عام ہوا تو سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں میں تبلیغ کا حکم ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: ”اپنے قریبی اعزہ کو (عذاب الہی سے) ڈراؤ۔“ چنانچہ سرور کائنات ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے خاندان کو دعوت اسلام دی۔ اپنے خاندان والوں کو دعوت حق دینے کیلئے دعوت طعام کا انتظام حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ شیر خدانے کم سنی کے باوجود شاندار طریق پر دعوت کا انتظام کیا۔ کھانے سے فارغ ہو چکے تو خاندان کے چالیس مہمانوں جن میں حضرت حمزہؓ، حضرت عباسؓ، ابو لب اور ابو طالب شامل تھے کو ایمان لانے کی دعوت دی۔ لیکن سب چپ رہے صرف حضرت علیؑ نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اگرچہ میں سب سے چھوٹا ہوں مجھے آشوب چشم ہے اور میری ٹانگیں پتکی ہیں تاہم میں آپ کا دست بازو ہوں گا۔ اسی طرح حضرت علیؑ نے تین مرتبہ اعلان کیا۔ تب حضورؐ نے فرمایا ”تم بیٹھ جاؤ تو میرا بھائی اور وارث ہے۔“ تیرہ برس تک رسول اللہؐ نے مکہ میں تبلیغ حق کا مشن جاری رکھا لیکن مشرکین قریش نے اس کا جواب بغض اور عناد سے دیا۔ بلکہ قتل کی دھمکیاں بھی دینے لگے تب حضورؐ کو بذریعہ وحی ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو حضرت علیؑ کو لوگوں کی امانتیں واپس کرنے اور دیگر معاملات انجام دینے کیلئے اپنے بستر پر چھوڑا اور خود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ سفر مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ باقی روایت کفار کی ایک جمعیت حضورؐ سے بدسلوکی کرنے کیلئے انکے راستہ

میں موجود تھی حضورؐ نے مٹی پھونک کر کفار پر پھینکی اور خود روانہ ہو گئے۔ کفار انہیں دیکھ ہی نہ سکے بعد میں حضرت علیؑ کو حضورؐ کے بستر پر پا کر حیران رہ گئے حضرت علیؑ دو یوم مکہ میں رہے اور جملہ معاملات کو سمیٹ کر خود بھی مدینہ کو ہجرت کر گئے۔

حضرت محمد ﷺ کے ہجرت مدینہ کے بعد سب سے پہلا معرکہ غزوہ بدر ہے۔ حضورؐ تین سو تیرہ جانثاروں کے ساتھ جب مدینہ سے روانہ ہوئے تو سیاہ رنگ کا ایک علم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں تھا۔ جب بدر کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے حضرت علیؑ کی معیت میں چند جان ثاروں کو دشمن کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت علیؑ نے کمال ہوشیاری اور تدبیر سے معلومات بہم پہنچائیں تو مسلمانوں نے بڑھ کر بہتر مقامات پر قبضہ کر لیا۔ حضورؐ نے مبارزت کے لئے تین نوجوان دشمن کے مقابلہ کے لئے بھیجے۔ لیکن کفار نے یہ کہہ کر لڑنے سے انکار کر دیا کہ یہ لوگ انصار میں سے ہیں۔ ہم مہاجرین (قریش) سے لڑیں گے۔ چنانچہ حضرت علیؑ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں وارد ہوئے۔ حضرت علیؑ نے اپنے حریف ولید کو ایک ہی وار میں تہ تیغ کر دیا۔ اور عبیدہؓ کی مدد کی۔ اس کے حریف شیبہ کو قتل کیا۔ مشرکین نے طیش میں آکر عام حملہ کر دیا۔ اس لڑائی میں شیر خداؐ نے صفیں کی صفیں الٹ دیں۔ تمام مسلمان بے جگری سے لڑے۔ تین سو تیرہ مسلمانوں نے تقریباً ایک ہزار کفار پر فتح پائی۔ ستر کافر گرفتار ہوئے۔ جب کے اتنی ہی تعداد میں قتل بھی ہوئے۔ مسلمانوں کو بے شمار مال و غنیمت ہاتھ لگا۔ حضرت علیؑ کو ایک اونٹ، ایک زرہ اور ایک تلوار ملی۔ ا۔

حضرت فاطمہؓ سے نکاح

حضرت علیؑ جب چوبیس سال کے تھے تو حضور ﷺ نے ان کا نکاح اپنی صاحبزادی خاتون جنت، سیدہ النساء حضرت فاطمہؓ الزہراءؓ سے کر دیا۔ حضرت علیؑ

صاحبزادی خاتون جنت، سیدہ النساء حضرت فاطمہ الزہرہؑ سے کرادیا۔ حضرت علیؑ کے پاس مہر کے لئے کچھ نہ تھا۔ حضورؐ کے حکم سے اپنا زرہ چار سو اسی درہم میں بدست حضرت عثمانؓ فروخت کیا۔ تو حضرت بلالؓ نے بازار سے عطر اور خوشبو خرید لائی۔ حضورؐ نے خود نکاح پڑھایا۔ اور دونوں میاں بیوی پر وضو کا پانی چھڑک کر خیر و برکت کی دعا کی۔ تقریباً ایک سال بعد حضرت فاطمہؑ کی رخصتی ہوئی۔ ان کا جیزا ایک پلنگ، ایک بستر، ایک چادر، دو چیمیاں اور ایک مشکیزہ پر مشتمل تھا۔ ولیمہ میں جو کی روٹی، پنیر اور ایک خاص قسم کا شوربہ تھا۔ جو اس زمانے میں پر تکلف ولیمہ تھا۔ حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ اس سے بہتر ولیمہ کبھی نہیں ہوا۔ ا۔

غزوات

حضرت علیؑ شہر خدائے تقریباً ساری ہی غزوات میں حصہ لیا۔ ہر غزوہ میں حضرت علیؑ کا کردار بہت اہم اور منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ غزوہ احد ۳ھ میں ہوا جس میں حضورؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو حیدر کرار نے بڑھ کر علم تمام لیا۔ مشرکین کے علم بردار ابو سعید بن ابی طلحہ مقابلہ پر آیا تو شہر خدائے نے بڑھ کر ہاتھ مارا اور وہ فرش پر گر گیا اور بدحواسی کے عالم میں بے ہوش ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے رحم کھا کر اسے زندہ چھوڑ دیا۔ ۴ھ میں غزوہ بنی نضیر اور ۵ھ میں غزوہ خندق پیش آئے۔ غزوہ خندق میں کفار کے سردار عمرو بن عبدود پر وار کر کے حضرت علیؑ نے اسے قتل کر دیا تب اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ یہ معرکہ مجاہدین کرام کے ہاتھ رہا۔ غزوہ بنی قریظہ اور بنی سعد کی سرکوبی کی مہم ۶ھ میں ہوئی۔ بنو قریظہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کے باوجود قریش کا ساتھ دیا تو حضرت علیؑ نے ان کا قلعہ فتح کر لیا اور حضورؐ کے عہد کے مطابق قلعہ کے صحن میں نماز عصر ادا کی۔ اسی طرح ہو سعد یہود خیبر کی اعانت کے لئے اکٹھے ہو رہے تھے لہذا حضرت علیؑ کو ایک سو کی جمعیت کے ساتھ ان کی

سرکوبی کو روانہ کیا گیا۔ حضرت علیؑ نے ماہ شعبان میں حملہ کر کے ہو سعد کو منتشر کر دیا اور پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بجریاں مال غنیمت میں لائے۔ ا۔

صلح حدیبیہ اسلامی تاریخ کا مشہور و منفرد واقعہ ہے۔ ۶ھ میں یہ معاہدہ حضرت علیؑ المر تفضلیؑ کے ہاتھوں تحریر و تکمیل ہوا۔ ۷ھ کو فتح خیبر کا تاریخی واقعہ پیش آیا۔ خیبر یہودیوں کا گڑھ تھا۔ وہاں کے مشہور قلعے اس قدر مضبوط تھے کہ ان کے ناقابل تخیر ہونے کا چرچہ عام تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ خیبر فتح کرنے پر مامور ہوئے لیکن ناکامی ہوئی۔ آخر کار شہر خدا حیدر کرار کو اسکی تخیر پر مامور کیا گیا۔ آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ خلفائے راشدین کے مطابق حضور پاکؐ نے اپنا لعاب دھن ان کی آنکھوں پر لگایا جس سے یہ تکلیف فوراً دور ہو گئی۔ حضرت علیؑ نے علم بلند کیا اور فتح خیبر کو روانہ ہو گئے۔ خیبر پہنچ کر حضورؐ کی ہدایت کی روشنی میں یہودیوں کو ایمان لانے کی دعوت دی جس کے جواب میں یہودیوں کا سردار مر حب جوش و خروش سے رجز پڑھتا ہوا نمودار ہوا اور حضرت علیؑ پر حملہ آور ہوا۔ حیدر کرار نے بڑھ کر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد یہودیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور یہودیوں کا بڑا مرکز قلعہ خیبر حضرت علیؑ کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ ۲۔

رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کیا۔ حج سے واپسی پر ابتدائے ربیع الاول ۱۱ھ میں حضورؐ بیمار ہوئے۔ مختصر سی علالت کے بعد ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دو پہر کے وقت جان نثاروں کو داغ مفارقت دے گئے۔ غسل اور تدفین کے جملہ فرائض حضرت علیؑ کے ہاتھوں انجام پائے۔

رسول خدا حضرت محمد ﷺ کی دار الفناہ سے رخصتی کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ سو اود برس کی خلافت کے بعد انہوں نے وفات پائی تو حضرت عمر فاروقؓ مسند آرا خلافت ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کاروبار سلطنت چلانے کیلئے حضرت علیؑ المر تفضلیؑ کو اپنا چیف ایڈوائزر مقرر کیا ہوا تھا۔ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علیؑ کے

مشورے ہمیشہ کامیابی کی دلیل ثابت ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو ملک فتنہ و فساد کی گرفت میں آگیا جس کی بڑی وجہ حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ گورنر تھے۔ ان کی من مانی کاروائیوں سے عوام میں بے چینی پھیل گئی۔ حضرت عثمانؓ خود اموی تھے اس لئے انہوں نے سابقہ تجربہ کار اور لائق گورنروں کو سبکدوش کر کے نااہل اور ناتجربہ کار لوگوں کو اہم عہدوں پر تعینات کر دیا جن کی غالب تعداد امویوں کی تھی۔ حضرت علیؓ نے سخت گیر پالیسی اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضرت عثمانؓ چونکہ طبعاً نرم دل تھے وہ کسی قسم کی سختی سزا سے گریز کرتے رہے۔ اس طرح حالات بد سے بدتر ہوتے گئے جن پر لوگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ مصر سے ایک وفد کچھ مطالبات لے کر دربار خلافت پہنچا جنہوں نے حضرت عثمانؓ کے سامنے شکایات کے ڈھیر لگا دیئے اور سخت اور کڑے مطالبات پیش کئے۔ حضرت علیؓ نے ذاتی یقین دہانیوں کی بنیاد پر سمجھا سمجھا کر واپس کر دیا۔ یہ وفد راستہ سے واپس ہو کر دوبارہ مدینہ شریف پہنچا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو بتایا کہ حضرت عثمان غنیؓ کا ایک قاصد گورنر مصر کے نام ایک خط لیکر مصر جا رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ وفد کے اراکین جوں ہی مصر پہنچیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا تو انہوں نے لا علمی اور حیرت کا اظہار کیا۔ لیکن وفد کے لوگ اور دیگر ایسے لوگ جو حضرت عثمانؓ سے خوش نہ تھے انہیں خلافت سے ہٹانے کے مطالبہ پر ڈٹ گئے۔ حضرت علیؓ اور دیگر اکابر صحابہ کے سمجھانے پر بھی وہ نہ مانے۔ نتیجتاً انہوں نے حضرت عثمانؓ کو بروز جمعہ بوقت عصر اس وقت قتل کر دیا جب وہ تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ جب قاتل دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے تو حضرت نائیلہ حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھیں۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو چانے کی کوشش کی تو ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ حضرت عثمانؓ باغیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اس طرح حضورؐ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ حرم رسولؐ میں قیامت برپا تھی۔ وہاں باغیوں کی

حکومت تھی۔ کسی کو آواز بلند کرنے کی جرأت نہ تھی۔ حضرت عثمانؓ (خلیفہ وقت) کی لاش دو دن تک بے گور و کفن پڑی رہی۔ سنیچر کی رات کو چند آدمیوں نے جان پر کھیل کر تجنیز و تکفین کی۔ مسند ابن حبیل میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جبیر بن معظّم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے حش کو کب میں بے ہسی اور مظلومی کے پیکر کو سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے مسلمانوں میں صف ماتم چھ گئی جس نے ساوہ انگشت بدنداں رہ گیا۔ حضرت عثمانؓ کی موت سے امت مسلمہ شیعہ، خارجی اور عثمانی فرقوں میں بٹ گئی۔ حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ اور حضرت نائیلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں شام میں امیر معاویہؓ کے پاس پہنچ گئیں۔ جب کرتہ اور انگلیوں کو کھولا گیا تو انتقام انتقام کی صدائیں بلند ہوئیں۔ ۱۔

بیعت خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے تین دن بعد تک مسند خلافت خالی رہی۔ اس عرصہ میں لوگوں نے حضرت علیؓ کو اس منصب کو قبول کرنے کے لئے اصرار کیا۔ کتاب خلفائے راشدین کے مطابق حضرت علیؓ نے یہ بارگراں اٹھانے سے انکار کر دیا۔ لیکن آخر میں ماجرین اور انصار کے اصرار سے مجبور ہو کر اس واقعہ کے تیسرے دن ۲۱ ذی الحج بروز دو شنبہ مسجد نبویؐ میں حضرت علیؓ المر تفضلی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور انہوں نے خلافت کی ذمہ داریاں باقاعدہ طور پر سنبھال لیں۔

خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت علیؓ کا پہلا کام حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ لگانا اور انہیں سزا دینا تھا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ شہادت کے وقت صرف حضرت عثمانؓ کی بیوہ نائیلہ بنت الفرائضہ موقعہ پر موجود تھیں۔ جو اس کے سوا کچھ نہ بتا سکیں کہ محمد بن ابی بکرؓ دو آدمیوں کے ساتھ جن کو وہ پہنچاتی نہیں تھی اندر آئے تھے حضرت

علیؑ نے محمد بن ابی بکرؓ کو پکڑا تو انہوں نے قسم کھا کر اپنی بے گناہی ظاہر کی کہ وہ قتل کے ارادے سے ضرور داخل ہوئے تھے لیکن حضرت عثمانؓ کے جملہ سے محبوب ہو کر پیچھے ہٹ آئے۔ البتہ ان دونوں ناپکاروں نے بڑھ کر حملہ کیا جن کو وہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کون تھے۔ حضرت نایک نے بھی اس میان کی تصدیق کی کہ قاتلوں میں محمد ابی بکرؓ شریک نہ تھے غرض تحقیق و تفتیش کے دوران قاتلوں کا کوئی پتہ نہ چل سکا اور حضرت علیؑ کوئی کاروائی نہ کر سکے۔ ۱۔

منصب خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت علیؑ نے جملہ اموی گورنرز جو حضرت عثمانؓ نے مقرر کئے تھے کو معزول کر کے نئے گورنرز مقرر کر دیئے۔ عثمان بن حنیف کو بصرہ کا گورنرز مقرر کر دیا۔ عمارہ بن حسان کو کوفہ کی حکومت سپرد کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس کو یمن کی ولایت پر مامور کیا اور سہیل کو حکومت شام کا فرمان دیکر روانہ کیا۔ سہیل تبوک کے قریب پہنچے تو امیر معاویہ کے سوار مزاحم ہوئے اور ان کو واپس مدینہ جانے پر مجبور کیا۔ اس وقت حضرت علیؑ کو معلوم ہوا کہ ان کی خلافت جھگڑوں سے پاک نہیں ہے۔

حضرت علیؑ نے امیر معاویہ کو لکھا کہ مہاجرین اور انصار نے اتفاق رائے سے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس لئے میری اطاعت قبول کرو ورنہ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ ادھر حضرت عائشہ صدیقہ کو مکہ سے مدینہ کے سفر کے دوران خلیفہ کے قتل کا علم ہوا تو واپس مکہ آکر انہوں نے قضا کا مطالبہ کر دیا۔ مدینہ میں بے چینی دیکھ کر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بھی حضرت علیؑ سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ جو مکہ میں تھیں سے ملاقات کر کے مدینہ میں بے چینی کی ایسی خبریں دیں جنہیں سن کر حضرت عائشہؓ نے قضا کی دعوت عام دیدی۔ اموی اکابرین جو مکہ میں پناہ گزین تھے نے قضا کی تحریک کی دعوت عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ بصرہ، کوفہ، عراق کی نوآبادیوں میں اس تحریک کی اشاعت کر کے جم

غیر کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

حضرت علیؑ نے مسند خلافت سنبھالتے ہی جملہ عمال (گورنرز) جو اموی تھے کی فوری برطرفی کا حکم دیدیا جن میں امیر معاویہؓ بھی شامل تھے۔ امیر معاویہ نے شام کی گورنری سے دست بردار ہونے سے انکار کر دیا لیکن باقی گورنرز مستعفی ہو گئے۔ نئے عمال مقامی حالات سے کما حقہ واقف نہ تھے اس لئے بے چینی اور بد نظمی کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو بھی بد گمانیوں اور بد نظمی نے قضا ص عثمانؓ کے مطالبہ پر آمادہ کیا۔ ان واقعات کی بازگشت جب عراق پہنچی تو مخالفین وہاں بھی سرگرم ہو گئے۔ وہاں بیت المال پر قبضہ کر کے مملکت کی مالی مشکلات میں اضافہ کرنے کا خطرہ بھی درپیش تھا۔ قضا ص کی تحریک نے بصرہ، کوفہ اور عراق کی نوآبادیوں میں لوگوں کو ہم آہنگ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حالات کو کنٹرول میں رکھنے نیز عراقی بیت المال کی حفاظت کی خاطر حضرت علیؑ نے دار الخلافہ مدینہ منورہ کو خیر آباد کہا اور عراق چلے گئے۔ ان اقدامات نے امت مسلمہ کو تقسیم کر دیا۔ ایک گروہ حضرت علیؑ کا طرفدار اور دوسرا حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ کا حامی تھا۔ یہ فتنہ اس قدر بڑھا کہ جنگ جمل تک نومت پہنچ گئی۔

جنگ جمل

دونوں فوجیں آمنے سامنے آگئیں۔ حضرت علیؑ گھوڑا بڑھا کر میدان میں آئے اور حضرت زبیرؓ کو بلا کر کہا کہ ”تمہیں یاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم علیؑ کو دوست رکھتے ہو تو تم نے کہا تھا کہ ہاں۔ تو حضورؐ نے فرمایا تھا کہ تم ایک دن اس سے ناحق لڑو گے۔“ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا ہاں یاد آگیا۔ ۱۔ حضرت زبیرؓ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے تو ان کے ساتھ جنگ سے کچھ دیگر لوگ بھی الگ ہو گئے۔ بہر حال جنگ کی ابتدا ہو چکی تھی۔ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار ہو ورج میں تھیں۔ ان

کے ارد گرد لاشیں گر رہی تھیں۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ کے اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری تو اونٹ بلبلا کر بیٹھ گیا۔ اونٹ کے بیٹھے ہی حضرت عائشہ کی فوج کی ہمت جواب دے گئی اور حضرت علیؑ کے حق میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے نہایت عزت و احترام سے حضرت عائشہؓ کو مدینے بھیجنے کا اہتمام کیا۔ حضرت عائشہؓ نے بصرہ میں چند روز آرام فرمایا۔ حضرت علیؑ نے حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ ہماری ماں اور اپنی بہن کی خبر گیری کریں اور انہیں ضمیر و خوبی مدینہ پہنچادیں۔ حضرت عائشہؓ نے رخصت ہوتے وقت فرمایا۔ میرے چو! ہماری باہمی کشمکش غلط فہمی کا نتیجہ تھی ورنہ مجھ میں اور علیؑ میں کوئی جھگڑا نہ تھا۔ حضرت علیؑ نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ حضرت عائشہؓ یکم رجب ۳ھ کو سنیچر کے دن مدینہ روانہ ہو گئیں۔

جنگ صفین

حضرت امیر معاویہؓ گذشتہ دو اڑھائی عشروں سے شام کے گورنر تھے وہ شام میں کافی مقبول تھے۔ حضرت عثمانؓ کے قصاص کے سلسلہ میں بہت سرگرم تھے۔ خلیفہ وقت حضرت علیؑ کی حکم عدولی کر کے بطور گورنر قائم اور دائم تھے۔ حضرت عثمانؓ کا قصاص ان کی اولین ترجیح تھا۔ حضرت عائشہؓ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت علیؑ امیر معاویہؓ کی جانب متوجہ ہوئے۔ کافی خط و کتابت اور سفارت کاری ہوئی لیکن ناکام۔ بالآخر صفین کے میدان میں خلیفہ کی اور امیر معاویہ کی افواج کا آمناسامنا ہوا۔ حضرت علیؑ نے اہتمام حجت کے لئے ایک مرتبہ پھر امیر معاویہ سے رجوع کیا کہ صلح ہو جائے۔ جواب تھا کہ قصاص عثمانؓ کیلئے لڑ رہا ہوں۔ عثمانؓ کے قاتل ہمارے حوالے کرو تو میں سب سے پہلے بیعت کے لئے تیار ہوں۔ حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابو امامہؓ جو سفارت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر امیر معاویہ کی شرائط سے ان کو مطلع کیا۔ اسے سن کر تقریباً بیس ہزار سپاہیوں نے

علوی لشکر سے باہر آکر یک زبان کہا ”ہم عثمانؓ کے قاتل ہیں“۔ یہ دیکھ کر دونوں سفیر لشکر گاہ چھوڑ کر ساحلی علاقہ کی جانب چلے گئے اور لڑائی سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس طرح یہ سفارت کاری ناکام ہوئی۔ چند ماہ تک دونوں فوجیں آمنے سامنے رہیں لیکن ماہ صفر کے آغاز سے خوزیر جنگ کا بھی آغاز ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے اپنی شعلہ میانی سے فوجوں کو ایسا ابھارا کہ امیر معاویہ کی فوج اس کا مقابلہ نہ کر سکی۔ یہ رنگ دیکھ کر امیر معاویہ نے حضرت علیؑ کو مصالحت کیلئے لکھا لیکن حضرت علیؑ نے انکار کر دیا۔ دوسرے دن صبح شامی فوج ایک عجیب منظر کے ساتھ میدان جنگ میں آئی۔ دمشق کا مصحف اعظم پانچ نیزوں پر باندھا ہوا تھا۔ جسے پانچ آدمی تھامے ہوئے تھے۔ بعض لوگوں نے قرآن پاک کو اپنے نیزوں پر باندھ رکھا تھا۔ ۱۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کی فوج میں بعض لوگوں نے چلا کر کہا کہ کتاب اللہ ہمارے درمیان ہے۔ حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں نے جنگ نہ ہند کرنے کا مشورہ اپنی فوج کو دیا۔ لیکن وہ ناکام ہوئے۔ ایک جماعت نے اصرار کیا کہ قرآن کی دعوت کو رد نہ کیا جائے ورنہ ہم خود امیر کا مقابلہ کریں گے۔ اس پر حضرت علیؑ نے اپنی فوج کو جنگ ہند کرنے کا حکم دیا اس کے بعد فریقین کے درمیان ایک معاہدہ ہوا کہ عمر بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری جو فیصلہ دیں وہ سب کو قبول ہو گا۔ چنانچہ دونوں بزرگوں نے فیصلہ دیا کہ حضرت علیؑ اور امیر معاویہ دونوں کو معزول کر دیا جائے۔ اس کا اعلان ابو موسیٰ نے مہر پر چڑھ کر اس طرح کیا ”علیؑ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کیا جاتا ہے۔ مجلس شوریٰ جسے چائے اپنا امیر بنائے۔“ اس کے بعد عمر بن العاصؓ نے کھڑے ہو کر کہا ”صاحبو! علیؑ کو جیسا کہ ابو موسیٰ نے معزول کیا میں بھی معزول کرتا ہوں لیکن معاویہ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں کیونکہ وہ امیر المؤمنین کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔“ ۱۔

خارجی فرقہ کی بنیاد، سرکشی اور حضرت علی مرتضیٰ کی شہادت

حضرت علیؑ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جو معاہدہ ۱۳ صفر ۳۷ھ بروز چہار شنبہ ترتیب پایا اس پر اعتراض ہو کہ خدا اور رسول ﷺ کے فیصلے کے سوا کسی فرد کو فیصلہ کا حق نہیں۔ اسی طرح بہت سے قبائل نے بھی اسے ناپسند کیا تھا۔ بعض لوگوں نے حضرت علیؑ سے بالمشافہ مل کر اس معاہدہ کو منسوخ کرنے کو کہا لیکن حضرت علیؑ نہ مانے ایک معتدبہ جماعت نے اس کو ناپسند کیا۔ انجام کار اس ناپسندیدگی نے ایک مستقل فرقہ کی بنیاد قائم کر دی جو بعد میں خارجی فرقہ مشہور ہوا اس معاہدہ پر عمل درآمد کے دوران عمرو بن العاص کے فیصلے نے خارجی خطرات کو درست ثابت کر دیا۔ خوارج نے سرکشی سے کام لیا اور حضرت علیؑ کی فوج سے تقریباً بارہ ہزار آدمیوں نے الگ ہو کر اپنا الگ کیمپ لگا لیا اور نوہت حضرت علیؑ کی افواج سے جنگ پر متوجہ ہوئی۔ نہروان کے مقام پر صرف چار ہزار افراد میدان میں رہ گئے جو مارے گئے یا بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ معرکہ نہروان کے بعد حضرت علی مرتضیٰؑ کو بے شمار بغاوتوں کو فرو کرنا پڑا۔ امیر معاویہؓ کے جارحانہ طرز عمل کا مقابلہ اور حجاز اور عرب کے لیے شام کی جانب سے کشمکش سے پنپنا پڑا۔ واقعہ نہروان کے بعد چند خارجیوں نے حج کے موقع پر جمع ہو کر مشورہ کیا کہ جب تک علیؑ، معاویہؓ اور عمرو بن العاص موجود ہیں امن قائم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی خانہ جنگیوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تین آدمی ان تینوں کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علیؑ کو، نزال نے معاویہؓ کو اور عبد اللہ نے عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کا عہد کیا اور تینوں اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے رمضان ۴۰ھ کو تینوں نے ایک روز صبح کے وقت تینوں بزرگوں پر حملہ کیا۔ امیر معاویہؓ پر وار اوجھا پڑا جبکہ عمرو بن العاص اس دن امامت کے لئے نہیں آئے ان کی جگہ قائم مقام قتل

ہو گیا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ کا پیاناہ حیات بھی لبریز ہو چکا تھا۔

”جب آپؑ (حضرت علیؑ) مسجد میں تشریف لائے تو ان ملجم سو رہا تھا اسے جگایا جب آپؑ نے نماز شروع کی سر سجدے میں اور دل راز و نیاز الہی میں مصروف تھا کہ اسی حالت میں شقی ابن ملجم نے تلوار کا نہایت کاری وار کیا سر پر زخم آیا اور ابن ملجم کو لوگوں نے گرفتار کر لیا حضرت علیؑ اتنے سخت زخمی ہوئے تھے کہ زندگی کی کوئی امید نہ تھی اس لئے حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بلا کر نہایت مفید نصائح کئے اور محمد بن حنفیہ کے ساتھ لطف و مدارت کی تائید کی۔ جناب بن عبد اللہ نے عرض کی۔ امیر المؤمنین آپ کے بعد ہم لوگ امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ فرمایا اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ تم لوگ خود اس کو طے کر لو اس کے بعد مختلف وصیتیں کیں۔ قاتل کے متعلق فرمایا کہ معمولی طور پر قصاص لینا۔“ -۱

تلوار زہر میں گھسی ہوئی تھی اس لئے نہایت تیزی سے اثر ہوا اور اسی روز ۲۰ رمضان ۴۰ھ جمعہ کی رات یہ فضل و کمال اور رشد و ہدایت کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

تعلیم و تربیت

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کا چھن رسول خدا حضرت محمد ﷺ کی نگرانی میں گزران کی تعلیم و تربیت بھی حضورؐ نے خود کی۔ اسلام کے احکام و فرائض اور ارشادات نبویؐ کے سب سے بڑے عالم حضرت ابو بکرؓ تھے ان کے بعد علی مرتضیٰؑ کا نمبر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد ارشادات و افادات کے مسند پر سب سے طویل عرصہ آپ ہی فائز رہے۔ خلفائے ثلاثہ کے عہد میں اور خود اپنے عہد میں بھی آپؑ ہی کی ذات مبارکہ سے فیض جاری و ساری رہا۔ تمام خلفاء میں سے احادیث کی روایت کا زمانہ سب سے زیادہ آپؑ ہی کو ملا آپ کی روایات بھی سابقہ خلفاء میں سب سے زیادہ ہیں۔ حضرت

علی المرتضیٰ سے کل ۵۸۶ احادیث مروی ہیں جن میں ۲۰ پر مسلم اور بخاری دونوں کا اتفاق ہے ۹ احادیث صرف بخاری میں ہیں مسلم میں نہیں ہیں جبکہ ۱۰ احادیث مسلم میں ہیں بخاری میں نہیں ہیں غرض صحیحین میں آپ کی کل ۳۹ احادیث ہیں حضرت علی المرتضیٰ کو شعر اور شاعری سے بھی شغف تھا چند اشعار احادیث صحیحہ میں بھی مذکور ہیں علم نحوی کی بنیاد خاص حضرت علیؑ کے دست مبارک سے رکھی گئی اور اس کے ابتدائی اصول بھی آپؑ ہی کی جانب منسوب ہیں۔

فقہ و اجتہاد کے سلسلہ میں کتاب و سنت کے علم کے ساتھ ساتھ سرعت فہم پیچیدہ و دقیق مسائل پر عبور اور اعلیٰ ذہنی استعداد پر حضرت علیؑ کو دسترس حاصل تھی۔ مشکل سے مشکل مسائل کی گھٹیاں سلجھانے، ان کی تہ تک رسائی آپ کی خداداد فراست کا کمال تھا۔ آپ کی اجتہادی قوت اور وسعت نظر کا اعتراف ان کے حریف بھی کرتے تھے۔ فقہی مسائل میں حضرت کی نظری و ذہنی اپروچ کی بڑی وجہ یہی تھی کہ آپ جو بات نہیں جانتے تھے وہ آنحضرت ﷺ سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ حضرت علیؑ تمام عمر مدینہ میں رہے لیکن خلافت کا زیادہ تر زمانہ کوفہ میں گزارا۔ اس لیے آپ کے مسائل و اجتہادات کی زیادہ تر اشاعت بھی عراق میں ہوئی۔ اس لئے حنفی فقہ کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعود کے بعد حضرت علیؑ کے فیصلوں پر ہے۔

قضا اور فیصلے

آنحضرت ﷺ کی جو ہر شناس نگاہ نے حضرت علیؑ کی معاملہ فہمی، استعداد و قابلیت کا اندازہ پہلے ہی کر لیا تھا۔ اس لئے اہل یمن نے اسلام قبول کیا تو آنحضرتؐ نے وہاں کے عمدہ قضا کے لیے آپ کو منتخب فرمایا۔ خلفائے راشدین میں مستدرک حاکم کے حوالہ سے صفحہ ۳۱۸ پر لکھا ہے کہ یمن میں ایک عورت کا مقدمہ حضرت علیؑ کی عدالت میں پیش ہوا جس میں مسلمان ہونے سے قبل اس عورت کے ساتھ ایک ماہ

میں تین مرد خلوت کر چکے تھے۔ نو ماہ بعد چھ پیدا ہوا تو تینوں مرد بچے کا باپ ہونے کے دعویدار تھے۔ حضرت علیؑ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکے کی دیت کے تین حصے کئے پھر قرعہ ڈالا جس کے نام کا قرعہ نکلا۔ چھ اس کے حوالے کر دیا اور دو حصے اس سے لے کر دوسرے دونوں کو دیت کا ایک ایک حصہ دیدیا۔ آنحضرتؐ نے جب حضرت علیؑ کا فیصلہ سنا تو تبسم فرمایا۔

ایک اور مقدمہ کا فیصلہ بھی دلچسپ ہے۔ دو مسافر روٹی کھانے بیٹھ گئے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں ایک اور مسافر کھانے میں شامل ہو گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے آٹھ درہم ان کو ادا کیے اور آگے بڑھ گیا۔ پانچ روٹیوں والے نے پانچ درہم رکھ لئے اور تین درہم دوسرے کو دیئے لیکن وہ نصف کا طلبگار تھا یہ مقدمہ حضرت علیؑ کی عدالت میں پیش ہوا تو انہوں نے تین روٹیوں والے کو سمجھایا کہ تین درہم قبول کر لو یہ تمہارے لئے فائدہ میں ہے لیکن اس نے کہا کہ انصاف چاہتا ہوں حضرت علیؑ نے ہر روٹی کے تین تین ٹکڑے کیے تو پانچ روٹیوں والے کو پندرہ اور تین روٹیوں والے کے نو۔ کل چوبیس ٹکڑے ہوئے تینوں مسافروں نے مساوی کھانا کھایا یعنی ہر مسافر نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ تین روٹیوں والے کا ایک ٹکڑا اور پانچ والے کے سات ٹکڑے مسافر نے کھائے اور آٹھ درہم ادا کئے لہذا ایک درہم تین روٹی والے کو اور سات درہم پانچ روٹیوں والے کو ادا ہوئے اور انصاف کے تقاضے پورے ہوئے۔

مشہور ہے کہ حضرت علیؑ کی عدالت میں ایک مرحوم شخص کی وصیت پیش ہوئی کی میرے سترہ اونٹوں میں سے نصف ایک شخص کو، ایک تہائی دوسرے شخص کو اور نوواں حصہ تیسرے شخص کو دیدیا جائے اونٹوں کی تقسیم کیلئے مقدمہ پیش ہوا تو حضرت علیؑ نے ایک اونٹ بیت المال سے منگوا لیا تو تعداد اٹھارہ ہو گئی۔ ان میں سے نصف یعنی نو اونٹ پہلے شخص کو، ایک تہائی یعنی چھ اونٹ دوسرے شخص کو اور

نواں حصہ یعنی دو اونٹ تیسرے کو دیدئے کل سترہ اونٹ تقسیم ہوئے تو بیت المال کا اونٹ بیت المال میں واپس بھیج دیا۔

حضرت کی عدالت میں ایک لغو مقدمہ پیش ہوا۔ ایک شخص نے ایک شخص کو عدالت میں پیش کیا اور کہا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس شخص نے میری ماں کی آبروریزی کی۔ فرمایا کہ ملزم کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو سو کوڑے مارو۔ سلہ

تصوف و معرفت

حضرت علیؑ نے کاشانہ نبوت کے آغوش میں پرورش پائی ان ہی کی موجودگی میں وحی کا نزول ہوا اور قرآن کریم کی تکمیل ہوئی۔ حضرت علیؑ مر تفضی تصوف و معرفت سے خوب آگاہ تھے جو انہوں نے نہایت حسن و خوبی سے بیان کئے جو مذہب کی جان، شریعت کی روح اور خاصان امت کا حصہ ہے۔ تصوف کے اکثر سلسلے سینہ مر تصوفی پر ختم ہوتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ اصول و آزمائش اور امتحان میں ہمارے شیخ الشیوخ حضرت علیؑ مر تفضیؑ ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے کہ خلافت سے پہلے حضرت ممدوح کو اس میں بے حد اہتمام تھا۔

عبدالرحمن صفوری نے نزہۃ المجالس صفحہ ۳۵۲ میں اور ابو النور مولانا محمد بشیر نے ”سچی حکایات“ جلد نمبر ۱ میں لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبریلؑ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور علم کا امتحان لینے کیلئے کہا علیؑ! جانتے ہو اس وقت جبریلؑ کہاں ہے؟ حضرت علیؑ نے پہلے دائیں طرف دیکھا پھر بائیں طرف دیکھا پھر زمین کی طرف دیکھا پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا میں نے زمین میں دیکھا تو جبریلؑ کو نہ پایا آسمان کی طرف دیکھا تو پھر بھی جبریلؑ نظر نہ آئے لہذا جبریلؑ تم ہی ہو اس پر جبریلؑ مسکرا دیئے۔

تقریر و خطابت

حضرت علیؑ بڑے بڑے مجموعوں میں فی البدیہہ تقریر کرتے تھے فصاحت و بلاغت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا ان کی تقریر نہایت خطیبانہ مدلل اور مؤثر ہوتی تھی۔ تقریر و خطابت میں حضرت علیؑ کو خدا داد ملکہ حاصل تھا۔ شریف رضی نے بیج البلاغہ کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل حضرت علیؑ کے تمام خطبوں کو یکجا کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ ان خطبوں نے ہزاروں لاکھوں لوگوں کو فصیح و بلیغ بنا دیا۔

قناعت، دیانت و ایثار

حضرت علیؑ المر تفضیؑ تقریباً چھبیس برس آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے۔ اس لئے آپؑ کی ذات مبارکہ میں وہی خوبیاں، صفات اور طور طریقے سرایت کرتے رہے۔ زہد و تقویٰ میں ان کی ذات ایک منفرد نمونہ تھی۔ امانت و دیانت میں بھی وہ آنحضرتؐ کے نقش قدم پر چل کر قبول عام کی سند حاصل کر چکے تھے ایک مرتبہ اصفہان سے مال غنیمت میں ایک روٹی آئی۔ علیؑ المر تفضیؑ نے اس کے سات ٹکڑے کیے اور قرعہ ڈال کر تقسیم کر دی اور دو رکعت نماز ادا کی کہ وہ قیامت میں ان کی امانت و دیانت میں شاہد رہے۔ حضرت ام کلثومؑ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بیت المال میں نارنگیاں آئیں تو حضرت امام حسنؑ نے ایک نارنگی اٹھائی تو جناب امیرؑ نے واپس لیکر تقسیم کر دی۔ قناعت و ایثار کا یہ حال تھا کہ شادی کے وقت سیدہ جنت جو سامان بیکے سے لائیں تھیں اس میں یہ کچھ اضافہ نہ کر سکے۔ بہتوں گھر سے دھواں نہیں اٹھتا تھا۔ عبادت و ریاضت میں حضرت علیؑ کو جملہ صحابہؓ پر فضیلت حاصل تھی۔ سہ

انفاق فی سبیل اللہ میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ایک مرتبہ رات بھر باغ بیچ کر تھوڑے سے جو مزدوری میں حاصل کئے صبح گھر پہنچ کر ایک تہائی پھوٹا کر حریہ

بچوانے کا اہتمام کیا پک کر تیار ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدادی حضرت علیؑ نے سب اٹھا کر اسے دے دیا پھر بقیہ میں سے ٹمٹ کے پکنے کا انتظار کیا تیار ہوا تھا تو ایک یتیم مسکین نے دست سوال بلند کیا اسے بھی اٹھا کر اس کی نذر کر دیا تیسرا حصہ بھی پکنے پر ایک مشرک قیدی کے حوالے کر دیا اس طرح شیر خدات بھر مشقت کے باوجود فاقہ مست رہے خدا کو یہ ایثار اس قدر پسند آیا کہ اس کے صلہ میں **وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حَبِّهِ مَسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاسِيْرًا** آیت نازل ہوئی (اللہ ہر آیت نمبر ۸)۔

حضرت علی المرتضیٰؑ میانہ قد، گندمی رنگ، موٹی موٹی آنکھیں، کشادہ سینہ، سڈول جسم نہایت جاذب نظر اور پر رونق چہرہ، ریش مبارک بڑی اور موٹھھے تک پھیلی ہوئی۔ یہ تھا ان کا سراپا۔ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کے بعد کل آٹھ شادیاں کیں جن سے کثیر اولاد ہوئی ان سے پانچ بیٹوں کی اولاد جاری ہے۔

ابوالقاسم امام محمد الحنفیہ المعروف محمد الاکبر و محمد حنیف

حضرت سیدنا علیؑ کے نو حرم تھے جن میں سے اٹھارہ فرزند ہوئے ان میں سے صرف پانچ کی اولاد جاری ہے پہلے حرم سے سید النساء فاطمہ الزہراءؑ سے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد حسنی و حسینی کہلاتی ہے جبکہ باقی حرموں کی اولاد علوی کہلاتی ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں چھٹی صدی ہجری کے شروع سے بنی فاطمہ لقب سید سے مشہور ہیں اس سے قبل علوی برائے مشترک اولاد علیؑ لا جاتا تھا۔ اولاد فاطمہ اور دیگر ازواج سے اولاد علیؑ میں علویین اور فاطمین وغیرہ کی تمیز قائم ہے۔ جن پانچ فرزندوں کی اولاد جاری ہے ان کے نام اگلے صفحہ پر ہیں۔

۱۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ امام محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ امام عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۵۔ عمر (عمر الاطرف) رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعوان قوم کے مورث اعلیٰ میر قطب حیدر شاہ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت محمد بن المحضیٰ بن علی المرتضیٰؑ سے ملتا ہے حضرت امام محمد کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک خولہ تھا۔ حنفی قبیلہ سے تعلق کی وجہ سے ان کا لقب حنفیہ مشہور ہو گیا مسیلمہ کذاب جو یمنی تھا کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے تھا۔ مسیلمہ کذاب نے حضور پاکؐ کی زندگی میں ہی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذاب ایک لڑائی میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس جنگ میں ایک خاتون خولہ بنت جعفر گرفتار ہو کر آئیں جو بعد میں حضرت علیؑ کی زوجہ ہوئیں یہی خولہ تھیں جن کے بطن سے محمد پیدا ہوئے جن کی اولاد علوی کہلاتی ہے۔

قرآن پاک جس کا ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے کیا اور جس کی تفسیر مولانا احمد یار خان بدایونی نے لکھی کی سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ ۹۳ کی شان نزول اور اس کی تفسیر کے ضمن میں صفحہ ۲۲۱ پر تحریر ہے کہ ”یہ آیت مسیلمہ کذاب کے متعلق اتری جو یمن کے قبیلہ بنی حنفیہ میں پیدا ہوا۔ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا حضورؐ کے زمانہ میں تھا اور صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھوں مارا گیا اس جنگ میں خولہ بنت جعفر گرفتار ہو کر آئیں ان ہی کے بطن سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے جن کی اولاد علوی کہلاتی ہے“

قرآن پاک کی تفسیر گمری چھان بین، پوری تحقیق و تدقیق اور جید علماء کی عرق ریزی کا نتیجہ ہوتی ہے اس لئے اس میں لائے ہوئے واقعات پر شک کی گنجائش نہیں ہے۔ مولانا نور الدین سلیمانی نے باب الاعوان کے صفحہ ۴۲ پر حضرت علیؑ کی دوسری بیوی ام البنین کلابیہ کا ذکر کیا اور لکھا اعوان اسی سے ہیں صحیح نہیں ہے درحقیقت اعوان لوگ حضرت علیؑ کی زوجہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ سے ہیں۔ خواص

خان نے تحقیق الاعوان صفحہ ۷۶ پر جو خیال ظاہر کہ والدہ امام محمد سندھ سے آئی کنیزوں سے ہوگی بھی درست نہیں ہے۔ صاحبزادہ محمد حفیظ نیکسلانے رسالہ الاعوان لاہور فروری ۱۹۹۲ کے شمارہ میں خولہ بن لیم (لیم) حضرت خولہ کے اسلاف سے ایک بزرگ تھے) صحیح نہیں لکھا اسی طرح بعض دیگر محققین و مصنفین کے متضاد دعوے بھی درست نہیں ہیں۔ حاجی محبت حسین اعوان نے الاعوان لاہور کے شمارہ جولائی ۱۹۹۲ میں اعوان تاریخ کے آئینے میں محمد بن الحنفیہ کے زیر عنوان ایک مدلل اور پر مغز مقالہ تحریر کیا ہے جس میں مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ کی والدہ ماجدہ خولہ بنت جعفر تھیں جو حنفی قبیلہ سے تھیں اسی طرح موصوف نے ابن جوزی کی کتاب صحت الصفوۃ کے حوالے سے لکھا ہے کہ محمد بن الحنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابوا لقاسم ہے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا نام اور کنیت خود آپ محمد بن حنفیہ کو دی تھی۔

صاحبزادہ عبد الحفیظ نیکسلانے بھی اس شمارہ میں لکھتے ہیں کہ ”امام محمد بن حنفیہ“ کی کنیت ابوقاسم تھی آپ ابتداً خلافت فاروقی میں پیدا ہوئے آپ کی پیدائش کی بشارت رسول ﷺ نے حضرت علیؑ کو پہلے ہی دی تھی۔ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ آپ کے بعد اگر میری کوئی زینہ اولاد ہو تو اس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھ دوں تو حضورؐ نے فرمایا ”ہاں“ صاحبزادہ صاحب نے مزید لکھا ہے کہ ”فتی الآمال“ میں درج ہے کہ رسول خداؐ نے امیر المومنین حضرت علیؑ کو محمد (بیٹے) کی بشارت دی تھی اور اپنا نام اور کنیت ان کو بخشی تھی“ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت محمد حنفیہ کا نام رسول خدا ﷺ نے تجویز فرمایا تھا۔

آپ بڑے عالم اور فاضل تھے علم و حکمت، زہد و ریاضت میں منفرد مقام رکھتے تھے آپ نے ظاہری اور باطنی علوم اپنے والد گرامی سے حاصل کئے تھے۔ حضرت علیؑ کو ان سے بڑا پیار تھا۔ یوقت وصال حضرت امام حسن و حسینؑ کو نصیحت فرمائی کہ ان کے ساتھ اتحاد و اتفاق قائم رکھنا۔ حضرت علیؑ کی غیر فاطمی اولاد میں آپ سب سے افضل

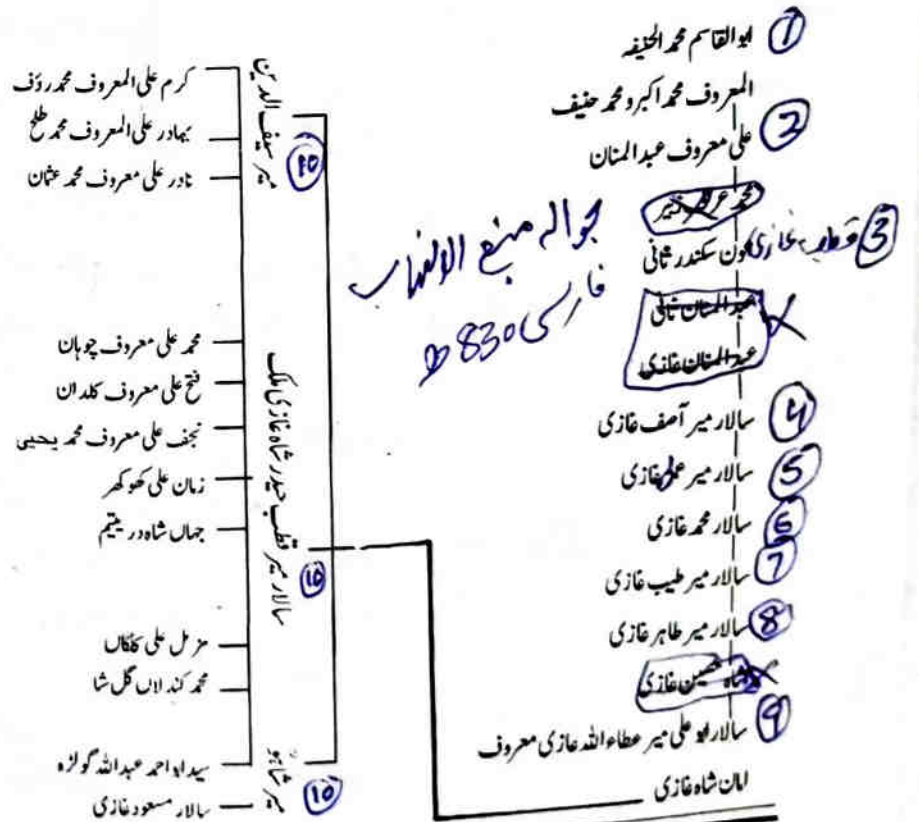
ہیں آپ شجاعت و بہادری میں بھی بے مثال تھے لشکر مرتضوی کے علم بردار آپ ہی ہوا کرتے تھے جنگ جمل میں حضرت علیؑ نے ان ہی کو جھنڈا عطا کیا تھا جنگ جمل، جنگ صفین اور دیگر کئی لڑائیوں میں آپ نے بہادری اور جوان مردی کے ایسے ایسے جوہر دکھائے کہ عرب کے بڑے بڑے بہادر دنگ رہ گئے۔ تاریخ طبری تاریخ ابن سعد اور تاریخ اسلام میں ان حالات و واقعات کا مفصل ذکر و بیان موجود ہے۔

ملک شیر محمد نے تاریخ الاعوان میں محمد بن حنفیہ کے صرف دو بیٹوں کا ذکر کیا ہے بڑے کا نام عبد المنان اور چھوٹے کا نام عبدالفتاح لکھا ہے۔ حضرت عون قطب شاہ بڑے بیٹے کی اولاد میں سے ہیں جب کہ چھوٹے بیٹے عبدالفتاح کی اولاد سے حضرت احمد گیسودراز ہیں جو گلبرگہ دکن میں مدفون ہیں۔ لیکن محبت حسین اعوان نے اپنی کتاب ”اعوان تاریخ کے آئینے میں“ میں حضرت کے دس بیٹے بتائے ہیں۔ بڑے کا نام جعفر الاول المشہور عبدالمنان سکندر شانی لکھا ہے لیکن دوسرے بیٹے عبدالفتاح نام کا کوئی پتا نہیں ہے ممکن ہے یہ کسی بیٹے کا لقب ہو یا صوتی، صفاتی یا عربی نام ہو تاریخ کے مختلف حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام محمد بن حنفیہ کی اولاد نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ افغانستان، ایران، ملائیشیا، بلاد عرب اور روس میں بھی کثرت سے آباد ہے اس لئے حضرت کی ذریعات میں دو بیٹوں سے زیادہ کا ہونا قرین قیاس ہے۔

محمد بن حنفیہ کی دسویں پشت میں شاہ حسین غازی تھے جنہوں نے ہرات پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ بعد ازاں ان کا بیٹا میر عطا اللہ غازی المعروف امان شاہ مسند نشین ہوا میر عطا اللہ غازی کے بیٹے میر ساہو، میر قطب حیدر شاہ اور میر سیف الدین تھے جن کا مفصل ذکر بعد میں آئے گا۔

تحقیق الاعوان کے مطابق محمد بن حنفیہ کی جائے مدفن میں اختلاف ہے۔ مولوی حیدر علی لدھیانوی تاریخ حیدری میں لکھتے ہیں کہ روضہ محمد بن الحنفیہ ”خلیج فارس ہند رناپور کوہستان حنفیہ میں ہے دوسرا قول ابو حنفیہ دینوری نے اپنی کتاب اخبار الطول

میں جائے وفات ملک شام لکھا ہے جو صراط السلسلۃ العلویہ کے مطابق صحیح نہیں ہے۔ تاریخ اقوام پونچھ کے مطابق محمد بن حنفیہ ابن زبیر کے خوف سے طائف چلے گئے تھے اور وہاں ہی ماہ محرم یا ربیع الاول ۸۱ھ میں فوت ہوئے لیکن تاریخ الاعوان کے مطابق حضرت محمد بن حنفیہ مدینہ منورہ میں جہاں وہ زیارت روضہ رسول کو آئے تھے پھر ۶۵ سال ۸۱ھ مطابق ۷۰ء میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔۱۔
حضرت محمد بن الحنفیہ کی اولاد کا نقشہ اس طرح ہے :-



میر شاہو سالار قازی

معمر کہ کربلا کے بعد بنی فاطمہ (سادات) اور باقی اولاد حضرت علیؑ جو دوسری بیویوں سے تھی اور جو معمر کہ کربلا سے چ رہے اور جن کو امام حسینؑ نے اعوان کا خطاب دیا تھا کو مدینہ اور بعض کو مصر پہنچا دیا گیا اور جو حسین کے ساتھ کربلا میں شرکت نہ کر سکے وہ بھی مدینہ منورہ میں حضور کے روزہ مبارک کے ارد گرد رہائش پزیر تھے۔ جب اہل مدینہ کو بغاوت کے الزام میں قتل کیا جانے لگا تو سادات اور علوی خاندانوں کو دوسرے ممالک کا رخ کرنا پڑا۔ بعض حنفی علوی ہو امیہ کے عہد میں اور بعض عباسی خاندان کے دور سلطنت میں ایران سے ہوتے ہوئے خراسان (افغانستان) پہنچے اور ہرات پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی۔ ہرات پر شاہ حسین علوی مسند نشین ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا امان شاہ معروف میر عطاء اللہ نمازی مسند نشین ہوا جو بعد میں سبگین کا داماد اور نائب السلطنت کے مسند جلیلیہ پر فائز ہوا۔۱۔

عباسی خلیفہ منصفی باللہ کے عہد میں خارا میں سامانی خاندان کے فرماں رواؤں نے اپنی حکومت قائم کر لی تھی ۲۶۱ ہجری سے ۲۷۹ ہجری تک انہوں نے ماورالنہر (ترکستان) اور خراسان (افغانستان) فتح کر لیا تھا خراسان خارا کا ایک صوبہ بن گیا۔ عبدالملک سامانی بادشاہ خارا کے عہد میں اچمگین غلام ترقی پا کر خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ خارا کے بادشاہ کی تخت نشینی کے سلسلہ میں اختلاف کی وجہ سے اس نے غزنی آکر خود مختار حکومت قائم کر لی پھر اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو جلد مر گیا اچمگین کا داماد سبگین حاکم غزنی مقرر ہوا۔۲۔ سبگین نے انا عروج حاصل کیا کہ بادشاہ خارا نے غزنی و خراسان کی مندرجات سبگین کے حوالے کر دی۔ سبگین نے شاہ خارا کی امداد کے لئے کئی بار لشکر کشی کی اس میں اسے ہرات کے علویوں کی اعانت حاصل رہی سلطان سبگین نے جب افغان سرداروں سے دوستی کر

لی تو راجہ جے پال والئی لاہور جو ان دنوں ملتان، پنجاب، کشمیر اور سرحد پر حکومت کرتا تھا کو بنگلین کی افغان سرداروں سے دوستی ناگوار گزری کیونکہ افغان حکومت غزنی اور لاہور کے درمیان ایک بفر سٹیٹ کے طور پر موجود تھی چنانچہ جے پال نے کابل پر حملہ کر دیا۔ سلطان بنگلین نے نہ صرف جے پال کو صحت فاش دی بلکہ راجہ نے خرچ ادا کرنے کے وعدہ پر رہائی پائی لیکن لاہور پہنچنے پر خرچ دینے سے انکار کر دیا اور اگلے سال پھر ایک زبردست فوج لے کر سرحد کی طرف بڑھا لیکن شکست کھائی دوسری بار بھی خرچ دینے کے علاوہ سندھ پار کے چار قلعے دے کر رہائی پائی۔

علوی جو آگے چل کر اعوان کے خطاب سے سرفراز ہوئے سلطان بنگلین کے عہد سے ہی چار اور ہند قدیم کی جنگوں میں نہ صرف حصہ لیتے رہے بلکہ علویوں (اعوانوں) کے ایک بزرگ شاہ عطا اللہ غازی لقب امان شاہ جو ہرات کے بادشاہ حسین المعروف میر طاہر شاہ غازی کے چچے تھے سپہ سالار کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ سلطان بنگلین کے لشکر میں انہوں نے متعدد جہادوں میں شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے ان کو غازی کے خطاب سے نوازا گیا۔ آپ نہایت پرہیزگار اور متقی تھے۔ عبادت و ریاضت ان کی گھٹی میں تھی اللہ تعالیٰ نے ان کو تین فرزند میر ساہو، میر قطب حیدر شاہ (قطب شاہ) اور میر سیف الدین عطا فرمائے۔

یہ تینوں ہونہار چھٹن بلوغت کو پہنچے تو شاہ عطا اللہ غازی دار الحکومت غزنی میں ہی مقیم رہ کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآہوئے لگے جب کہ ان کے تینوں چچے مختلف علاقوں میں تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف رہے۔ شاہ عطا اللہ کی وفات کے بعد ان کے بڑے چچے میر ساہو اپنے باپ کی جگہ دولت غزنویہ کی افواج کے کمانڈر انچیف مقرر ہوئے انہوں نے بڑی بڑی جنگوں میں اپنی بہادری کا لوہا منوایا۔ بنگلین کی وفات کے بعد سلطان محمود تخت نشین ہوا تو آپ سلطان محمود کے مہتمم خاص اور قائم مقام (نائب السلطنت) تھے۔ سالار ساہو سلطان کے بہنوئی بھی تھے اس لئے

سلطان انہیں بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔

سلطان محمود غزنوی کو مظفر خان حاکم اجیر سے خبر ملی کہ ہندو راجاؤں نے ان کو اور دیگر مسلمانوں کو جبر و تعدی سے کام لیکر محصور کر رکھا ہوا ہے انہیں سخت پریشان کیا جا رہا ہے۔ تب سلطان نے میر ساہو کی قیادت میں ایک مہم بھیجی۔ میر ساہو نے اجیر کو فتح کر کے وہاں ہی قیام فرمایا اور یہاں ہی سے وہ نائب سلطنت لاہور بھی ہوئے بعد ازاں اپنی اہلیہ بی بی ستر معلیٰ کو غزنی سے یہاں بلا لیا۔ یہاں ہی سید سالار مسعود غازی کی ولادت ہوئی۔ ا۔

تحقیق الاعوان کے مطابق سید سالار ساہو نے کابل واقعہ کشمیر کے باغی حکمران کی سرکوبی کی اور کابل کو فتح کر لیا آپ نے یہاں مقیم رہ کر سالار غازی اور ان کی والدہ کو کابل بلا لیا۔

۱۰۰۱ء میں سلطان محمود نے ہندوستان پر حملہ کے ارادے سے پشاور کا رخ کیا تو اس کے ساتھ سواروں کا دس ہزار کا لشکر تھا جس میں علوی پیش پیش تھے۔ سلطان کے مقابلہ کے لیے راجہ جے پال ایک لشکر جرار کے ساتھ جس میں بارہ ہزار سوار، تیس ہزار پیادے اور تین سو ہاتھی تھے مقابلہ کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ دریائے انک کے کنارے شدید ترین معرکہ آرائی کے بعد سلطان کو فتح نصیب ہوئی۔ اور جے پال اپنے رشتے داروں سمیت گرفتار ہوا۔ بعد میں سلطان نے اس کو اپنا جھنڈا لٹا کر رہا کر دیا۔ جے پال اسلامی لشکر سے پہلے بھی دو مرتبہ شکست کھا چکا تھا اس لئے اس زمانہ کے ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق وہ سلطنت کے اہل نہ تھا۔ آگ کے سوا اسے کوئی چیز گناہوں سے پاک نہ کر سکتی تھی چنانچہ وہ اپنے چچے انند پال کو تخت و تاج سونپ کر خود نذر آتش ہو گیا۔

اعوانوں نے سلطان محمود کے ساتھ مختلف جہادوں میں شاعر کارنامے انجام دیئے جن میں ۳۹۵ھ میں ملتان پر فوج کشی ۳۹۹ھ میں معرکہ پشاور اور مشہور

قلعہ نگر کوٹ کی فتح اور ۳۰۵ھ میں تھانیہ کی فتح شامل ہیں ان معرکوں میں اعوان مجاہدین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میر ساہو سالار غزنی افواج کے کمانڈر انچیف تھے ہی اعوان قوم کے دیگر لوگوں نے بھی جو فطرۃ جنگ جو اور جذبہ جناد سے سرشار تھے ان فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔

ملتان کے قریب ایک ہندو راجہ کی راجدہانی کا نام بھائیہ تھا اس زمانہ میں یہاں کا حکمران بہیڑارائے بڑا مغرور اور متکبر تھا۔ ۳۹۵ھ میں سلطان نے بھائیہ پر حملہ کیا کئی روز کی مسلسل لڑائی کے بعد راجہ کو شکست فاش ہوئی اور اسے قتل کر دیا گیا۔ ملتان کا حاکم ابو الفتح سرکشی اور الحاد پروری میں مشہور تھا۔ سلطان نے ملتان پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو ابو الفتح نے انندپال سے مدد طلب کی چنانچہ انندپال سلطان کا راستہ روکنے کیلئے لاہور سے پشاور آیا جہاں انندپال کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر کشمیر چلا گیا بعد ازاں سلطان نے ابو الفتح کو کیفر و کردار تک پہنچایا۔ اور غزنی کو واپس ہوا۔

۳۹۹ھ میں سلطان نے ایک لشکر کثیر جمع کر کے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اس دور ان انندپال اپنی منتشر طاقت کو جمع کر کے منظم کر چکا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ہندوستان کے دوسرے راجوں مہاراجوں سے بھی مدد طلب کی۔ چنانچہ اجین، گوالیار، کالج، قنوج، دہلی اور اجیر کے راجاؤں نے دل کھول کر مدد کی۔ ان میں راجاں لوہارا، کشمیر کی فوجیں بھی شامل تھیں اس مرتبہ ہندوؤں میں اس قدر جوش و خروش تھا کہ ہندو عورتوں نے اپنے زیورات بیچ کر رقم جنگی فنڈز میں جمع کرادی تھی۔ لڑائی شروع ہوئی۔ تو مسلمانوں کے پے در پے حملوں کی تاب نہ لا کر ہندو فوجیں میدان جنگ سے رنو چکر ہو گئیں۔ مسلمانوں نے آٹھ روز تک ان کا تعاقب کیا اور تیس ہزار فوجیوں کو دستگیر کر دیا اس جنگ میں محمود کے چھ ہزار غازی شہید یا زخمی ہوئے ۳۰۵ھ میں تھانیہ کا قلعہ فتح ہوا تھانیہ کی مہم سے فارغ ہو کر سلطان غزنی چلا گیا۔ ۳۰۶ھ میں سلطان نے کشمیر کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ وہاں پہنچ کر قلعہ لوہ کوٹ جو بلندی پر تھا اور مضبوطی میں

مشہور تھا کا محاصرہ کیا لیکن موسم کی شدت اور برف باری کے باعث فوج یہاں قیام نہ کر سکی۔

سید محمود آزاد نے تاریخ پونچھ کے صفحہ ۳۶ پر سلطان محمود غزنوی کے سلطنت لوہارا پر حملہ کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ”سلطان محمود غزنوی نے ۱۰۰۵ء میں وادی سندھ کی طرف یلغار کی تو راجہ انندپال کی فوجوں نے پشاور کے مقام پر سلطان کی فوجوں کا مقابلہ کیا اس وقت انندپال کی امداد کے لئے شمالی ہند کے تمام چھوٹے بڑے راجے جتھے لیکر آئے۔ ان میں راجاں لوہارا کشمیر کی فوجیں بھی تھیں۔“

سلطنت لوہارا جو پونچھ شہر کے شمال میں ایک ہندو راجہ کے ماتحت قائم تھی نے سلطان محمود غزنوی کے خلاف لاہور کے راجہ کی مدد کی تھی شمالی ہند کی فتح کے بعد سلطان نے اس راجہ کی گو شمالی کو فوج بھیجی تھی۔ کابلر لوہارو دیا لوہ کوٹ کے مغرب میں شاہراہ کشمیر کے کنارے ایک مشہور قصہ ہے شاید میر ساہو نے یہاں ہی قیام کیا ہوگا۔

محمود غزنوی نے ہندوستان پر پے در پے حملے کئے وہ مت شکن مشہور تھا ان حملوں میں اس کی توجہ کے بڑے مرکز وہ مقامات رہے جہاں بڑے بڑے عالیشان مندر اور مت خانے تھے۔ اس سلسلہ میں سلطان کا سب سے بڑا کارنامہ فتح سومنات ہے علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سلطان جب کسی شہر کو فتح کرتا اور مت توڑتا تھا تو ہندو کہتے تھے سومنات ان ہوں سے ناراض ہو گیا اگر سومنات راضی ہو تا تو مت توڑنے والے ہلاک ہو جاتے جب اس کی اطلاع سلطان کو ہوئی تو اس نے سومنات کو فتح کرنے اور مت توڑنے کا عزم کیا۔

جب سلطان محمود فتح سومنات کیلئے وارد ہوئے تو سالار ساہو کو جو کابلر یا کھلر میں مقیم تھے سلطان کی افواج کی قیادت کیلئے طلب کر لیا گیا۔ ان کے ہمراہ سید سالار مسعود غازی بھی تھے۔ جنہوں نے کسن ہونے کے باوجود معرکہ سومنات میں بڑھ چڑھ

کر حصہ لیا۔ عزہ نامہ مسعود کے مصنف عنایت حسین بلگرامی نے فتح سومنات کے سلسلہ میں میر ساہو سالار کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ اسی طرح آئینہ حقیقت نامہ میں بھی میر ساہو کا ذکر سومنات کے حوالے سے موجود ہے۔

۱۸۱۸ء یا ۱۸۱۸ھ میں سومنات فتح ہونے کے بعد میر ساہو سلطان کے ہمراہ غزنی تشریف لے گئے تحقیق الاعوان از خواص خان ایبٹ آباد کے مطابق سید سالار مسعود غازی اپنے چچا میر سیف الدین کے ہمراہ وسط ہند میں مجاہدانہ لڑائیوں میں مصروف ہو گئے۔ چند سال بعد سالار ساہو اور ان کے بھائی سالار قطب حیدر شاہ جو اعوان قبیلہ کے جد اعلیٰ ہیں دونوں سالار مسعود غازی اور میر سیف الدین سے ملنے ہندوستان چلے گئے جہاں سالار ساہو نے ۲۵ شوال المکرم ۱۲۲۳ھ کو سترک بارہ بھی میں وفات پائی۔ ان کا مزار سترک بارہ منگی سے پانچ میل کے سافلے پر پختہ سڑک کے کنارے واقع ہے۔ پروفیسر غلام رسول نے سلاطین دہلی میں محمد قاسم فرشتہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ سومنات کی فتح ۱۲۱۵ھ میں ہوئی جب کہ ان کثیر نے اس کا ذکر ۱۲۱۶ھ کے واقعات میں کیا ہے۔

سید سالار مسعود غازی

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے حضرت میر قطب شاہ کے بڑے بھائی امیر شاہو سالار سلطان محمود کی فوج کے سالار اعلیٰ تھے اور سلطان محمود کے بہوئی بھی تھے سلطان کی فوج کے اکثر جنرل سادات تھے ان سب کے امیر و سربراہ حضرت ساہو سالار تھے آپ دولت غزنویہ کی طرف سے لاہور میں نائب السلطنت کے منصب پر بھی فائز رہے ہیں۔

خواص خان نے تحقیق الاعوان میں کتاب مرآة المسعود (فارسی) و تاریخ مسعود غازی مطبوعہ نامی لکھنؤ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلطان محمود کے ہمراہ

علوی حنفی جہاد ہند کو آئے ان میں سالار ساہو امیر تھا اور یہی لاہور میں نائب السلطنت رہا۔ سید سالار مسعود غازی انہی کے فرزند ارجمند ہیں۔

سید مسعود سالار کی والدہ ماجدہ کا اسمی گرامی بی بی ستر معلیٰ تھا آپ ۲۱ رجب المرجب ۲۰۵ھ مطابق ۱۰۲۰ء بروز اتوار بوقت صبح صادق اجیر میں پیدا ہوئے اور ۱۴ رجب المرجب ۲۲۴ھ مطابق ۱۰۳۹ء بروز اتوار عصر ۱۸ سال ۱۱ مہینے ۲۴ دن کی عمر میں بمقام بھراج صوبہ اودھ میں شہید ہوئے۔ جہاں ان کا مزار مرجع الخلائق ہے۔ حاجی محمد وحاجی احمد سالار ساہو کے مصاحب اور سید سالار مسعود کی نیاز مندوں میں سے تھے مزار پر مجاور ہوئے آپ کے چچا سالار سیف الدین بھی بعد میں اس مقام پر شہید ہوئے اور وہاں ہی دفن ہوئے۔ مٹ

تحقیق الاعوان کے ۲۵۸ کے مطابق سید مسعود سالار غازی سلطان الشہداء ہند کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں ۱۸-۱۷۱۷ھ میں سومنات پر حملہ ہوا تو سید صاحب اپنے والد میر ساہو اور سلطان محمود غزنوی کی معیت میں وہاں موجود تھے۔ فتح سومنات کے بعد سلطان محمود نے مت مہار کرنے کا ارادہ کیا تو پچھاریوں نے سلطان کو مت کے ہم وزن سونے کے عوض مت ان کے حوالے کرنے کی پیشکش کی تو ایک وزیر حسن مندی غزنوی نے سلطان کو فائدہ اٹھانے کا مشوری دیا لیکن سید سالار مسعود غازی جو سلطان کے بھانجے بھی تھے نے مشورہ دیا کہ قیامت کے دن سلطان عالی کو مت فروش کے جائے مت شکن پکارا جانا زیادہ پسندیدہ ہوگا اس کلمہ حق کے سنتے ہی مت توڑ دیا گیا۔ گیارہویں صدی کے ابتدا میں ہندوستان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا یہ ریاستیں ہمیشہ آپس میں دست و گریبان رہتی تھیں۔ عوام کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ظلم و ستم کا بازار گرم تھا پورے ہندوستان میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی ایسے وقت میں سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر پہ در پہ حملے کئے۔ مسلمانوں نے اسلام کے سنہری اصولوں کی روشنی میں غیر مسلموں سے مساوات، ہمدردی اور انصاف کے تقاضوں کے

مطابق سلوک روار کھا۔

ہندوؤں میں ذات پات کا مسئلہ ایک مذہبی عقیدہ ہے نچلے طبقہ کے ہندو جنہیں عرف عام میں ہریجن، اچھوت یا لچھ کہا جاتا ہے اونچی ذات کے ہندوؤں کی غلامی کرنے کے پابند ہیں۔ وہ کھانے پینے میں اونچی ذات کے ہندوؤں کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے حتیٰ کہ انہیں چھو بھی نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہی لچھ کلمہ طیبہ پڑھنے کے ساتھ ہی بڑے سے بڑے مسلمان کی برابری کا حقدار ہو جاتا ہے۔ مسلمان مجاہدوں نے ان ہی اصولوں کے پیش نظر ہندو عوام کے دل جیت لئے تھے۔ ظلم کی چکی میں پے ہوئے عوام مسلمانوں کو فرشتہ رحمت سمجھنے لگے۔ سلطان محمود کے معرکوں میں ہندوستانی راجاؤں کو راجپوتوں اور برہمنوں کے سوا عوام کی مطلق ہمدردی حاصل نہ تھی۔ اس لئے انہیں مسلسل شکستیں ہوئیں۔ سلطان محمود غزنوی ۴۲۱ھ میں فوت ہوئے۔ سلطان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سلطان مسعود تخت نشین ہوا اس دوران ہندوستانی راجے اور بھی مطلق العنان ہو گئے تھے عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹنے لگے اس وقت حضرت ساہو سالار بھی گوشہ نشین ہو چکے تھے سید سالار مسعود نے باپ کی جگہ سنبھالی انہوں نے غریبوں اور مظلوموں کی زیوں حالی کی جانب توجہ مبذول کی اس وقت ان کی عمر صرف ۱۳ سال تھی بعض مؤرخین نے سلطان مسعود اور سید سالار مسعود غازی کے واقعات کو غلط فہمی میں خلط ملط کر دیا ہے۔ حالانکہ سلطان مسعود سید مسعود سالار غازی کے ماموں زاد تھے جو ایک ہی زمانہ میں ہوئے اور دونوں کے واقعات میں بڑا فرق ہے۔

جس زمانہ میں سید سالار مسعود غازی سترکھ ضلع بارہ بٹی میں مقیم تھے تو ایک دن جنگل میں شکار کھینے گئے کچھ غریب چرواہے فریادی بن کر سید صاحب کو پیش ہوئے کہ راجہ سمیل دیو کے آدمی ان کی گائیں چھین کر لے گئے۔ راجہ سمیل دیو بہر قوم سے تعلق رکھتا تھا جو سورج پرست تھے۔ بڑا ظالم حکمران تھا اس کی حکومت نیپال کی ترائی

میں ایک وسیع علاقہ پر قائم تھی سید صاحب ان چرواہوں کے ہمراہ بھراج آئے جمال راجہ سے جنگ شروع ہو گئی گھسان کارن پڑا کئی دنوں تک جنگ جاری رہی اگرچہ مجاہدین کی تعداد بہت کم تھی لیکن مقامی باشندوں کی مدد سے راجہ کو یہ درپہ شکستیں ہوئیں اور اس کی قوت زائل ہو گئی راجہ نے دیگر راجگان کی حمایت حاصل کی اور ایک متحدہ فوج کے ساتھ جنگ جاری رکھی۔ ادھر سید سالار مسعود غازی کا مشن پورا ہو چکا تھا اور ان دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب تھا۔ چنانچہ ۱۴ رجب المرجب ۴۲۳ھ بروز اتوار بوقت عصر ایک تیر سید صاحب کی گردن میں پیوست ہو گیا اور وہ کلمہ شہادت کا ورد کرتے ہوئے حضرت سکندر دیوانہ کی گود میں شہید ہوئے۔ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔ سید صاحب کی وفات کے بعد ہندوؤں نے انہیں رحمت کا فرشتہ اور ایک دیوتا سمجھ کر ہر سال ان کی شہادت کی تاریخ کے موقع پر میلہ لگانا شروع کر دیا۔ سید صاحب نے ان غریبوں اور مظلوموں کیلئے جس ایثار و قربانی کا ثبوت دیا تھا اس کے پیش نظر اس محسن اعظم کو بھولنا ممکن نہ تھا۔ آپ کی شہادت کو نو سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں لیکن آپ کی ذات سے ہندوؤں کی عقیدت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میلہ میں لاکھوں انسانوں کا اجتماع ہوتا ہے جس میں تین چوتھائی تعداد ہندوؤں کی ہوتی ہے اور ہندو جس عقیدت و نیاز مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ مسلمانوں کیلئے ممکن نہیں۔ ۱۔

سید سالار مسعود غازی کی سوانح زندگی کے متعلق پروفیسر مطیع الرحمن صاحب شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) نے ایک محققانہ مقالہ سپرد قلم کیا ہے جو بھارت اور پاکستان کے اخبارات اور رسائل میں شائع ہو کر خراج تحسین وصول کر چکا ہے یہ مقالہ ہفت روزہ ”چٹان“ لاہور کے شمارہ ۱۸ جولائی ۱۹۵۵ء میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کا اقتباس بذیل درج کیا جاتا ہے۔ ۲۔

”ہندوستان میں شہیدوں کے سردار حضرت سید سالار مسعود غازی کا مدفن بھراج شریف ہے۔ آپ عام طور پر غازی میاں کے نام سے مشہور ہیں بہت سے

علاقوں میں آپ کو بالے میاں اور بالے پیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اطراف دہلی میں پیر سلم اور خراساں میں رجب سالار کے لقب عالی سے یاد کیے جاتے ہیں ہندوستان کے طول و عرض میں آپ کی یاد منائی جاتی ہے آپ کے نام کے علم نکلتے ہیں جن میں کمال عقیدت اور بے پناہ جوش و خروش کا اظہار کیا جاتا ہے آپ کا دربار فیض و روحانیت کا بہت بڑا سرچشمہ ہے اور ہر سال لاکھوں انسان مذہب اور ملت کی تخصیص کے بغیر اس دریائے فیض سے سیراب ہوتے ہیں بلکہ غیر مسلموں کی عقیدت اور ان کی کثیر اجتماع کے لحاظ سے آپ کا دربار ہندوستان میں ایک واحد مثال ہے۔

حضرت سید سالار مسعود کا شمار ہندوستان کے چند اولین شہداء میں ہے جنہوں نے سسکی ہوئی انسانیت کو ظلم و ستم سے نجات دلانے کیلئے تلوار اٹھائی تھی اور مظلوم کی حمایت اور حق و صداقت کی راہ میں قربان ہو گئے ہندوستان میں امن و چین اور شانتی کا پیغام لانے والوں میں سید صاحب کو اولیت حاصل ہے ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے پونے دو سو سال پہلے سید صاحب بھراج میں شہید ہوئے۔ یہ واقعہ ملک شیر محمد خان کا لاباغ کی کتاب تاریخ الاعوان میں ہے۔

معجزہ شق القمر اور سید سالار مسعود غازی کے متعلق حضور ﷺ کی پیش گوئی

شق القمر کا معجزہ حضرت رسول پاک ﷺ کی زندگی کا ایک اہم اور مشہور واقعہ ہے تاریخ الاعوان صفحہ ۵۰ تا ۵۱ اور تحقیق الاعوان صفحہ ۲۵ کے مطابق کسی ہندوستانی راجہ نے اس کا مشاہدہ کیا تھا لیکن راجہ کے نام سے اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ راجہ تانہ کا راجہ تھا لیکن زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مالابار کا راجہ زیور سامری تھا۔ اُس نے کاجوں اور نجومیوں کی مدد سے رسول پاک کی بعثت کا پتہ

چلایا اور حضور کی خدمت میں بھیجے کیلئے ایک وفد ترتیب دیا جس میں وہ خود بھی شامل تھا لیکن وہ مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے ہی سرزمین عرب میں مر گیا مرتے وقت اس نے اپنے جانشین کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ مسلمانوں کو ضروری مراعات دے اور ان سے ہمدردانہ سلوک کرے یہی وجہ تھی کہ عرب کے مسلمان مالابار کے ساحل پر آباد ہوئے اور ان کی نوآبادیاں قائم ہوئیں اب بھی ٹروانکو کے دربار میں راجہ کی تخت نشینی کے وقت راجہ حلف لیتے تھے کہ میرا پچا زیمور سامری جو عرب گیا ہے واپس نہیں آیا اس لئے اس کی تلوار اور تخت میرے پاس محفوظ رہے گا یہ واقعہ اکرام صاحب کی کتاب ”چشمہ کوثر“ میں مذکور ہے کہا جاتا ہے کہ قیام عرب کے دوران وفد کا ایک ہندو ممبر مسلمان ہو گیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے اس کے حق میں درازی عمر کی دعا فرمائی تھی وہ حاجی رتن بابا کے نام سے مشہور ہوئے اور کئی سو سال عمر پائی۔ ہرا

زیور سامری کے وفد نے حضور ﷺ کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تو آپ نے فرمایا کہ ”ہم میں سے کوئی جائے گا“ چنانچہ اکثر و بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستانی وفد کو رسول پاک نے جس شخص کو ہندوستان جانے کی بھارت دی تھی وہ سید سالار مسعود غازی تھے کیونکہ غریبوں اور مظلوموں کی حمایت میں تلوار بلند کرنے والے مجاہدین میں آپ کو اولیت حاصل ہے ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے دو سو سال قبل سید صاحب بھراج میں شہید ہو چکے تھے۔

برصغیر میں برونی اولیاء کرام کے آنے والوں میں حضرت داتا گنج بخش علی جویریؒ کی اولیت دی جاتی ہے آپ کی آمد کا زمانہ ۲۳۵ھ تا ۲۳۸ھ تسلیم کیا گیا ہے لیکن سید صاحب تقریباً ۱۳ سال قبل اپنا مشن پورا کر کے ۲۲۳ھ میں بھراج میں شہید ہو چکے تھے۔ پیر دہبگیر حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ ۲۷۰ھ میں ۵۳ سال بعد جیلان میں پیدا ہوئے اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ۱۳ رجب ۵۳ھ میں ۱۱۳ سال بعد جستان میں پیدا ہوئے۔ آپ سید عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم پر ہندوستان تشریف

لائے اور اجیر میں قیام فرمایا جو سید سالار مسعود غازیؒ کی جائے پیدائش ہے سید صاحب ۱۹ سال کی عمر میں بھڑاچ میں شہید ہوئے جب کہ خواجہ صاحب نے ۶ رجب ۱۳۳۳ھ میں ۲۲۹ سال بعد اجیر میں وفات پائی اس لئے برصغیر میں حق کی آواز بلند کرنے اور باطل کو مٹانے میں سید صاحب کو اذیت حاصل ہے۔ ا۔

اعوان یا آوان

اعوان عربی زبان کا لفظ ہے اور لفظ عون سے مشتق ہے جس کے معنی مددگار کے ہیں اور آوان خالص سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی محافظ کے ہیں برصغیر پاک و ہند میں حضرت علیؑ کی فاطمی اولاد کو سید اور غیر فاطمی اولاد کو اعوان یا علوی کہا جاتا ہے سب سے پہلے اعوان کا خطاب حضرت علیؑ کی اس اولاد کو ملا جنہوں نے کربلا میں سید الشہدا حضرت امام حسینؑ کی سب سے زیادہ جانی، مالی اور اخلاقی اعانت کی۔

شہادت حسین کے بعد حضرت علیؑ کی غیر فاطمی اولاد نے سادات کا بھرپور ساتھ دیا اور ان کے محافظ بن کر ان کے ساتھ رہے۔ چنانچہ سادات کی اعانت کی وجہ سے اعوان کا لفظ علویوں کے لئے مخصوص ہو گیا لیکن وقت اور حالات کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اپنے آپ کو اعوان کے جائے علوی، محمدی، جنئی یا عمری کہلاتے رہے برصغیر میں انگریزی دور کے کاغذات مال میں بعض مقامات پر اعوان اور کہیں آوان لکھ دیا گیا اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے لیکن ایک بات بلاشبک و شبہ کسی جا سکتی ہے کہ اعوان اور آوان ایک ہی لفظ ہے آوان کے املا غلط ہیں اس کی صحیح املا اعوان ہے۔

ملک شیر محمد کالاباغ تاریخ الاعوان میں لکھتے ہیں کہ مال کے کاغذات میں عام طور پر لفظ اعوان کو آوان لکھا گیا ہے جو سراسر غلط ہے شروع شروع میں اعوانوں کا ہندوستان میں آنے پر یہاں کے باشندوں نے محض صوتی مناسبت سے آوان کہا ہو گا

کیونکہ ہندی زبان میں ع کو کوئی حرف نہیں غلط العام لفظ کثرت کے ساتھ استعمال کی وجہ سے جائز و گوارہ معلوم ہونے لگا جو کاغذات مال میں آوان درج ہو گیا۔

محمد خواص خان نے تحقیق الاعوان میں لفظ اعوان یا آوان کی تحقیق کے تحت سیر حاصل بحث کی ہے موصوف باب الاعوان کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہری کرشن رائے کول نے رپورٹ مردم شماری میں اعوانوں کو ہندی اصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ کہتا ہے کہ ع سے کتامت اعوان غلط ہے اصل میں سنسکرت کا خالص لفظ ”آوان“ ہے جس کے معنی محافظ کے ہیں بیرونی ملکوں سے مدافعت کے باعث ہندوؤں کے عہد میں آوان کہلانے لگے اور مسلمانوں کے عہد میں قطب شاہ کی تبلیغ کی وجہ سے اسلام لائے اور قطب شاہی آوان کہلائے۔ اسی طرح پروفیسر گلشن رائے بھی پنجاب کے اعوان قبائل کو آوان کہتا ہے۔ اس لئے کہ صفات و خصائل کی بنا پر پرانے ہندوستانی جنگجو لوگوں کی طرح ہیں اور آوان کا لفظ آوان یا آوان سے مشتق ہے اونتی کے راجہ کا نام آوان تھا جو مالوہ کے شمال میں حکومت کرتا تھا پس آوان ان سے ہیں

باب الاعوان کے مطابق بعض اہل تاریخ و نسب لفظ ”اعوان“ لکھتے ہیں اور بعض ”آوان“۔ آئین اکبری مؤلف شیخ ابو الفضل میں تحصیل تلہ گنگ کو آوان محل اور لدھیانہ کے مالکان اراضی اعوان کے جائے آوان (راجپوت) لکھے گئے ہیں۔ آئین اکبری سے پہلے لودھیوں کے زمانہ میں مؤلف تاریخ لدھیانہ آوان کا آباد ہونا ثابت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوہستان نمک کو قدیم سے آوان کاری لکھا جاتا رہا ہے۔

تذکرۃ الاعوان از ملک شیر محمد خان کالاباغ کے مطابق انگریزوں نے جب مدوہست کی تشکیل کی تو اعوان قوم نے اپنا صحیح شجرہ پیش کرنے میں دلچسپی نہ لی اس لئے مہتممان مدوہست کے ذریعے متحدہ پنجاب کے اضلاع میں جو گزٹ مرتب ہوئے ان میں اعوان قوم کے متعلق قیاس آرائیوں سے کام لیا گیا۔ چنانچہ اس قوم کے متعلق متضاد نظریات سامنے آئے۔

۱۸۸ کی مردم شماری کے دو ناموں مسٹر تھامسن اور مسٹر ولسن کا خیال ہے کہ اعران ہندی الاصل اور جاٹ قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور برانڈر تھ اعرانوں کو یونانی النسل قرار دیتا ہے اس کا خیال ہے کہ اعران پہلے بلخ اور اس کے مضافات میں آباد تھے اور باختری قبائل سے تعلق رکھتے تھے جب تاتاریوں نے اس علاقہ پر حملے شروع کیے تو وہ ہرات میں آگئے اور وہاں سے پنجاب میں داخل ہو کر جنجوزوں کو بے دخل کر کے ان کی زمینوں پر قابض ہو گئے۔ ۱۔

جنرل کھنم رنچھور ہے کہ جنجوعے اور اعران ایک ہی نسل سے ہیں کیونکہ ترک بامری کے مطابق جو دور جنجوعہ اقوام کو ہستان نمک کی وادی میں آباد تھے اور ان کے سردار ملک کھلاتے تھے جنرل کھنم اپنے نظریہ کی تائید میں پور تھلہ کے اعرانوں کی روایت پیش کرتا ہے کہ وہ پہلے کوہستان نمک میں آباد تھے اور بامری کے ہمراہ اس طرف چلے گئے۔ ۲۔

لیپل گرین بھی اعرانوں کو ہندی الاصل کہتا ہے ایک نظریہ یہ ہے کہ اعران ایرانی النسل ہیں اور دوسرے نظریے کے مطابق اعران افغان النسل ہیں جو پٹانوں کے عہد حکومت میں کوہستان کی زرخیز وادیوں پر قابض ہو کر آباد ہو گئے۔ ۳۔

خواص خان ان تمام حوالوں کو مسترد کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”میں بدلائل کہتا ہوں کہ اعران حضرت علیؑ کی ان بیویوں سے مختص ہو گئے ہیں جو سوائے حضرت فاطمہ الزہراءؑ کے تھیں خواہ حضرت کے چچے محمد بن حنفیہ سے ہوں یا دوسرے بیویوں امام عباسؑ یا عمر الاطراف سے ہوں خواہ پاکستان میں ہوں یا ہندوستان میں یا کسی عرب و عجم کے ملکوں میں ہوں عربی النسل ہیں۔ پاک و ہند میں وہ اعران کہلاتے ہیں اور بعض علوی“

خواص خان مزید لکھتے ہیں کہ پاک و ہند میں متعدد گاؤں و مقامات اعران نام کے ہیں۔ ۱۹۶۵ میں ہندوستانی فوجوں نے سب سے پہلے اعران نامی گاؤں واقعہ گجرات

پر حملہ کیا تھا۔ ڈھائے والا اعران نامی گاؤں امرتسر سے اٹھارہ میل دور پاکستان کی سرحد پر واقع ہے جہاں کے باشندوں نے ۱۹۶۵ میں بھارتی فوجوں کی پسپائی میں بڑی اداری کا ثبوت دیا تھا۔ اسی طرح کلیام اعران، اعران پٹی، ڈھوک اعران، کیری اعران، اعران آباد، سر اعران اور اعران کاری وغیرہ اعران نام کی مماثلت سے پہچانے جاتے ہیں۔

انگریز اور ہندو مؤرخین تھامسن، ولسن، گرین، رپورٹی کھنم، ہری کشن کول کلشن رائے وغیرہ سب ہی اعرانوں کو کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر محض مفروضوں کی بنیاد پر ہندی الاصل ثابت کرنے میں کوشاں ہیں اس کی وجوہات میں سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے حاصل کی تھی اس لئے مسلمان فطری طور پر انگریزوں سے نفرت کرتے تھے جبکہ ہندو انگریزوں سے تعاون کرتے تھے اسلام جس کی ابتدا سرزمین عرب سے ہوئی کی عظمت، حقانیت اور سنہرے اصولوں سے وہ خائف تھے اس لئے غیر شعوری طور پر وہ عربی النسل مسلمانوں کو دیگر قوموں کے ساتھ جوڑنے میں تسکین پاتے ہیں۔ علاوہ ازیں انگریز اور متحدہ قومیت کے پرچار کرنے والے ہندو مسلمانوں کو برصغیر کی متحدہ قومیت میں جذب کرنے کی شدید خواہش رکھتے تھے یہ دونوں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو مٹانے کے درپے تھے ان دونوں قوموں کو مسلمانوں کے واضح تشخص میں پاکستان کا عکس نظر آ رہا تھا۔

برصغیر کی تقسیم کے تصور سے وہ لرز جاتے تھے یہی وجہ ہے کہ انگریز اور ہندو مؤرخین اعرانوں کو ہندی الاصل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہے۔

جملہ مسلمان مؤرخ دستاویزی ثبوت کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ اعران عرب النسل ہیں اور عون قطب شاہ کی اولاد ہیں حضرت علیؑ کے فرزند محمد بن حنفیہ کی بارہویں پشت میں عون قطب شاہ تھے۔ جن کی اولاد قطب شاہی اعران کہلاتی ہے اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جب انگریزوں نے ۱۸۴۹ء میں پنجاب اور سرحد پر مکمل

قبضہ کر لیا تو نمک کی کانیں جو اعوانوں کے قبضہ میں تھیں خود سنبھال لیں۔ اور مدد و ہمت اراضی کے انعقاد کے ساتھ ساتھ پنجاب اور سرحد کے قبائل کے متعلق کتابیں لکھیں گزینر شائع کئے اور مردم شماری کی رپورٹیں مرتب کیں تو اعوان قوم افراتفری کا شکار تھی۔ سکھوں کے ساتھ لڑائیوں میں وہ کافی کمزور ہو چکے تھے خصوصاً خاندان غزنوی کے زوال کے ساتھ اعوانوں پر بھی زوال کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ ان کی مرکزیت بھی متاثر تھی اندر ایں حالات اعوان اپنے صحیح حالات و روایات حکام مدد و ہمت تک پہنچانے میں ناکام رہے۔ حکام مدد و ہمت نے تحقیق و تجسس سے کام لینے کے بجائے غیر معتبر ذرائع سے جو کچھ سنا وہ اپنی رپورٹوں میں درج کر دیا البتہ ایک بات پر اتفاق ہوا کہ اعوان عون قطب شاہ غزنوی کی اولاد ہیں اور یہی انہوں نے اپنی کتابوں میں بھی لکھا۔

تاریخ اقوام ہزارہ کے مؤلف ڈاکٹر شیر بہادر پٹی نے قاضی محمد عثمان بانڈھی ڈھوڑاں کے حوالے سے اعوان نہیں بلکہ آوان لکھا ہے۔ موصوف کا خیال ہے کہ اعوان سامی النسل ہیں جن کی اولاد ۲۵۰۰ ق م میں عراق میں آباد ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کا قبیلہ آوان تھا۔ ضحاک اور نمرود بھی آوان تھے اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو عرب کے قریش جو حضرت ابراہیم کے اولاد ہیں بھی آوان تھے۔ قریش کا ممتاز قبیلہ بنی ہاشم جس سے حضرت علیؑ اعوانوں کے مورث اعلیٰ ہیں "آوان" ہیں۔

ڈاکٹر پٹی تاریخ ہزارہ مرتبہ معتمد مدد و ہمت ہزارہ کے حوالے سے تسلیم کرتے ہیں کہ ضلع جہلم کا مغربی حصہ اعوان قوم کے قبضہ میں ہے جو مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہوئے ازھائی سو سال پہلے ہرات سے یہاں وارد ہوئے اور قدیم مالکان جنجوہ قوم کے راجگان کو نکال کر خود قابض ہو گئے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ اس قوم کی آبادی ہزارہ میں مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے اہلن کی کتاب تاریخ اقوام پنجاب و سرحد (Casts and tribes of Pujab & NWFP) کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ اعوان

سلسلہ کوہ نمک میں پائے جاتے ہیں اور یہاں سے مشرق و مغرب اور جنوب کی جانب اور شمال میں کوہ سلیمان اور کوہ سفید کے دامن تک پھیلے ہوئے ہیں لیکن یہاں بھی وہ اعوان کے بجائے آوان لکھتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ آوان نہیں بلکہ اعوان لکھنا صحیح اور درست ہے اور یہی حوالوں کی جملہ کتابوں میں موجود ہے۔

ڈاکٹر پٹی بابا سجاد کو بھی آوان کہتے ہیں اور ان کا چار سو سال قبل مانسرہ سے کھر کوٹ جانا مانتے ہیں۔ بابا سجاد مشہور ولی اللہ جو مزل علی کلگان بن عون قطب شاہ کی اولاد سے ہیں ان کا خاندان تقریباً پانچ سو سال قبل سون سیکسر سے ہزارہ نقل ہوا۔ اس لحاظ سے ڈاکٹر پٹی کے نظریہ کے مطابق اعوانوں کا ازھائی سو سال قبل ہرات سے جہلم کے مغرب میں وارد ہونا صحیح نہیں ہے اعوان اس سے بہت پہلے اس علاقہ میں آئے تھے اور یہاں بھی وہ آوان نہیں بلکہ اعوان کہلاتے تھے۔

فضلداد عارف اعوان کا کوٹی نے آوان اور اعوان کے متعلق بالکل مختلف توہمہ پیش کی ہے۔ اپنے پمفلٹ آوان القاری مطبوعہ اعوان پر جنگ پریس گرین وڈ سٹریٹ سیال کوٹ جو جولائی ۱۹۷۱ء میں شائع ہوا میں آوان القاری کے زیر عنوان لکھتے ہیں کہ :-

"سر زمین پنجاب کے شمال مغربی اضلاع پر مشتمل علاقہ آوان القاری کو آوان محل اور ہونوں کے وطن نام سے متعارف کرانا تو صحیح ہو سکتا ہے لیکن اسے اعوان کاری یا اعوان محل کہلانا حقائق پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے اعوان اور آوان دو مختلف عربی النسل قبائل بنی خزیمہ بن ملاکہ بن الیاس بن مضر نزار بن معد بن عدنان میں سے ہیں اور یہ عدنان آل اسمعیل بن ابراہیم میں سے تھے۔

سادات علوی الا اعوان بن کنانہ بن خزیمہ بن ملاکہ العدنانی میں سے اور بنی ہون یا حون بن خزیمہ بن مدرکہ العدنانی میں سے آوان ہیں جب کہ آل قارہ ابن حکم بن غالب بن عائذہ بن یحییٰ بن سلیم بن حون بن خزیمہ مذکور کی اولاد "آوان القاری" لقب

سے ملقب ہوئی۔ اور ان لوگوں سے منسوب ”قارہ“ نامی پہاڑی اور علاقہ بھی جزیرۃ العرب میں بتائے جاتے ہیں۔“

یہ عبارت الجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے حوالہ کی کتب کے مطالعہ کے بغیر فضلہ اد عارف صاحب کے نظریہ کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ ایک بات طے ہے کہ اعوان کے جائے کئی وجوہات کی بنا پر بعض جگہ آوان لکھا گیا ہے جو عون قطب شاہ غزنوی کی اولاد سے ہیں۔

ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ عربی النسل ہونے کے ناطے اعوانوں کے نسب ناموں میں خالص عربی نام موجود نہیں بلکہ ہندوستانی نام بھی لکھے گئے ہیں جو کہ مہمل ، بے معنی اور مجہول قسم کے ہیں جن سے ان کا عربی النسل ہونا مشکوک ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ متفقہ تسلیم شدہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ عون قطب شاہ اور اس کی اولاد برصغیر میں قدم رکھتے ہی مقامی آبادی میں گھل مل گئے۔ انہوں نے مقامی نو مسلم راجاؤں اور سرداروں کی دختران سے شادیاں بھی کیں۔ لہذا ان کا مقامی تہذیب سے متاثر ہونا قدرتی امر ہے۔ ہندوستانی نژاد بیویوں کی اولادیں بھی ان کے قومی ناموں سے مشہور ہوئیں جیسے کھوکھر اعوان ، چوہان اور راجپوت اعوان وغیرہ۔ لہذا اس نقطہ نظر میں کوئی وزن نہیں۔

گذشتہ ایک ہزار سالوں میں ہزاروں کتب، رسالہ جات اور نسب ناموں میں اعوان قوم کے حوالہ سے لفظ اعوان ہی لکھا جا رہا ہے بعض مقامی غیر اعوان، غیر مسلم اور بعض غیر ملکی لوگ محض قیاس آرائیوں کے سہارے اعوان کو آوان یا ہندی الاصل کہتے ہیں جو کسی طرح بھی درست نہیں۔ جملہ تاریخی حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اعوان ہندی نہیں بلکہ عربی النسل ہیں اور شیر خدا حضرت علیؑ کی اولاد سے ہیں۔ بعض اعوان خاندانوں کے پاس پشت در پشت سے شجرہ ہائے نسب محفوظ ہیں جو سب کے سب اعوان ہی کہلائے ہیں۔ ان جملہ دلائل پر نظر ڈالنے سے ثابت ہے کہ ملک شیر محمد

کالا باغ کی دلیل معتبر، صحیح اور درست ہے اس لئے اعوان قوم کے حوالہ سے لفظ آوان مہمل اور بے معنی ہے۔

اعوان قطب شاہی

علویوں کو اعوان کا خطاب دینے یا کہلانے کے متعلق متعدد اقوال بیان ہوئے ہیں اول یہ کہ شہادت حسینؑ کے بعد حضرت علیؑ کی غیر فاطمی اولاد نے سادات کا بھر پور ساتھ دیا اور ان کے محافظ بن کر ان کے ساتھ رہے۔ چنانچہ سادات کی وجہ سے اعوان (مددگار) کا لفظ علویوں کیلئے مخصوص ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ہرات کا مسند نشین شاہ حسین علوی اور اس کا بیٹا امان شاہ سادات بنی فاطمہ کی بہت مدد و اعانت کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی اولاد کا لقب اعوان ہو گیا۔ تیسرا قول جو اعوان قوم کی شناخت کا باعث بنا یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں کفر و شرک کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ غزنی میں سلطان محمود کا پرچم شان و شوکت کے ساتھ لہرا رہا تھا۔ یہ اسے کا زمانہ تھا سلطان محمود نے کفر و شرک کے استحصال کیلئے ہندوستان پر لشکر کشی

کا اعلان کیا تو مجاہدین و فود شوق سے علم جماد کے نیچے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ میر قطب شاہ بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ سلطان محمود کی اعانت کو پہنچے۔ سلطان نے پوچھا: کبھی قطب شاہ کیسے آمد ہوئی۔ میر قطب شاہ نے عرض کیا سلطان ذی جاہ! آپ نے کفر و شرک کو صفحہ دہر سے مٹانے اور پرچم اسلام بلند کرنے کا عزم صمیم کیا ہے۔ خدا قادر و قیوم آپ کو کامیابی عطا فرمائے مددہ اپنے لشکر سمیت اس لئے حاضر ہوا ہے کہ آپ ہمیں بھی جماد میں شرکت کی اجازت بخشیں۔ سلطان نے کہا۔ مرحبا! قطب شاہ تم پر خدا کی سلامتی ہو۔ جس طرح اہل مدینہ نے حضور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کا ساتھ دیکر انصار کا خطاب پایا اسی طرح آپ لوگ میری اعانت کیلئے سر بھت ہیں اس لئے میں آپ کو ”اعوان“ کا خطاب دیتا ہوں۔ ۱۔

سلطان محمود کے منہ سے نکلا ہوا کلمہ اعوان قوم کی شناخت بن گیا۔ اعوانوں نے سلطان محمود کے ساتھ مختلف جمادوں میں شاندار کارنامے انجام دیئے۔ بالخصوص آخری معرکہ سومنات میں تو اپنی شجاعت کی ان مٹ مثال قائم کر دی۔ جب سلطان ہندوستان میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کے بعد غزنی چلا گیا تو اعوانوں کے کچھ خاندان خصوصاً قطب شاہ کی اولاد پاکستان میں کوہستان نمک کے دامن میں اقامت گزریں ہو گئے۔ اس علاقہ میں یہ خوب پھلے پھولے اور دوسرے قبیلوں سے اقتدار حاصل کیا اور یہاں ہی سے یہ لوگ شمال میں ہزارہ بکھلی سے ہوتے ہوئے کشمیر میں داخل ہوئے جب کہ کچھ اعوان قبائل صوبہ جموں کے ملحق راستوں سے کشمیر میں داخل ہوئے۔ کوہستان نمک کے علاقہ میں ان کا اقتدار مدتوں قائم رہا۔ اب تک اس علاقہ کے تمام اعوان اپنے آپ کو بادشاہوں کی اولاد سمجھتے ہیں اور شاید اسی وجہ سے ”ملک“ یعنی بادشاہ کہلاتے ہیں۔

اعوان کے حسب نسب کا تحقیقی جائزہ

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے نسب الصالحین کا اصل ماخذ مولانا ملک حسام الدین کی کتاب ”نسب الاعوان“ ہے جو سابق ریاست پونچھ (کشمیر) کے جنوب اور جنوب مشرق میں آباد اعوان قبائل کے شجرہ ہائے نسب پر مشتمل ہے اور جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

نسب الاعوان کا مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مصنف نے زوال الاعوان اور باب الاعوان سے استفادہ کیا جو بالترتیب ۱۳۱۵ھ اور ۱۳۱۹ھ میں زبدۃ الحکماء حکیم غلام نبی خان امرتسری ثم لاہوری کی تحریک پر نور الدین سلیمانی قوم پٹھان ساکن کفری خوشاب نے لکھیں اور لاہور سے ہی شائع ہوئیں۔

ملک شیر محمد کالاباغ نے تذکرہ الاعوان میں سن تحریر ۱۹۱۰ء لکھا ہے۔ جبکہ ایک اور حوالہ میں انگریزی سن کے مطابق زوال الاعوان ۱۸۹۸ء اور باب الاعوان ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی ہیں۔ ان کتب کی رو سے اعوان قوم حضرت عباس بن حضرت علی کی اولاد سے ہے۔ نسب الاعوان میں بھی اعوانوں کو حضرت امام عباس کی اولاد میں سے لکھا گیا ہے۔ یہ اس لئے ہوا کہ اس وقت مولوی نور الدین کی تالیفات کے علاوہ حوالہ کی کوئی سند کتاب دستیاب نہیں تھی۔

اعوان قوم کے متعلق عربی، فارسی اور دیگر زبانوں میں درجنوں کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اردو زبان میں تاریخی مواد اکٹھا کرنے میں مولوی حیدر علی حیدر کو اولیت حاصل ہے۔ جنہوں نے تاریخ علوی کے نام سے ایک کتاب شائع کی اس کے بعد زوال الاعوان اور باب الاعوان شائع ہوئیں۔ مولوی حیدر علی کی دوسری کتاب تاریخ حیدری کے نام سے ۱۹۲۲ء میں ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند نے شائع کی جس میں مولوی نور الدین کی دونوں کتابوں پر تنقید کی گئی تھی۔

بعد ازاں ملک شیر محمد کالا باغ نے ایک کتاب موسوم بہ تاریخ الاعوان ۱۹۵۶ء میں شائع کی جس میں مولوی نور الدین اور اس کی دونوں کتابوں پر کھل کر تنقید کی گئی تھی۔ ملک شیر محمد کی تحقیق کی روشنی میں اعوان قوم حضرت علیؑ کے بڑے حضرت محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ثابت ہیں۔ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ملک شیر محمد نے تاریخ الاعوان میں ”سخن ہا گفتی“ کے زیر عنوان ضمن چہارم اور پنجم میں تحریر کیا ہے کہ بغداد سے حضرت غوث الاعظمؒ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنا ایک خلیفہ موسوم بہ عون بن یعلیٰ کو تبلیغ اسلام کیلئے ہندوستان بھیجا جس کو اہل بغداد قطب ہند کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ خلیفہ ممدوح کچھ مدت ہندوستان میں قیام کے بعد معہ اہل عیال واپس بغداد چلے گئے۔ بغداد کی تباہی کے بعد کچھ لوگ ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور تجارت کے ذریعہ نفع کثیر کما کر بغداد کو واپس ہوئے۔ راستہ میں ان کی ملاقات میر قطب حیدر المعروف بہ عون قطب شاہ غزنوی کی اولاد سے ہوئی تو ان تاجروں نے ان لوگوں کو عون بغدادی کی اولاد سمجھا۔ بدیں وجہ بغداد والوں نے اپنے سفر ناموں میں اعوان قوم کو عون بن یعلیٰ قطب ہند کی اولاد سے لکھ دیا۔ ملک شیر محمد اس واقعہ کو عظیم حادثہ قرار دیتے ہیں جس کی وجہ سے اعوان قوم کی تاریخ مسخ ہوئی۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ زیدۃ الحمماء حکیم غلام نبی خان نے اعوان قوم کے تقریباً پچاس نسب نامے جمع کیے جو حکیم امام محمد حنفیہؒ سے ملحق تھے۔ مگر مولوی نور الدین مصنف نے بغدادی مورخین سے متفق ہو کر اپنی تالیفات میں اعوان قوم کو حضرت عباسؑ ابن علیؑ کی اولاد سے لکھ دیا اس طرح بعد میں وقتاً فوقتاً شائع ہونے والے اخبارات، رسائل اور معاملات کا تمام تراجم مولوی نور الدین کی تصنیفات ہی ٹھہریں۔

بعد ازاں ملک شیر محمد کالا باغ جن کا تعلق کالا باغ کے شاہی خاندان سے ہے نے ۱۹۷۱ء میں ایک کتابچہ بعنوان تذکرۃ الاعوان شائع کیا یہ کتاب ماضی کے دہزہ پر دوں میں چھپے ہوئے اعوان قوم کے تاریخی واقعات کو منظر عام پر لانے کے

سلسلہ میں ان کی گراں قدر کاوش بھی انہوں نے شب و روز کی محنت اور عرق ریزی سے جمع کئے ہوئے واقعات تذکرۃ الاعوان میں درج کئے ہیں موصوف لکھتے ہیں کہ ”جب میں نے قوم اعوان کی تاریخ لکھی تو اس وقت مجھے زاد الاعوان اور باب الاعوان کے مصنف نور الدین کے نظریہ سے اختلاف تھا۔ لیکن مجھے مولوی صاحب کی تصنیفی خیانت کا علم نہیں تھا میں نے مولوی صاحب پر اعتبار کرتے ہوئے اپنی تصنیف تاریخ الاعوان میں ایک مقام پر مولوی صاحب کے بیان کردہ ماخذ میں سے ایک کتاب تاریخ میزان قطبی کا اقتباس نقل کر دیا تھا۔ میں نے تاریخ الاعوان میں مولوی نور الدین سے اختلاف اس وجہ سے کیا تھا کہ مولوی صاحب کا نظریہ میرے خاندانی شجرہ جات اور قلمی و تاریخی دستاویزات سے بالکل برعکس تھا۔ میں اپنے خاندانی شجرہ جات کو غلط نہیں سمجھتا تھا۔ کیونکہ ہمارے خاندان کے پاس نسل بعد نسل جو تاریخی مواد چلا آ رہا ہے وہ ہر لحاظ سے مستند تھا اعوانوں کے تمام دوسرے خاندان اپنے شجروں کی صحت ہمارے شجروں کی روشنی میں کرتے چلے آئے ہیں کیونکہ شروع ہی سے قوم کی قیادت کا شرف ہمارے خاندان کو حاصل رہا ہے۔ میں مولوی نور الدین کی تحقیقات کو دیکھ کر حیران ہوا تھا اور سوچتا تھا کہ ایک غیر نسل کے فرد نے یہ نظریہ کیسے قائم کیا ہے جو ہمارے سینکڑوں سالوں کے مستند شجرہ جات و روایات سے مختلف ہے اس پر طرہ یہ کہ مولوی نور الدین نے اپنے نظریہ کی تائید میں ایسی کتابوں کے حوالہ جات درج کئے ہیں جن کا نام بھی قبل ازیں کسی اہل علم نے نہیں سنا۔ چنانچہ میں نے بڑے غور و فکر کے بعد مولوی نور الدین کی تحقیق کے ماخذ خلاصۃ الانساب، میزان قطبی اور میزان ہاشمی کا خود مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ اصل کتابوں کو دیکھ کر کسی نتیجہ پر پہنچ سکوں اس لئے پہلے میں نے اپنے قرب و جوار کے کتب خانوں میں ان کتابوں کو تلاش کیا لیکن دستیاب نہ ہوئیں پھر میں نے برصغیر پاک و ہند کے متعدد اکابر اہل علم سے بذریعہ خط و کتابت ان کتابوں کے بارے میں دریافت کیا لیکن ہر طرف سے یہی جواب موصول ہوا کہ ہم نے

آج تک ان کتابوں کا نام بھی نہیں سنا۔ پھر میں نے پاک و ہند کے مشہور کتب خانوں اور لائبریریوں جن میں کتب خانہ علی گڑھ یونیورسٹی، کتب خانہ سندھ یونیورسٹی کراچی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور، کتب خانہ اسلامیہ کالج پشاور، کتب خانہ مولانا غلام رسول مر لاہور، اور کتب خانہ احسان دانش لاہور سمیت کل ۵۱ کتب خانوں اور لائبریریوں کے ناظموں اور منجروں سے بذریعہ خط کتابت دریافت کیا لیکن ان کتب خانوں سے ان کتابوں کا سراغ نہ ملا۔ موصوف مزید لکھتے ہیں کہ انہوں نے عربی اور فارسی کی بیسیوں مطبوعہ وغیر مطبوعہ فرستوں کو کھنگال ڈالا۔ درجنوں مصنفین کی کتب ہا اور تذکروں کی ورق گردانی کی لیکن خلاصۃ الانساب میزان ہاشمی اور میزان قطبی کا کہیں ذکر نہ ملا۔

ملک شیر محمد آخر میں لکھتے ہیں کہ ایک فاضل دوست کے مشورے پر علم الانساب کے بہت بڑے ماہر اور ملک کے نامور محقق و مورخ حضرت پیر غلام دستگیر نامی کی خدمت میں مقام لاہور محلہ چل میہیاں حاضر ہوا۔ اور ان سے تمام ماجرہ بیان کیا۔ نامی صاحب نے داستان سننے کے بعد فرمایا کہ اچھا ہوا تم میرے ہاں آگئے میں تم کو ان کتابوں کی حقیقت بتاؤں گا اگر تم یہاں نہ آتے تو ان کتابوں کی حقیقت منکشف نہ ہوتی اور تم ساری عمر ان کتابوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے۔ نامی صاحب نے فرمایا کہ ”زاد الاخوان اور باب الاخوان جن صاحب کے زیر اہتمام شائع ہوئی تھیں ان کی اقامت موچھا دروازہ میں تھی انہوں نے اپنی ذاتی پسند کے پیش نظر ان کتابوں میں قوم اعوان کو حضرت محمد بن حنفیہ کے جائے حضرت عباسؓ کی نسل سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جب باب الاخوان شائع ہوئی تو انہوں نے مجھے اس کی ایک جلد بطور تحفہ دی تھی۔ چونکہ تاریخ اقوام اور علم الانساب سے غیر معمولی دلچسپی ہے اس لئے میں نے اس کتاب کا شوق سے مطالعہ کیا اگرچہ میں ایک لٹری آرمی ہوں لیکن باوجود وسعت مطالعہ کے مولوی نور الدین کی اس تصنیف میں حوالہ کی کتابوں کا نام پہلی بار پڑھا۔ مجھے ان

کتابوں کے مطالعے کا اشتیاق پیدا ہوا میں نے ان کتابوں کی تلاش و جستجو میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا یہ کتابیں کہیں سے دستیاب نہ ہوئی آخر ہر طرف سے ناکام ہو کر میں نے باب الاخوان کے مصنف کو براہ راست ان کے گھر کے پتہ کفری تحصیل خوشاب ضلع شاہ پور پر خط لکھا کہ آپ سے ملاقات کا شوق ہے اگر آپ کبھی لاہور تشریف لائیں تو مجھے ازراہ کرم ملاقات سے نوازیں اس کے جواب میں مولوی صاحب نے خط لکھا کہ میں غائبانہ طور پر آپکو جانتا ہوں آپ جیسے علم دوست انسان سے مل کر مجھے مسرت ہو گی میں جب بھی لاہور آؤں گا تو آپ سے ضرور ملوں گا۔ کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب میرے غریب خانے پر تشریف لائے ذرا سی دیر میں گھل مل گئے یوں باغ و بہار انسان تھے میں نے ادھر ادھر کی باتوں کے بعد ان سے کہا کہ آپ نے اپنی تصانیف میں میزان قطبی، میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب کا جو ذکر کیا ہے اس سے مجھے ان کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا ہے آپ ازراہ کرم مجھے بتائیں کہ یہ کہاں سے دستیاب ہیں مولوی صاحب نے میری بات سن کر زور سے قبضہ لگایا اور یہ شعر پڑھنے لگے :-

اے کہ اس سے کتب بہ جہاں معہ طلبی

اک قدر باش کہ عنقا ز سفر باز آئید

مولوی صاحب نے کہا ہم مزدور لوگ ہیں مالک مکان جو نقشہ تجویز کر دے ہم اس کے مطابق مکان تعمیر کر دیں گے جن صاحب نے ہم سے یہ کتاب لکھوائی ہے انہیں حضرت عباسؓ بن علیؓ سے بے پناہ عقیدت ہے ان کی یہ زبردست خواہش تھی کہ ہم قوم اعوان کا شجرہ نسب حضرت محمد بن حنفیہ کے جائے حضرت عباسؓ سے ملا دیں۔ ا۔

چنانچہ ہم نے ان کی خواہش کو پورا کر دیا ہمیں اس سلسلہ میں حوالہ کی کتابوں کے نام اور اقتباسات خود وضع کرنے پڑے قوم اعوان کی مسلمہ تاریخی روایات کو رد کرنا اور ان کی جگہ اپنی طبع زاد روایات کو تسلیم کرنا کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ ہم نے

بڑی محنت کے بعد یہ کام انجام دیا ہے۔ پیر غلام دستگیر نامی صاحب نے مولوی نور الدین کے ان ارشادات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ مولوی نور الدین نے اپنی دنیوی اغراض کی خاطر اعوان قوم کے شجرہ نسب میں تحریف و تلمیض سے کام لے کر اعوان قوم کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ملک شیر نامی صاحب سے یہ سننی خیز انکشافات سن کر محو حیرت ہو گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولوی نور الدین نے ذاتی مفاد کے پیش نظر نظریاتی اختلاف پیدا کر کے قوم اعوان کو نقصان عظیم پہنچایا ہے چونکہ نامی صاحب نے مجھے مولوی نور الدین کی بھول بھلیوں سے نکالنے کیلئے خضر راہ کا کام کیا اس لئے ان کے لیے بے ساختہ میرے دل سے یہ دعا نکلتی ہے۔

مثل ایوان سحر مرقد فردزاں ہو تیرا نور سے معمور یہ خاکی شہستان ہو تیرا ملک شیر محمد مکتوبات مظہر کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ صوفی شاعر حضرت مرزا مظہر جان جانا اپنے ایک مکتب میں لکھتے ہیں کہ ”میں قطب حیدر کی اولاد سے ہوں اور وہ حضرت علی المرغنی کی اولاد سے ہیں ان کی تائید خواص خان نے تحقیق الاعوان کے صفحہ ۳۹۹ پر مرزا مظہر جان جانا کے متعلق درج شدہ مفصل مضمون میں بھی کی ہے اس سے مولوی نور الدین کے اس قول کی نفی ہوتی ہے کہ اعوان عوان بن علی بغدادی کی اولاد سے ہیں۔

تھیں الاعوان کے مصنف خواص خان نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے انہوں نے زاد الاعوان اور باب الاعوان پر تنقیدی تبصرہ کے عنوان سے پورا باب رقم کیا ہے جس میں دلائل اور براہین کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اعوان حضرت عباسؓ بن علی کی اولاد نہیں بلکہ ان کے دوسرے بچے محمد بن الخضر کی اولاد ہیں۔ اپنی طویل بحث جو صفحہ ۱۷۱ سے ۱۹۳ تک پھیلی ہوئی ہے کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”پاک و ہند میں قطب شاہی اعوان اسی ایک میر قطب حیدرؒ معروف بہ قطب شاہ غزنوی کی اولاد میں

سے ہیں جن کا شجرہ نسب حضرت علی بن ابی طالب سے ملتا ہے اور مصنف باب الاعوان اور ان کے جانشین مصنفین نے اسی غزنوی قطب شاہ کو بغدادی سمجھ لیا ہے جن کا شجرہ نسب حضرت عباس علم دار سے ملتا ہے یہ نظر یہ اور نسب نامہ غلط ہے۔“

باب الاعوان کے صفحہ ۷ تا ۱۲ تک ان کتب کی مکمل فہرست درج ہے جن سے اس کتاب کی تالیف، تدوین و ترتیب میں استفادہ کیا گیا جن میں میزان ہاشمی، میزان قطبی اور خلاصۃ الانساب بھی شامل ہیں۔ ان تینوں کتابوں کے حوالہ کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر پتہ ”بزبان عربی، مطبوعہ مصر“ لکھا ہوا ہے جبکہ دیگر جملہ کتب کے مکمل پتہ جات حتیٰ کہ چھاپنے والے پریس کا حوالہ بھی درج ہے۔ فاضل مصنف نے باب الاعوان میں بیس سے زائد مقامات پر میزان ہاشمی، میزان قطبی اور خلاصۃ الانساب کا حوالہ دیا ہے لیکن کہیں بھی صفحہ نمبر درج نہیں کیا جبکہ دیگر کتب کے متعلق حوالہ جات کے ساتھ ساتھ صفحہ کا اندراج بھی موجود ہے اس سے قاری کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر زاد الاعوان اور باب الاعوان کی بنیاد انہی سے کتب پر رکھی گئی تو ان کا ذکر محض سرسری اور سطحی طور پر کیوں کیا گیا۔ اس سے ملک شیر محمد کالاباغ کا یہ نظریہ جس کی تائید خواص خان کے علاوہ دیگر مصنفین نے بھی کی کہ میزان ہاشمی، میزان قطبی اور خلاصۃ الانساب کا حوالہ فرضی اور نمائشی ہے جیسا کہ حق ثابت ہوتا ہے۔

سالار میر قطب حیدر شاہ عون علوی معروف

غازی ملک

سالار میر قطب حیدر شاہ مجاہد المعروف عون قطب شاہ علوی غازی ملک میر عطا اللہ غازی امان شاہ کے دوسرے بیٹے اور قطب شاہی اعموانوں کے مورث اعلیٰ ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی میر ساہو غزنوی افواج کے سالار اعلیٰ اور دولت غزنویہ کے نائب السلطنت تھے آپ سے چھوٹے میر سیف الدین تھے یہ تینوں بھائی اکثر معرکوں میں غزنی سے باہر سر پیکار رہتے تھے۔ غزنوی دور میں شمالی ہندوستان کا بیشتر علاقہ انہی اعموان مجاہدوں کے ہاتھوں فتح ہوا۔ غزنوی حکومت کی یہ خوش نصیبی تھی کہ انہیں علویوں کے آزمودہ کار اور پر جوش مجاہدین کی اعانت حاصل تھی۔ جو پشتوں سے مجاہد اور غازیوں کے نام سے مشہور تھے۔ ان مجاہدوں کی بہادری اور حوصلہ مندی نے محمود غزنوی کو سومات فتح کرنے کا حوصلہ دیا سلطان محمود کو میر سالار عطا اللہ غازی کے تینوں بیٹوں پر بڑا ناز تھا اس لئے کہ تینوں بھائی فوجی مہموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ سلطان کی عدم موجودگی میں بھی شمالی ہندوستان ان مجاہدوں کی سرگرمیوں سے لرزاں تھا۔ شمالی ہندوستان میں لاہور کے راجہ کے ماتحت ۵۲ ہندو راجے حکمرانی کرتے تھے۔ میر عطا اللہ غازی بچہ پیرانہ سالی جب گوشہ نشین ہوئے تو سید قطب حیدر شاہ غزنی میں ہی رو کر اپنے بوڑھے باپ کی خدمت میں مصروف رہنے لگے اور مقامی طور پر فوجی خدمات بھی انجام دیتے تھے جب کہ میر ساہو سالار اور ان کے چھوٹے بھائی سیف الدین غزنی سے باہر فوجی سرگرمیوں میں مصروف رہتے۔ جب دار الخلافہ غزنی میں ہندوستان کے اندر جہاد کرنے کا طبل جنگ جوایا گیا تو مجاہدوں اور غازیوں کے اس شہر سے لوگ جوق در جوق شریک جہاد ہونے کیلئے روانہ ہونے لگے۔

میر قطب شاہ نے سلطان کی اجازت سے اپنے لشکر لیکر دریائے سندھ کو

عبور کیا اور سر زمین پونھوار میں اپنی سرگرمیاں شروع کیں۔ ہندو راجاؤں کو پہ در پہ شکستیں ہوئیں جو تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے وادی سون سیکسر کے راجاؤں ہارو اور کارو سے لڑائی ہوئی جو شکست کھا کر تابع فرمان ہوئے۔ سون سیکسر کے لوگ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔

راجہ پر تھوری راج کپور چوہان نے شکست کے بعد اسلام قبول کر لیا اور اپنی دختر میر قطب شاہ کے نکاح میں دیدی۔ اس بیوی کی اولاد چہان یا چوہان اعموان کہلاتی ہے۔ ڈھنکوٹ (کالاباغ) کا راجہ کلک شکست کھا کر اپنی رعیت سمیت مسلمان ہوا اور اپنی بیٹی میر قطب شاہ کو میاہ دی۔ اس بیوی کی اولاد کھیلے، کلیار اور کلو کے اعموان مشہور ہیں۔

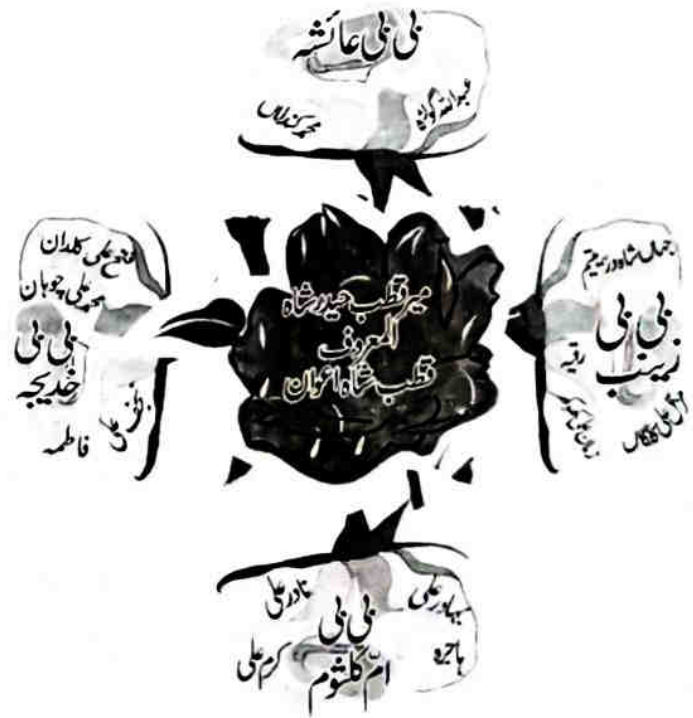
شمالی ہندوستان میں صوبہ لاہور اور پونھوار کا علاقہ جو سون سیکسر کی پہاڑیوں سے مری تک پھیلا ہوا ہے۔ میر قطب شاہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ تحقیق الا اعموان کے مطابق ۱۲۱۲ھ تک شمالی ہندوستان مکمل طور پر فتح ہو کر سلطنت غزنویہ میں شامل ہو چکا تھا۔ ان فتوحات کے مکمل ہونے کے بعد میر قطب شاہ سلطان کی مکرر اجازت سے اپنے ہمراہیوں سمیت اطمینان سے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں مصروف ہو گئے۔ ان کی دینداری، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، علم دوستی اور مشفقانہ رویہ کی وجہ سے لاکھوں مشرکین نور اسلام سے منور ہوئے اور یوں امت پرستوں کی اس سر زمین پر توحید و رسالت کا بول بالا ہوا۔ حضرت میر عطا اللہ شاہ غازی کے بیٹوں میں سب سے زیادہ عمر اور شہرت انہی کو حاصل ہوئی آپ کی تربیت ایسے خطوط پر ہوئی کہ آپ ایک عظیم جرنیل، کامیاب فاتح اور ولی کامل ثابت ہوئے۔ چوہدری محمد افضل کے ہیرو وارث شاہ کی شرح میں بیان کردہ بائیس قطبوں میں میر قطب شاہ بھی شامل ہیں۔

شریف التاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت قطب شاہ غوث عالم اور قطب اقطاب تھے۔ ہزاروں غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تاریخ کوستان کے

مطابق قطب شاہ کی نگاہوں میں وہ تاثیر بھی کہ غیر مسلم آپ کو دیکھتے ہی اسلام کرنے کیلئے بے چین ہو جاتے تھے۔

ہندو راجاؤں پر فتح پانے کے بعد مختلف راجاؤں کے تین بیٹیاں یکے بعد دیگرے میر قطب شاہ کے نکاح میں آئیں۔ جن میں سے کثیر اولاد ہوئی۔ بی بی عائشہ بعد ازاں ثم ہراتن تھیں جو حضرت کے ہمراہ ہندوستان آئی تھی۔ میر قطب شاہ کی ازواج و اولاد کا نقشہ اس طرح ہے۔

نقشہ ازواج و اولاد میر قطب حیدر شاہ المعروف قطب شاہ اعوان



۱۔ بی بی عائشہ ہراتن بعد ازاں تھیں۔ ہرات سے قطب شاہ کے ہمراہ تھیں۔ سید ابو احمد عبد اللہ گولڑہ اور محمد کنڈلاں ان کے دو بیٹے تھے۔

۲۔ بی بی زینب ہندوستانی کھوکھر راجہ کی بیٹی تھیں ماں کی نسبت سے اولاد کھوکھر اعوان کہلاتی ہے۔ زمان علی کھوکھر، جہاں شاہ ذر بیتم اور مزمل علی گلخان ان کے تین بیٹے اور ایک بیٹی رقیہ نام کی تھیں۔

۳۔ بی بی خدیجہ چوہان خاندان کے رئیس کی بیٹی تھیں۔ فتح علی گلخان، محمد علی چوہان اور نجف علی تین بیٹے تھے ایک بیٹی فاطمہ نام کی تھیں۔

۴۔ بی بی ام کلثوم راجپوت نسل کے راجہ طلحہ کی بیٹی تھیں ان کے تین بیٹے کرم علی، بہادر علی، نادر علی اور بیٹی کا نام حاجرہ تھا۔

تینوں ہندوستانی ازواج مختلف فتوحات کے بعد حضرت کے نکاح میں آئیں۔ میر قطب شاہ کی موت کے بعد بھی ان کے بیٹوں نے تبلیغی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ آخر عمر میں قطب شاہ کچھ عرصہ کیلئے آنگہ واقعہ ضلع خوشاب میں مقیم رہے۔ اور پنجاب کے مفتوحہ علاقے اپنی اولاد میں تقسیم کر دیئے۔ بعد ازاں اپنے دو بیٹوں کے ہمراہ دارالسلطنت غزنی چلے گئے۔

تاریخ الاعوان کے مطابق آپ نے درماہ رمضان المبارک ۱۰۳۱ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۱۰۳۹ء جمعہ کی شب وفات پائی۔ اپنی وصیت میں انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت تین مرتبہ تلاوت فرمائی۔ و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً جب آپ کی روح نفس عنصری سے پرواز کر رہی تھی تو آپ کی زبان پر کلمہ شہادت رواں تھا۔ آپ کا مزار غزنی میں ہے۔

ابو احمد عبد اللہ گولڑہ

حضرت عون قطب شاہ کی ازدواج کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ حضرت کے گیارہ بیٹوں میں عبد اللہ گولڑہ سب سے بڑا تھا۔ آپ ہر اتن علی بنی عائشہ کے بطن سے تھے آپ کو گوہر علی گورڑہ اور گوہر شاہ بھی کہتے تھے۔ گولڑہ کی وجہ تسمیہ میں ایک قول یہ ہے کہ آپ گورے رنگ کے تھے اس لئے آپ کو گورڑہ کہا جانے لگا۔ عبد اللہ گورڑہ نے ہندوؤں سے متعدد لڑائیاں لڑی ہیں اس لئے اہل ہند اظہار نفرت کے طور پر آپ کو گورڑہ کہہ کر پکارتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اردو زبان کو ترقی نصیب ہوئی تو لفظ گورڑہ ترقی یافتہ صورت میں گولڑہ مشہور ہو گیا۔ اب گولڑہ ہی مستعمل ہے۔

پنجاب میں گولڑہ نام کے کئی مقامات ہیں راولپنڈی کے نزدیک گولڑہ شریف ایک مشہور قصبہ ہے جہاں موجودہ زمانے کے مشہور ولی اللہ پیر مر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا مزار ہر خاص و عام کیلئے چشمہ خیر و برکت ہے۔ حضرت عبد اللہ گولڑہ نے کچھ مدت اس مقام پر قیام فرمایا۔ یہاں گولڑہ اعوانوں کی کثیر آبادی ہے۔ یہاں ہی سے گولڑہ نسل کے لوگ شمال کی جانب ہزارہ میں جا کر آباد ہوئے۔ حضرت پیر مر علی شاہ کے مزار سے صرف دو میل کے فاصلہ پر گولڑہ نام کا ریلوے سٹیشن بھی ہے۔ تاریخی حوالوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اعوانوں کی کثیر تعداد براستہ مکھلی داخلی ہزارہ کشمیر میں وارد ہوئی اس لئے قیاس غالب ہے کہ گولڑہ شریف سے چلنے والے گولڑہ اعوانوں میں سے بھی کچھ لوگ کشمیر پہنچے ہوں گے۔

کہتے ہیں کہ قصبہ گولڑہ کو پہلے پہل شہاب الدین گولڑہ نے آباد کیا تھا شہاب الدین گولڑہ تقریباً چھ سو سال قبل علاقہ سون سیکس سے برائے شکار و تفریح اس علاقہ میں آئے تھے آب و ہوا کی موزونیت سے اس جگہ کو پسند فرمایا اور یہیں آباد ہو گئے۔ آگے چل کر ان کی اولاد حسان، اتیال فتوال، عنایت خوانی اور رستم خوانی وغیرہ

مشہور ہوئے۔ ہندوہست اراضی ۱۸۶۱ء میں انہیں گاؤں شہاب الدین کی اولاد کی ملکیت میں تھے۔

گولڑہ نام کا ایک قصبہ سون سیکس میں بھی ہے جو سون سیکس خوشاب روڈ پر واقعہ قصبہ کنڈ سے متصل ایک بلند پہاڑی پر واقعہ ہے۔ یہاں اعوانوں نے پتھروں کا ایک بڑا ڈھیر جمع کر رکھا ہے جس کے متعلق تین روایتیں بیان ہوئیں ہیں۔ اول یہ کہ یہ مقام بابا گولڑہ کی گذرگاہ تھی لہذا بطور یادگار پتھروں کا ڈھیر قائم کر دیا گیا۔ دوم یہ کہ اس مقام پر عبد اللہ گولڑہ نے اہل ہندو سے جنگ لڑی تھی۔ اور سوم یہ کہ اس مقام پر بابا گولڑہ کی چارپائی رکھی گئی تھی۔ جو یہاں سے بغداد روانہ کی گئی۔ چارپائی کے متعلق مزید معلومات دستیاب نہیں۔ ممکن ہے یہ حضرت کی کوئی خاص چارپائی ہوئی ہوگی یا ان کا جسد خاکی مراد ہو۔

تحقیق الاعوان میں محمد افضل اعوان باغانوالہ جہلم کے حوالہ سے درج ہے کہ عبد اللہ گولڑہ سون سیکس سے بمقام لاڈوانہ شیخوپورہ میں منتقل ہوئے۔ اپنے اہل عیال کو یہاں چھوڑ کر لاہور کی جانب روانہ ہوئے۔ ۵۸۰ھ میں مقام علوین پر کافروں سے لڑائی کے دوران شہادت پائی اور وہاں ہی خانقاہ علوین میں دفن ہوئے آپ کے مدفن کی وجہ سے اس قبرستان کا نام قبۃ الشہداء مشہور ہوا۔

۳۳۱ سال بعد ۱۵۱۱ء میں ڈوگر قوم کے ایک بزرگ ولی نعمت اللہ نامی المشہور حاجی دیوان علی کی تربت قبۃ الشہداء میں بنی تو اس مقام کا نام خانقاہ ڈوگر اس رکھا گیا جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ گولڑہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد آپ کی اولاد نے تابوت مبارک کو وہاں سے نکال کر سون سیکس میں ایک پہاڑی پر سڑک کے کنارے دفن کر دیا اس مقام پر آپ کے خاندان کے لوگوں نے پتھروں کا ایک ڈھیر جمع کر رکھا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس علاقہ میں عبد اللہ گولڑہ کی اولاد کثرت سے آباد ہے۔ اس واقعہ کے ۱۳ ماہ بعد آپ کے بھائی محمد کنڈلاں اور ان کے ہمراہی آپ کا

تاوت نکال کر بغداد لے گئے اور سید عبدالقادر جیلانی کے مقبرہ کے قریب دفن کر دیا لیکن ایک دوسری روایت کے مطابق بابا عبداللہ گوڑہ کا آخری عمر میں اپنے کچھ بیٹوں کے ہمراہ بغداد جانا تسلیم کیا گیا ہے۔

عبداللہ گوڑہ کو سون سیکس کا علاقہ حصہ میں ملا تھا اس لئے ان کی زیادہ تر اولاد یہاں ہی آباد ہوئی۔ اسی علاقہ سے گوڑے اعموان دوسرے علاقوں میں منتقل ہوئے۔ سون سیکس پہاڑی علاقہ ہے جہاں پچاس ساٹھ گاؤں خالص اعموانوں کے ہیں۔ عبداللہ گوڑہ کی اولاد راولپنڈی، جہلم، چکوال، خوشاب، جھنگ، ملتان، مظفر گڑھ، میانوالی، انک، مانسہرہ، ایبٹ آباد، ہری پور اور آزاد کشمیر کے تمام اضلاع مظفر آباد، باغ، پونچھ، پلندری، کوٹلی، میر پور اور بھمبھر میں آباد ہے۔ اس کے علاوہ مقبوضہ پونچھ کے ضلع باراموٹا اور مقبوضہ پونچھ کی تحصیل مہنڈر اور حویلی میں کثیر آبادی موجود ہے۔ صوبہ جموں مقبوضہ کشمیر کے علاقوں نوشہرہ، اکھنور، کشوہ، بدھل اور دیگر قصبات سے ۱۹۴۷ء میں ہزاروں اعموان قبائل مہاجر ہو کر آزاد کشمیر میں داخل ہوئے۔ ان قبائل کی بڑی تعداد تحصیل بھمبھر کے علاقہ برنالہ، امہدیالہ سماہنی اور حد متارک جنگ کے ساتھ ساتھ نالی پتی وغیرہ میں آباد ہیں۔

تحقیق الاعموان کے مطابق عبداللہ گوڑہ نے دو شادیاں کیں ہیں مریم بنت عقیل کے بطن سے ایک بیٹا عالم دین ہوا جو سب سے بڑا تھا عالم دین کی اولاد برصغیر میں موجود نہیں۔ دوسری بیوی سائرہ بنت ابراہیم سے احمد علی زمان علی اور غلام علی ہوئے لیکن محبت حسین کے مطابق بابا گوڑہ نے تیسری شادی بھی کی جو کھوکھر خاندان کی لڑکی فاطمہ سے ہوئی۔ جس کے بطن سے پانچ فرزند محمد، احمد، علی، عمر اور زید ہوئے۔ عبداللہ گوڑہ کے دوسرے بیٹے احمد علی کی اولاد کثیر تعداد میں پھیلی ہے۔ آزاد کشمیر میں زیادہ تر ان ہی کی اولاد موجود ہے۔

محمد کندلاں

میر قطب شاہ کا دوسرا بیٹا محمد کندلاں تھا۔ عبداللہ گوڑہ اور محمد کندلاں حقیقی بھائی بی بی عائشہ ہراتن کے بطن سے تھے بعض شجرہ نویسوں نے محمد کندلاں کا نام گلشاہ، محمد شاہ اور گل محمد بھی لکھا ہے۔ بعد میں یہ کندلاں سے کنڈاں مشہور ہوئے آپ کے نام کا چک کنداں کوہستان نمک میں ایک مشہور مقام ہے۔ قصبہ بھدرائ جو چکوال خوشاب شاہراہ پر ایک مشہور مقام ہے آپ کے پوتے بدیع شاہ نے آباد کیا تھا بدیع شاہ کے دو بیٹے تھے ایک فروز جس کی اولاد متال اور دوسرا مالک خان جس کی اولاد ملکال کہلاتی ہے۔ بدیع شاہ کے والد کا نام سکن تھا۔ اس کے علاوہ کندلانی، کندوال، گل شاہی، برتھ یاد تھا اور سکوال بھی محمد کندلاں کی اولاد سے ہیں۔ گل شاہی اعموان زیادہ تر جالندھر (بھارت) میں آباد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جالندھر میں ایک علاقہ اعموان کاری کے نام سے مشہور ہے جہاں اعموان کثیر تعداد میں آباد ہیں۔

قطب شاہ کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں نے تبلیغ اسلام کا کام جاری رکھا۔ خصوصاً عبداللہ گوڑہ اور محمد کندلاں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ سر زمین پونٹھوار کے لوگ میر قطب شاہ اور ان کے بیٹوں کی مساعی جلیلہ بامت تبلیغ اسلام اور مجاہدانہ کارناموں کو کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔

مزل علی کلگاں

میر قطب حیدر شاہ کی ہراتن بی بی عائشہ کے دو بیٹوں عبداللہ گوڑہ اور محمد کندلاں کا ذکر ہو چکا ہے اب بی بی زینب جو کھوکھر راجہ کی بیٹی تھیں کا مختصر ذکر آئے گا۔ مزل علی کلگاں عون قطب شاہ کا تیسرا فرزند اور بی بی زینب کا بڑا بیٹا تھا آپ کئی ناموں سے مشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ فارس کے جو سیوں نے اظہار نفرت کے طور پر آپ کا نام کلگاں (نامبارک) رکھا۔ چونکہ آپ نے جو سیوں سے کئی کامیاب لڑائیاں

لڑی تھیں اس لئے وہ انہیں مزمل علی کلکاک کہنے لگے اور یہی زبان زد عام ہو گیا۔ آپ پگڑی میں ہمیشہ کلگی (تاج) سجائے رکھتے تھے۔ نیز گاؤں کلک کی وجہ سے بھی انہیں کلکاک کہا جانے لگا۔ مزمل علی کلکاک کی والدہ کلک کی رہنے والی تھیں اس لئے اس کے والد راجہ کلک مشہور تھے۔ مزمل علی بھی اس نسبت سے کلکاک مشہور ہوئے۔ لیکن بعد میں کلکاک کے نام زیادہ شہرت پائی جو تاریخ کا حصہ بن گیا۔ آپ بزرگی، علم و تدبیر شجاعت و بہادری اور جان نثاری میں سب سے آگے تھے۔ چونکہ آپ نے کافروں سے متعدد کامیاب لڑائیاں لڑی ہیں اس لئے جملہ بھائیوں میں سرخیل سمجھے جاتے تھے۔ آپ کو کالاباغ کا علاقہ حصہ میں ملا ہے اس لئے آپ کی زیادہ تر اولاد اسی علاقہ میں ہے۔ دیگر بہت سے علاقوں میں بھی آپ کی اولاد بکثرت موجود ہے۔ آپ کی گیارہویں پشت میں کیٹھو خان ہوا جس کی اولاد کیٹھوال اعران کہلاتی ہے اور موضع سوراسی تحصیل مری میں آباد ہے۔ مشہور صوفی بزرگ بابا سجاول آپ ہی کی اولاد سے ہیں جن کا مزار سجادل شریف مانسرہ میں ہے۔ بابا سجاول کے بیٹے شاد عرف سادم خان کی اولاد شدوال یا سادوال دوسرے بیٹے امب کی اولاد کھیال اور تیسرے بیٹے پال کی اولاد جبرل اعران کہلاتی ہے جو ضلع مانسرہ میں ہے شاد عرف سادم خان کی اولاد مانسرہ شدوال اور اضلاع پونچھ و باغ میں سادوال کہلاتی ہے۔ علاقہ سنگولہ ضلع باغ اور اس کے گرد و نواح میں سادوال بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے ضلع بارہ مولہ کے موضع چندوسہ اور تحصیل اوزی کے مواضع، پیرستان، نورکھا، دردکوٹ، سماں، تھاجل اور پاوڑی میں بھی سادوال موجود ہیں۔

مزمل علی کلکاک کے چار بیٹوں کی اولاد آزاد کشمیر میں موجود ہے۔ کرم علی کوٹہ کی اولاد ضلع مظفرآباد میں چھتر دو میل، اعران پٹی، جہلم بانڈی، حسن گلیاں اور دیگر متعدد دیہات میں ہے۔ ضلع باغ کے علاقہ سنگولہ، غری دو سٹی باغ کے کثیر دیہات میں موجود ہے۔ غلام علی کی اولاد ضلع مظفرآباد میں حثیاں بالا کے متعدد دیہات

اور علاقہ کرناہ میں آباد ہے۔

زمان علی کی اولاد ضلع راولا کوٹ کے دیہات، دھمنی، برمنگ، کالا کوٹ ریڈمن، تراڑ، کھڑک وغیرہ میں اور ضلع پلندری کے موضع گڑالہ میں آباد ہیں۔ نواب علی کی اولاد ضلع پلندری کے مقام بیٹھک اعران آباد کے نواحی دیہات میں اور بساڑی اور کمالہ کے بہت سے دیہات میں آباد ہے۔

اعوانان پونچھ کے مشہور مذہبی و سیاسی راہنما مولانا حسام الدین بساڑوی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ مشہور روحانی بزرگ صاحبزادہ شیخ محمد صدیق داس والے والے ضلع مانسرہ بھی آپ ہی کی اولاد ہیں۔

جہاں شاہ در یتیم

میر قطب حیدر شاہ کا چوتھا بیٹا جہاں شاہ در یتیم لی بی زنیب کے بطن سے تھا۔ مزمل علی کلکاک سے چھوٹا تھا آپ نے اہل ہنود سے متعدد لڑائیاں لڑیں اور بڑی سرعت کے ساتھ کامیابی حاصل کرتے رہے۔ اس لئے جہاں شاہ مشہور ہوئے۔ اصل نام در یتیم تھا۔ غیاث الدین بلبن کے عہد تک زندہ رہے۔ شیخ نظام الدین اولیاء، شیخ سعدی، شیرازی اور امیر خسرو ان کے ہم عصروں میں تھے۔ آپ کے تین بیٹے محمود علی، محمد حسن علی اور محمد انور علی تھے۔ محمود علی کے دو بیٹے تھے۔ محمد یار علی اور محمد عثمان۔ قوم ترینراپنے آپ کو محمد عثمان کی اولاد کہتے ہیں۔ راولپنڈی میں آباد کھڑ قوم کے لوگ اپنے آپ کو جہاں شاہ کی اولاد ظاہر کرتے ہیں۔ سرائین اپنی کتاب پنجاب کا شش میں لکھتا ہے کہ کھڑ راجپوت ہیں جبکہ سنڈمین کے مطابق کھڑ صحیح اعران ہیں۔ کھڑ اعران زیادہ تر موضع میانہ گوندل، لدھیانہ (بھارت) اور سلیم پور میں آباد ہیں۔ ضلع ایک کے علاوہ پنجاب کے دیگر علاقوں میں بھی کھڑ موجود ہیں۔

زمان علی کھوکر

لی لی زینب کھوکر راجہ کی بیٹی اور عون قطب شاہ کی دوسری بیوی تھیں۔ زمان علی کھوکر اسی بی بی کے بطن میں سے تھا ماں کی نسبت سے آپ کھوکر مشہور ہوئے۔ زمان علی کھوکر قطب شاہ کا پانچواں اور لی لی زینب کا تیسرا بیٹا تھا جو موسیٰ خیل میں آباد ہوا کچھ عرصہ بعد زمان علی کھوکر شاہ پور کے مقام کڑانہ چلا گیا وہاں کے ہندو راجہ کو شکست دی اور اس کی دختر راجماری برتھ کو مسلمان کر کے اس سے نکاح کر لیا۔ اس کی اولاد قطب شاہی کھوکر اعوان مشہور ہوئے شریف التواریخ کے مصنف شریف احمد نوشاہی کے مطابق زمان علی کھوکر کوہ کڑانہ پر حکمرانی کرتے تھے ان کی اولاد سے سید سکندر شاہ انور اور سید برہان الدین نے علاقہ ساندہ بار پر حکمرانی کی۔ زمان علی کھوکر آخری عمر میں علاقہ کوہستان نمک منتقل ہوا۔ جہاں سے اس کی اولاد شمال میں ہزارہ اور آزاد کشمیر میں پھیل گئی راجماری برتھ جس کا اسلامی نام معلوم نہیں سے دو بیٹے جن اور وگھریا وگھیرا ہوئے۔ جن کے بیٹے کا نام کوٹ تھا۔ جو کثیر اولاد ہوا اس کی اولاد پورے برصغیر میں پھیلی ہوئی ہے۔ وگھیرا کا بیٹا جیسر تھا۔ جس کو جیسر بھی کہتے ہیں۔ پنجاب میں اس کی اولاد کھوکر اعوان کہلاتی ہے جبکہ پونچھ کے قطب شاہی کھوکر مقبوضہ کشمیر کے موضعات، بوت، پال، رورہہ، کپنچھ اور چھاگل تحصیل حویلی اور مہڈر کے موضعات، ماہڑہ، کلہوڑہ اور گولڈ وغیرہ میں آباد اپنے آپ کو ہاشمی اور قریشی کہتے ہیں۔ زمان علی کھوکر کی اولاد سے ملوک شاہی، ملیال، پائیال، نکال اور بدھال مشہور گوتیں ہیں جو مغربی پنجاب، ہزارہ اور کشمیر کے اضلاع مظفر آباد اور پونچھ میں آباد ہیں مشہور صوفی بزرگان خواجہ شمس الدین سیالوی سیال گوت سے اور فقیر اللہ بھٹو سیال گوت سے تعلق ملوک شاہی گوت سے ہے۔ جو زمان علی کھوکر کی اولاد سے بتائے جاتے ہیں۔

نجف علی، فتح علی، محمد علی

بن سالار قطب حیدر شاہ

نجف علی، فتح علی اور محمد علی حضرت عون قطب شاہ کی تیسری بیوی لی لی خدیجہ جو چوہان خاندان سے تھیں کے بطن سے تھے نجف علی کا لقب محمد یحییٰ تھا۔ اس کی اولاد برصغیر میں زیادہ تعداد میں موجود نہیں بلکہ وسط ایشیائی ریاستوں اور روس میں آباد ہونے بیان ہوتا ہے۔ محمد حیائی اور کلدانی اعوان گوتیں ان ہی کے نام سے موسوم ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نجف علی خود روس چلا گیا تھا۔

لی لی خدیجہ کے دوسرے بیٹے فتح علی کا لقب کلدان تھا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بھی اپنی بھائی نجف علی محمد یحییٰ کے ساتھ روس گئے تھے اور وہاں ہی ان کی اولاد ہوئی۔ پاکستان میں موجود کلدانی یا کلتاری اپنے آپ کو فتح علی کی اولاد مانتے ہیں۔ محمد علی عون قطب شاہ کا آٹھواں اور لی لی خدیجہ چوہان کا تیسرا بیٹا تھا۔ ان کی اولاد ڈھلوال ضلع جہلم میں آباد ہے۔ کہتے ہیں کہ محمد علی چوہان سندھ چلا گیا تھا۔ اس لئے اس کی زیادہ تر اولاد سندھ میں آباد ہے۔ تاریخ کندلانی میں امام بخش اعوان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ محمد علی کے حصہ میں قلعہ زہتاس آیا تھا لیکن وہ خود سندھ میں جا کر آباد ہوا۔

بہادر علی، نادر علی کرم علی

بن

سالار قطب حیدر شاہ

حضرت میر قطب حیدر شاہ کی چوتھی بیوی ام کلثوم جو راجپوت راجہ طلحہ کی تھی کے بن سے بہادر علی المشہور محمد طلحہ، نادر علی المشہور محمد عثمان اور کرم علی المشہور محمد روؤف ہوئے۔ یہ صغیر پاک ہند میں طلحی اعرانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ علی پور ضلع چکوال کے اعران اپنے شجرہ نسب بہادر علی کے بچے حمزہ سے ملاتے ہیں۔

نادر علی، محمد عثمان کی سوانح کے متعلق معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ اسی طرح کرم علی لقب محمد روؤف کے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں۔ کہتے ہیں ان کی اولاد یہ صغیر میں بہت قلیل تعداد میں موجود ہے۔ کرم علی کے لقب روؤف کی وجہ سے ان کی اولاد روؤفی اعران کہلاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

باب دوئم

اعوان قبائل آزاد کشمیر میں

آزاد کشمیر کے شمالی اضلاع جن میں ضلع مظفر آباد، ساہیو ریاست پونچھ کے تینوں اضلاع باغ، راولا کوٹ اور پلندری شامل ہیں میں اعوانوں کے ورود کے سلسلے میں واضح حقائق دستیاب نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ کسی منصوبہ بندی کے تحت اس علاقہ میں داخل نہیں ہوئے بلکہ زیادہ تر لوگ انفرادی حیثیت سے آئے ہیں۔ اعوانوں کا اصلی وطن کوہستان نمک کا علاقہ ہے جہاں سے یہ لوگ برصغیر کے مختلف علاقوں میں پھیلے آزاد کشمیر میں جن لوگوں نے پہلی مرتبہ قدم رکھا وہ وادی سون سکیسر چوہا سیدن شاہ اور کوہستان نمک کے دوسرے علاقوں سے نقل مکانی کر کے یہاں تشریف لائے۔ ان لوگوں کی غالب تعداد استہ بھلی ہزارہ مظفر آباد پہنچی۔ وہاں سے وادی کشمیر اور ساہیو ریاست پونچھ میں داخل ہوئے۔

زمانہ قدیم میں اجیت آباد، مانسہرہ کے اضلاع اور ہری پور کو ہزارہ کہا جاتا تھا۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں یہ علاقہ سرکار بھلی کے نام سے موسوم تھا لیکن بعد میں ہری پور کے میدانوں کو ہزارہ، ایبٹ آباد سے شمالی کی جانب میدانوں کو روش اور مانسہرہ شہر سے شمال کی جانب پھیلے ہوئے وسیع میدان کو بھلی کہا جانے لگا لہذا اب اسی طرح مشہور ہے اعوانوں کا ورود بھی انہی راستوں سے ہوا۔

اعوان قوم کے عروج زوال، ترقی و تنزلی اور خشیب و فراز کی داستانیں ان کی پہچان کیلئے کافی ہیں یہ قوم تاریخ کے ایک ایسے عمل سے گذر چکی ہے جس سے اس کی عظمت رفتہ جماعتیں و جہانیاں کی کمائیاں و کارنامے از خود ماضی کا حصہ بن کر تاریخ بھلائی ہو چکے ہیں۔ اعوانوں کے اسلاف دنیا میں بھڑین لوگ تھے۔ برصغیر میں آمد کے ساتھ ہی تبلیغ دین اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ دو ایسے کام کئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھڑین مہمان بن گئے۔ بزرگی و دیداری، معرفت و تصوف میں مشہور اولیاء

کرام کی سب سے زیادہ تعداد حضرت علیؑ کی فاطمی اولاد میں ہے۔ ان کے بعد غیر فاطمی اولاد میں ان کے بچے محمد بن حنفیہ کی اولاد کو فوقیت حاصل ہے جو اعوان کہلاتے ہیں اعوانوں کی ملک بھر میں بھرنے کی وجہ تبلیغ دین کا جذبہ تھا جو اعوان بزرگوں کو کشاں کشاں دور دراز، دشوار گزار، غیر مانوس اور غیر واقف لوگوں کے علاقوں میں لے گیا ان پر زمین کی وسعتیں کشادہ ہوتی گئیں۔ جہاں وہ گئے وہاں مستقل ہوتے گئے۔ اعوان مبلغین اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے اللہ کے دین کو گاؤں گاؤں، قریہ قریہ پہنچا دیا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اپنی روایات کو قائم رکھنے میں ناکام رہے۔ خصوصاً وہ لوگ جو سواد اعظم سے الگ ہو کر اللہ کی سر زمین پر مختلف سمتوں میں پھیل گئے۔ تنہائیوں کا شکار ہو کر اپنے اسلاف جیسی خصوصیات، صلاحیتوں اور جذبہ حریت کو برقرار نہ رکھ سکے۔ نتیجہً وہ دوسروں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوتے چلے گئے۔ درحقیقت اعوانوں کے آباد اجداد کشمیر اور پونچھ میں انفرادی طور پر داخل ہوئے اور جہاں کہیں آسائش میسر آئی وہاں ہی آباد ہو گئے۔ انہیں ایک دوسرے کی خبر تک نہ ہوئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اولادیں پھولتی پھلتی رہیں لیکن باہمی رابطوں سے حسی دست ہی رہے۔ مشہور صوفی بزرگ بابا سہاولؒ کے بچے سادم خان اپنی کچھ اولاد کے ساتھ ساہیو ریاست پونچھ کے مقام سنگولہ پہنچے۔ ان کی اولاد سنگولہ اور اس کے گرد و نواح میں پھیل گئی حتیٰ کے مقبوضہ پونچھ اور کشمیر تک جا پہنچی۔ حافظ ملوک کی اولاد جو کئی پشتوں تک تسلسل سے حافظ قرآن پیدا کرتی رہی ضلع پونچھ، باغ اور مظفر آباد کے مختلف دیہات میں حاجی جان محمد کی اولاد اطراف باغ اور مظفر آباد علاقہ کھاڑہ میں اور حاجی اللہ یار کی اولاد باغ، راولا کوٹ وغیرہ میں آباد ہوئی۔ شریف خان اور اس کی اولاد جنہوں نے اس علاقہ میں دین اسلام پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا بھی ضلع پونچھ اور باغ کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے۔ غربی باغ میں آباد اعوان ہاشمی کہلاتے ہیں یہ لوگ درجنوں دیہات میں آباد ہیں لیکن آبادی کسی بھی حص میں گھروں

سے زیادہ نہیں۔ وجہ یہ معلوم ہوئی کہ یہ لوگ ہر گاؤں میں امام دوسرے کی حیثیت میں انفرادی طور پر وارد ہوئے۔ ضلع پلندری کے دیہات میں اعوانوں کی کثیر آبادی ہے۔ اکثریت کا تعلق گولڑہ اعوان کی بدھن گوت سے ہے۔ تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ اعوانوں لوگ عام طور پر تبلیغی مقاصد کے لئے کشمیر میں داخل ہوئے۔

مظفر آباد اعوانوں کے کشمیر میں داخلہ کا پہلا پڑاؤ تھا۔ اس لئے بیشتر خاندان اسی ضلع کے مختلف علاقوں میں آباد ہو گئے۔ غیر آباد مقامات کو آباد کیا۔ اس زمانہ کی دستیاب سولیات کے پیش نظر وہاں ہی مستقل ہوتے گئے۔ مظفر آباد شہر کے شمال میں وادی نیلم کے شروع ہوتے ہی علاقہ کوٹہ جو دریائے نیلم کے دائیں کنارے پر واقع ہے مٹ منگ، سید پور، بالسری، کڑیاں دراز، منزل، گل پتہ، ڈمرولی اور تھیمگ وغیرہ دیہاتوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔

مٹ منگ میں آباد اعوان میر اعوان مشہور ہیں۔ یہ علم نہیں کہ میر اعوانوں کی کسی گوت کا نام ہے یا محض تشخص قائم رکھنے کیلئے میر کا لاحقہ اختیار کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اعوانوں کے جد امجد حضرت عون قطب شاہ اور ان کی بھائی بھی میر کہلاتے تھے۔ میر ساہوان کے بڑے بھائی اور میر سیف الدین چھوٹے تھے۔ بعد میں اعوانوں میں میر کا لاحقہ متروک ہو گیا۔ ان لوگوں کا اظہار ہے کہ ان کے اسلاف دو صد سال قبل مانسرہ کے نزدیک چند مہ سے نقل مکانی کر کے مٹ منگ میں آباد ہوئے۔ ان کا معمول تھا کہ موسم گرما میں اپنے مویشیوں سمیت سر زمین کشمیر میں داخل ہوتے اور سردیوں میں واپس مانسرہ چلے جاتے۔ ایک مرتبہ ان کا کیپ گھوڑی کے مقام پر تھا جہاں مقامی راجگان رہائش رکھتے تھے۔ انہی دنوں راجگان کے اس گاؤں پر ڈاکو حملہ آور ہوئے۔ لوگوں کا شور و غوغا سن کر کیپ میں موجود لوگ اپنے ہتھیاروں سمیت جو وہ حفاظت خود اختیاری کی غرض سے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے مقامی لوگوں کی مدد کو پہنچے اور ڈاکوؤں کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ مقابلہ کی تاب نہ لاکر ڈاکو بھاگ گئے اور مقامی

لوگوں کا مال و اسباب محفوظ رہا۔ یہاں کے لوگوں نے میر اعوان بہادری کو اپنے محسن سمجھتے ہوئے واپس مانسرہ جانے کے جائے وہاں ہی رہائش اختیار کرنے کا مشورہ دیا اور حسب ضرورت زمینیں دینے کی پیشکش کی لیکن ان لوگوں نے زمین قبول کرنے کے بجائے غیر آباد علاقہ مٹ منگ میں مستقل رہائش رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا جسے مقامی معززین نے قبول کر لیا۔ چنانچہ میر اعوانوں نے مٹ منگ کو آباد کیا۔ مکانات تعمیر کئے ہر قسم کی رہائشی سولیات حاصل کیں اور مستقل رہائش اختیار کر لی اس خاندان کے موجودہ مشاہیر میں عبدالرحمن اعوان سابق چیئرمین یونین کونسل، میر عزیز الحسن ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت، میر محمد بشیر اعوان صوبیدار ہیڈ کلرک پاکستان آر می، میر مزمل علی اعوان سب انسپکٹر پولیس حاضر سروس ہیں۔ میر طفیل محمد اعوان سعودی عرب میں مقیم ہیں جبکہ میر کرامت حسین اعوان جنرل مرچینٹ ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب دستیاب نہیں ہوا۔

مٹ منگ کے نزدیک کڑیاں دراز کے گاؤں میں کلگانی اعوان بڑی تعداد میں آباد ہیں۔ کڑیاں دراز کے ملحق دیہات جن میں مٹ منگ، سید پور، بالسری، گل پتہ، مٹ نازہ اور ڈمرولی وغیرہ شامل ہیں میں اسی گوت کے اعوانوں کی غالب آبادی موجود ہے۔ یہاں کے اعوانوں میں دینی و اصلاحی کام کا یہ عالم ہے کہ بیسوں افراد حفاظ قرآن، قاری، درس نظامیہ سے فارغ التحصیل علماء و قراء، اندرون ملک اور بیرون ملک خصوصاً سعودی عرب میں دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ قاری شیخ ظلیل الرحمن جو کڑیاں کے رہنے والے ہیں گذشتہ چالیس سال سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حفظ و قرائت سے لوگوں کو مستفید کر رہے ہیں۔ ان کے شاگردوں سے موجودہ وقت میں بھی کچھ لوگ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں امامت اور خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ کچھ سعودی عرب سے باہر دیگر ممالک میں درس و تدریس کے کام میں مشغول ہیں۔ شیخ ظلیل الرحمن کے شاگردوں میں سے سینکڑوں لوگ سعودی عرب

کے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھ رہے ہیں اور پڑھا بھی رہے ہیں۔ شیخ خلیل الرحمن کے بھتیجے قاری شفیق الرحمن مدینہ منورہ میں تدریس کے کام میں مشغول ہیں۔ شیخ کے چچا زاد بھائی حافظ قاری محمد یوسف بھی سعودی عرب میں مقیم درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ کڑیاں دراز کے مولوی حافظ عبدالحق اور حافظ قاری بشیر احمد کراچی شہر میں تدریس کے معزز پیشہ سے منسلک ہیں۔ اس گاؤں کے قاری محمد سلیمان جو شیخ خلیل کے بڑے بھائی اور حافظ قاری شفیق الرحمن کے والد گرامی ہیں جید عالم اور آزاد کشمیر کے محکمہ عدل و انصاف میں ضلع قاضی (سیشن جج) کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ درجنوں حفاظ، قاری اور دیگر علماء کرام نواحی علاقوں اور ضلع مظفر آباد کے متعدد دیہات میں درس و تدریس کے پیشہ سے منسلک ہیں۔

دریائے نیلم کے بائیں کنارے علاقہ لہڑاٹ کے مواضع کنڈر، منجراں، نوسری اور بیچ کوٹ میں اعوان آباد ہیں۔ وادی نیلم کے علاقہ دروہ میں کشا چوگلی، بازیاں، پرنی، فلاکن، جورا، اسلام پورہ، کنن جاگراں، سالخند، پٹنگ، شاہ کوٹ، جٹا، کیرن، کین گو، ددنیال، شاردہ، کیل سیری، ڈوب اور جنودھی وغیرہ دیہات میں اعوانوں کی کثیر آبادی موجود ہے۔ یونین کونسل کنن جاگراں کی پانچ ہزار کی آبادی میں اعوانوں کی تعداد ساڑھے چار ہزار ہے ملک محبت اللہ اعوان کئی مرتبہ چیئرمین یونین کونسل رہ چکے ہیں معروف شخصیات میں سے ہیں۔

مظفر آباد شہر کے مشرق میں بلند و بالا پہاڑی سلسلوں کے عقب میں وادی لہپہ جسے سابقہ دور میں کرناہ کہا جاتا تھا کے دیہات ہٹیاں، جیل دھار، انٹیاں، لہپہ، نوکوٹ اور کرناہ میں تسلسل کے ساتھ اعوانوں کی بڑی آبادی موجود ہے جن میں زیادہ تعداد حضرت عون قطب شاہ کے بڑے بیٹے عبداللہ گولڑہ کی اولاد سے متائے جاتے ہیں۔ ان کی غالب تعداد کا تعلق گولڑے اعوانوں کی بدھن گوت سے ہے۔

مظفر آباد شہر سے تیس کلومیٹر دور دریائے نیلم کے بائیں کنارے بیچ گراں کا گاؤں معروف ہے جہاں عون قطب شاہ کے بیٹے زمان علی کھوکھر کی اولاد سے کچھ لوگ آباد ہیں جو کھوکھر اعوان کہلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تقریباً دو صد سال قبل پنڈدادن خان ضلع چکوال سے نقل مکانی کر کے سلطان محمد نام کے ایک بزرگ کے آباد اجداد بیچ گراں میں وارد ہوئے۔ قبل ازیں یہاں ممبہ راجپوت خاندان آباد تھا۔ سلطان محمد کے بزرگوں بمبہ خاندان سے اچھے مراسم قائم کئے جس کے نتیجے میں یہ خاندان یہاں ہی مقیم ہو گیا۔ ڈوگرہ عہد شروع ہوتے ہی سلطان محمد موصوف کو ڈوگروں کی انتظامیہ میں اعلیٰ پذیرائی ملی تو اسے چند گاؤں جاگیر کے طور پر دے کر اسے ذیلدار بنا دیا گیا اور سردار کے لقب سے بھی نوازہ گیا۔ اس خاندان کے سردار عزیز الحسن اعوان ریٹائرڈ انسپٹر پولیس ہتھیادہ ہیں۔ سردار لیاقت حسین ایڈمنسٹریٹو آفیسر یونیورسٹی مظفر آباد، سردار شوکت حسین نگران دفتر محکمہ تعلیم اور سردار مقبول حسین اعوان نگران دفتر ڈسٹرکٹ جج مظفر آباد کا تعلق کھوکھر اعوانوں کے اسی خاندان سے ہے۔

مظفر آباد کے مشرق میں وادی دریائے جہلم واقعہ ہے۔ تقریباً تیس کلومیٹر دور گڑھی دوپٹہ کے نزدیک درجنوں مربع کلومیٹر لمبا اور چوڑا علاقہ اعوان پٹی کے نام سے موسوم ہے۔ جہاں خالص اعوان آبادی ہے۔ زمانہ آپ راجی میں یہاں اعوانوں کی ایک ننھی سی ریاست موجود تھی۔ اعوان پٹی کے چاروں اطراف دور دور تک اعوان قبائل آباد ہوئے۔ منڈے بانڈھی، دین اور ملحقہ دیہات، مالسی، میرہ پھڑوہ، ننگر پورہ اور ہٹیاں میں کثرت سے اعوان آباد ہیں۔ مزید مشرق میں حد ستار کہ جنگ تک اور دریائے جہلم کے دائیں کنارے دیہات جن میں چڑوئی، ریشیاں، گوجر بانڈی، میرہ بھوت، بیل، گندی گراں، ریوند، نوگراں، شاریاں، لسیاں، سرائی، علاقہ کشائی کے علاوہ دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر واقعہ دیہات میں قطب شاہی اعوان کثرت سے آباد ہیں۔ تحصیل ہٹیاں کے علاقہ چکار اور اس کے نواحی علاقوں میں درجنوں دیہات

میں اعوانوں کی آبادیاں موجود ہیں۔

تحصیل مظفرآباد کے علاقہ کھاوڑہ میں کئی درجن دیہات جن میں برسالہ، بجا خیر آباد، صالح گلی، سوتر، ڈنہ کچلی اعوانی بھون، دریا کوٹی، مشتبہ، عجم شریف، کھڑ، قومی کوٹ، موسیٰ خیریاں اور جھنڈ گراں وغیرہ دیہات شامل ہیں۔ مظفرآباد شہر سے چند کلو میٹر بطرف جنوب دریائے کنہار کا سنگم ہے یہاں سے دریائے جلم کے دائیں کنارے پاکستان اور بامیں کنارے آزاد کشمیر ہے۔ جہاں کے اکثر دیہات میں اعوان برادری کے لوگ دیگر اقوام کے بین بین آباد ہیں۔

مظفرآباد شہر اور اس کے نواحی علاقوں میں بھاری تعداد میں اعوان لوگ آباد ہیں جو مقامی آبادی پر مشتمل ہیں۔ آزاد کشمیر کے دارالحکومت کی نسبت سے مظفرآباد شہر میں ہزاروں دوسرے لوگ بھی آباد ہوئے ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے نتیجے میں کشمیری مہاجرین کی بڑی تعداد بھی شہر اور اس کے نواحی علاقوں میں آباد ہوئی جن میں اعوان لوگ بھی شامل ہیں۔ شہر کے مختلف حصوں جن میں جہلم بانڈی، پلیٹ، تالو چھی، ماڑی، چھتر دو میل، گوجرہ، امبور اور بیلہ نور شاہ وغیرہ شامل ہیں میں اعوانوں کی بڑی تعداد موجود ہے جن کی اکثریت کوٹلہ اور گولڑہ گوتوں پر مشتمل ہے۔

مظفرآباد کے قریب غرب میں مواضعاتشیر وال اور سراز ہیں جہاں اعوانوں کی کثیر آبادی ہے لیکن ان لوگوں کے شجرہ بانسب دستیاب نہیں ہوئے شیر وال کے لوگوں کا اظہار ہے کہ ان کے اسلاف میں سے زمان خان، منگی خان اور منگی خان بزرگ ضلع مانسہرہ کے علاقہ بالا کوٹ کے موضع شوالاں سے سکونت ترک کر کے بہتر رہائی سولیات کی تلاش میں کشمیر داخل ہوئے اور موضع نوشیر وال میں مستقل ہوئے۔ یہاں ان لوگوں نے غیر آباد اراضیات کو آباد کیا اور آسودہ زندگی گزارنے لگے۔ ڈوگرہ عہد میں اس خاندان کے متعدد افراد نے سرکاری ملازمت اختیار کی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ سابقہ دور میں سرکاری ملازمت کو عزت و وقار کی علامت سمجھا

جاتا تھا۔ انتظامیہ میں رسائی اور اثر و رسوخ رکھنے والے خاندانوں اور ان کے افراد کو بعض مراعات بھی حاصل تھیں اس لئے دیگر شعبوں کی نسبت سرکاری ملازمت کو فوقیت حاصل تھی۔ موجودہ دور میں اس خاندان کے محمد فرید اعوان ریج آفیسر جنگلات محمد نواز اعوان ریج آفیسر، مظفر خان شیوگر افر لوکل گورنمنٹ، ملک گوہر الرحمن اعوان ایڈمن آفیسر سرکاری محکموں میں فرائض انجام دے رہے ہیں۔

موضع سراز میں عباسی برادری کے لوگ ہیں جو مقامی زبان میں سرازے مشہور تھے۔ انہی کی نسبت سے اس گاؤں کا نام سراز مشہور ہے۔ اعوانوں کا ایک گروہ جن کا تعلق نواب آف کالا باغ کے صدقال خاندان سے ہے۔ بہتر رہائشی سہولیات کی تلاش میں کالا باغ سے چل کر سراز میں وارد ہوا۔ تو عباسی خاندان سے متعدد چچلشوں کے بعد یہاں کی اراضیات پر قابض ہو گئے اور مستقل سکونت اختیار کر لی اس خاندان کے متعدد افراد آزاد کشمیر کی انتظامیہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ ڈاکٹر محمد نواز اعوان، ڈاکٹر محمد حنیف اعوان، گل زمان ہینڈ کلرک محکمہ پولیس، محمد فاروق اعوان سیکشن آفیسر مختار احمد اعوان زراعت آفیسر، شفیق الرحمن اعوان نگران ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن، محمد سلیمان اعوان ایڈمن آفیسر گورنمنٹ پرنٹنگ پریس وغیرہ کا تعلق اسی خاندان اور گاؤں سراز سے ہے۔ صوفی صدیق اعوان یہاں کے مشہور جزل مرچنٹ ہیں۔

مظفرآباد شہر کے شمالی حصہ میں جہلم بانڈی ایک مشہور بسستی ہے۔ اس میں اعوانوں کی بڑی تعداد موجود ہے اور اکثریت اعوانوں کے چمان خاندان کی ہے۔ ان لوگوں کا اظہار ہے کہ ان کے اسلاف میں سے صوبہ خان نام کا ایک بزرگ اپنے خاندان سمیت ایبٹ آباد کے نزدیک نوشہرہ کے وسط میں واقع چمان نام کے ایک گاؤں سے نقل مکانی کر کے گڑھی حبیب اللہ میں آباد ہوا اور کچھ عرصہ قیام کے بعد برساتہ ڈب گلی نزد حسن گھیاں، جہلم کے مقام پر وارد ہوا۔ اور موضع چمان کی نسبت سے

چہان اعوان مشہور ہوئے۔ لیکن یہ بات قرین قیاس نہیں ہے اس لئے کہ اضلاع میر پور اور بھمبر میں صوبہ جموں سے آنے والے مہاجرین کی بہت بڑی تعداد چہان اعوانوں پر مشتمل ہے جو میر پور، بھمبر اور پاکستان کے ضلع گجرات کے درجنوں ملحقہ دیہات میں آباد ہو چکے ہیں۔ ملک عبدالرحمن اعوان نگران دفتر ڈپٹی کمشنر میر پور کا تعلق اسی چہان گوت سے ہے گمان ہے کہ اس خاندان کا تعلق بھی اسی چہان گوت سے ہو گا یا رہے کہ عون قطب شاہ کی تیسری بیوی خدیجہ راجہ پر تھوی راج چوہان کی بیٹی تھی اس کی اولاد کلیے، کلیار، کلو کے اعوان کہلاتی ہے۔ ممکن ہے ایٹ آباد نوشہرہ کا گاؤں ان کے بزرگوں کی نسبت سے چہان مشہور ہوا ہوگا۔ جہلم بانڈی میں آباد چہان خاندان ابتدا ہی سے علاقہ میں بڑے اثر و رسوخ کا مالک رہا ہے۔ صوبہ خان کی اولاد سے نادر خان نام کے ایک بزرگ کو حکومت وقت نے سرداری کے خطاب سے نوازا تھا۔ اور اس دیہہ کی نبرداری بھی اسی خاندان کے پاس ہے۔ اس خاندان کے متعدد افراد حکومت آزاد کشمیر کی انتظامیہ میں شامل ہیں۔ جن میں ملک محمد اسلم نگران محکمہ برقیات، محمد صدیق اعوان سیکشن آفیسر، گوہر الرحمن پٹواری مال، ساجد حسین رپورٹر اسمبلی آزاد کشمیر منظور حسین سابق نگران محکمہ جنگلات اور ملک علی زمان خان سابق ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پروفیسر محمد لطیف اعوان شامل ہیں۔ اس خاندان کی ایک معتبر شخصیت نمبر دار احمد علی خان کے فرزند ڈاکٹر عبدالخالق محکمہ صحت آزاد کشمیر سے منسلک حاضر سروس ہیں۔ گولڑے اعوانوں کی ایک شاخ بھی جہلم بانڈی میں آباد ہے جن کے اسلاف علاقہ دین نزدیک گڑھی دوپٹہ سے منتقل ہو کر یہاں آباد ہوئے۔ یاد رہے کہ علاقہ دین میں اکثریت اعوانوں کی بدھن گولڑہ گوت سے متعلق ہے۔ اس خاندان کے ملک عبداللطیف خان ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس محمد حنیف انسپکٹر پولیس، محمد نذیر اعوان صدر معلم، ملک محمد صادق اکاؤنٹس آفیسر، محمد ریاض لوکل گورنمنٹ، پروفیسر محمد رفیق، ماسٹر محمد فاروق سرکاری ملازمتوں میں حاضر سروس ہیں۔

ضلع مظفر آباد کے کچھ علاقوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو آزاد کشمیر کی حکومتی مشینری میں اہم عہدوں پر فائز ہیں یا رہ چکے ہیں۔ ان افراد میں چھتر دو میل کے محمد فرید اعوان ایڈیشنل اکاؤنٹنٹ جنرل، بچہ شریف چکار کے کرٹل الطاف حسین سابق ڈائریکٹر جنرل سول ڈیفنس سروسز، ملک طارق امین ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم، علاقہ کھاڑہ موضع کچلی کے ملک محمد یونس اعوان سابق چیف کنزرویٹرز جنگلات ملک مشتاق احمد جوش پرنسپل کالج اور سابق جسٹس محمد اکرم اعوان شامل ہیں۔ مشہور عالم دین، جید عالم ریڈیو پاکستان کے ایک مستقل فیچر پروگرام کے روح رواں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے پروفیسر محمد طفیل ہاشمی کا تعلق بھی مظفر آباد کے اسی علاقہ سے ہے ملک محمود احمد اعوان ڈپٹی کمشنر حاضر سروس بھی کھاڑہ سے متعلق ہیں۔ وادی نیلم کے رہنے والے ملک ظفر احمد سابق ممبر یورڈ آف ریونیو آزاد کشمیر، چھتر دو میل کے منظور حسین اعوان، مشتاق حسین اعوان دونوں تعمیرات عامہ کے سپرنٹنڈنگ انجینئرز کا تعلق بھی اسی ضلع سے ہے۔ اعوان پٹی کے ملک محمد یوسف خان اعوان آزاد کشمیر میں سروسز کے سب سے بڑے عہدہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے منصب جلیلہ پر فائز رہ چکے ہیں کا تعلق بھی مظفر آباد سے ہے یاد رہے کہ چیف سیکرٹری کا عہدہ پاکستان سے مستعار افسروں کے لئے مختص ہے۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمن آف کھاڑہ ریسرچ آفیسر آکسفورڈ یونیورسٹی اور ڈاکٹر حفیظ الرحمن پی ایچ ڈی جرمنی حال پروفیسر انکم انرجی یونیورسٹی آف کیلیفورنیا (امریکہ) کا تعلق بھی اسی ضلع کے مقام سراں سے ہے۔ ملک افتخار احمد اعوان المعروف علی بابا سابق وائس چیئرمین بلدیہ عظمی مظفر آباد، ملک ریاض احمد اعوان اسسٹنٹ کمشنر مال، مشہور قانون دان ملک حبیب الرحمن مرحوم جو کشمیر کونسل کے ممبر اور بلدیہ عظمی مظفر آباد کے چیئرمین رہ چکے ہیں کا تعلق ضلع مظفر آباد کے مقام چھتر دو میل سے ہے۔ ملک عرفان اعوان سابق چیئرمین بلدیہ عظمی مظفر آباد جو مشہور سیاسی اور سماجی کارکن بھی ہیں۔ چھتر دو میل کے رہنے والے ہیں۔ چھتر دو میل کے حکم علی اکبر اعوان ڈپٹی سیکرٹری مسوق ہیں

ضلع مظفر آباد میں ایک اعموان خاندان کے کچھ لوگ رہائش پذیر ہیں جو عرف عام میں بیگ خاندان مشہور ہے اور جو مقبوضہ کشمیر کے ضلع بارہ مولا سے ہجرت کر کے آزاد کشمیر کے اضلاع مظفر آباد اور باغ کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے۔ تاریخ اقوام کشمیر کے صفحہ ۳۸۲ کے پہرہ دو میں محمد دین فوق نے لکھا ہے کہ اوڑی پونچھ سڑک پر موضع بھوٹ ضلع بارہ مولا میں ایک معزز قطب شاہی اعموان خاندان کے مولوی غلام مرتضیٰ رہائش رکھتے ہیں۔ ان کے پاس عربی، اردو اور فارسی کا ایک مختصر سا کتب خانہ ہے۔ مولوی مرتضیٰ کے پردادا سردار محمد رحیم بیگ شہید علاقہ میں بڑی شہرت کے حامل تھے۔ فوق صاحب مزید لکھتے ہیں کہ زمانہ سلف میں اس خاندان کو سردار کا خطاب حکومت کی جانب سے ملا تھا اور مغلوں کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے بیگ مشہور ہو گئے۔ محمد رحیم بیگ سکھوں کے ساتھ ایک معرکہ میں شہید ہوئے تھے ان کے ساتھ علاقہ نامبلہ کے کھنڈہ راجگان کا جد اعلیٰ راجہ بیرم خان تھا۔ اس کے پوتے راجہ صفدر علی خان نے بھی رحیم بیگ کے ساتھ جام شہادت نوش کیا تھا۔

مظفر آباد سے محمد عارف لکھتے ہیں کہ مولوی مرتضیٰ کا ایک پوتا مولوی عبداللطیف بیگ جید عالم دین ہیں جو لطیف آباد ضلع بارہ مولا مقبوضہ کشمیر میں رہائش رکھتے ہیں۔ اس خاندان کے دیگر لوگ بھی ضلع بارہ مولا کے مواضع چندوسہ اور سلطان پورہ میں رہائش پذیر ہیں۔ اس خاندان کے جن لوگوں نے مقبوضہ کشمیر سے نقل مکانی کر کے آزاد کشمیر میں پناہ لی ان کا اظہار ہے کہ ہجرت کے دوران افراتفری میں ان کا شجرہ نسب ضائع ہو گیا۔ پناہ لینے والوں میں سردار نصرت عزیز ولد سردار عبدالعزیز خان اسٹنٹ ڈائریکٹر لوکل گورنمنٹ مظفر آباد، سردار فرحت عزیز ایسٹن ہائیڈرو الیکٹرک بورڈ مظفر آباد، سردار مسرت بیگ میجر پاکستان آرمی، سردار محمد فرید بیگ کمیشن پاکستان آرمی، سردار اشفاق بیگ، مشتاق بیگ، مختار بیگ اور محمد عارف بیگ شامل ہیں جو مظفر آباد شہر میں رہائش رکھتے ہیں۔ ضلع بارہ مولا کے علاقہ چکار کے

گاؤں تھرال میں منیر بیگ رہائش پذیر ہیں۔

ضلع باغ کی تحصیل حویلی کی یونین کو نسل بھیدی کے مواضع سر جیواڑ میں سردار محمد انور بیگ، موضع خواجہ بانڈی میں مشتاق احمد، سکندر بیگ، الطاف بیگ گاؤں بیازاں میں ثار احمد بیگ موضع موہری میدان میں محمد اکرم بیگ اور سردار محمد زمان رہائش پذیر ہیں۔

مظفر آباد کے جنوب میں ضلع باغ ہے۔ اس ضلع کی تینوں تحصیلوں میں آباد اعموانوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ وسطی باغ میں کیاٹ، سر سیداں، ڈھنچپندی، پترائ، سیور متولی خان، چیم گراں اور بھٹہ پانی دیہات میں اعموانوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ تحصیل باغ کے مشرق میں سگولہ ہے۔ سگولہ اور اس کے گرد و نواح میں کئی درجن دیہات میں تسلسل کے ساتھ کنگانی اعموان آباد ہیں جو قطب شاہ کے بچے مزل علی کنگاں کی اولاد سے ہیں۔ زمانہ آپ راجی میں سگولہ اور اس کے ملحق دیہات پر مشتمل اعموانوں کا خود مختار علاقہ تاج محمد شاہ المعروف تاجو خان کی سربراہی میں قائم تھا۔ عوام الناس کے زبردست مطالبہ اور عوام کی سہولیات کے پیش نظر سگولہ کا علاقہ حکومت آزاد کشمیر کے ایک حالیہ نوٹیفکیشن کے تحت انتظامی طور پر ضلع راولا کوٹ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

ضلع باغ کی تحصیل دھیر کوٹ، بلہریگ، منساہ، رنگہ، ڈھنچہ بڑ، جمالہ چلندراٹ، نتھ گراں، سھیرہ چھری، ارجہ اور پیل وغیرہ دیہات میں اعموانوں کی کافی آبادی ہے۔ ضلع پونچھ کی تیسری تحصیل حویلی کے نام سے موسم سے جو فلک اس پہاڑوں کو توڑتی ہے، کوہ سنگھ اور پیر کنٹھی کے مشرق میں واقع ہے۔ اس تحصیل کی یونین کو نسل بھیدی کے دیہات ڈوب، بیازاں، سر جیواڑ، خواجہ بانڈی، حیدر آباد اور سر سوانی میں اعموان موجود ہیں جبکہ درہ حاجی جی کے جنوب میں واقع دیہات حلاں، کاچرن، شاد پور مندھار، فتح پور بانڈی چھیاں، بدھال، سدھوں، کاس، سوپ، ناگ اور مزید

جنوب میں مدار پور سرگکوٹ، جھاوڑہ، منڈھول اور دیگر کئی دیہات میں اعوان آباد ہیں۔ درہ حاجی پیر کے مشرق میں ڈوڈپہاڑ مقبوضہ کشمیر میں ہے اس پہاڑ کے دامن میں کرم علی کوٹہ کی اولاد سے ایک بزرگ میاں ڈوڈہ مدفون ہیں جو ولی کامل ہیں شاید انہی کی وجہ سے ڈوڈہ پہاڑ مشہور ہو گیا ہوگا۔ ان کا مزار مراجع الخلائق عام ہے۔ ہندو مسلم سبھی لوگ مزار پر حاضری دیتے ہیں اور فیضیاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ درہ حاجی پیر کے مشرق میں گرجن کی پہاڑی سے نالہیت یا شروع ہوتا ہے نالہ بتاڑکے منج میں ہلاں نام کا ایک گاؤں جو مقبوضہ کشمیر کے دارالحکومت سرینگر کے نزدیک گل مرگ پہاڑ کے مغربی دامن جو آزاد کشمیر میں واقع ہے میں بھی اعوان موجود ہیں۔ ملک علی بہادر اعوان حلاں یونین کونسل کا چیئر مین رہ چکا ہے۔ حلاں ضلع باغ کی تحصیل حویلی کا حصہ ہے۔

آزاد کشمیر کے وسط میں سابق ریاست پونچھ کا رہ دو تہائی حصہ جو آزاد کشمیر میں شامل ہے جس کو ۱۹۴۷ء میں ضلع پونچھ قرار دیا گیا تھا اس کی تین تحصیلیں حویلی، باغ اور پلندری تھیں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۹۴۷ء کے پہلے اس پورے علاقہ میں کوئی سڑک نہ تھی۔ جملہ راستے پیدل ہی ہوتے تھے۔ راولپنڈی کے ساتھ رابٹوں کی آسانی کے سلسلہ میں پلندری موزوں ترین مقام تھا کہ راولپنڈی کے قریب ترین بھی تھا۔ اس لئے پلندری کو ہی ضلع کا صدر مقام قرار دیا گیا۔ جب موصلاتی رابطے قائم ہو گئے تو ۱۹۶۳ء میں ضلعی صدر مقام پلندری سے راولا کوٹ منتقل ہوا۔ تب راولا کوٹ میں چوتھی تحصیل قائم کر دی گئی۔ ۱۹۸۶ء میں تحصیل باغ کو ضلع کا درجہ دے دیا گیا اور تحصیل حویلی سمیت اسے پونچھ سے الگ کر دیا گیا۔ ۱۹۹۶ء میں اس ضلع کو مزید تقسیم کر کے پلندری کو دوبارہ ضلع قرار دیا گیا۔ اس تقسیم در تقسیم سے اعوان برادری بھی متاثر ہوئی جس سے ان کی بچتی کو نقصان پہنچا۔

تاریخ میں سابق ضلع پونچھ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ۱۹۴۷ء کی جنگ

آزادی کا آغاز اس ضلع کے مختلف مقامات سے ہوا۔ یہاں کے لوگ ۱۹۳۹ء کی جنگ عالم گیر کے آزموئے کار فوجی تھے۔ جنوبی محاذ پر انہوں نے ڈوگرہ فوج کو پورے درپہ شکستوں سے دوچار کیا۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پلندری کے لوگوں نے میجر مختار احمد خان اعوان تالیباں کی قیادت میں کوٹلی سے چند کلومیٹر شمال میں سرسادیہ کے مقام پر بھاری اسلحہ سے لیس پلندری کی جانب بڑھتی ہوئی ڈوگرہ فوج کی ایک یونٹ کو نیست و نابود کر دیا۔ تو اس محاذ پر ڈوگرہوں کے پاؤں ایسے اکھڑے کہ جموں کے نزدیک نوشہرہ کے مقام پر پہنچ کر دم لیا۔ اس معرکہ میں مجاہدین کو ہتھیاروں اور گولہ بارود کی بھاری مقدار ہاتھ آئی۔ اس آپریشن میں میجر مختار احمد خان مرحوم کو میجر محمد حسین خان آف ٹاہلیان اور راجہ سخی دلیل خان آف بختیوہ کی مدد و حمایت حاصل تھی۔ مشرق میں شہر پونچھ (مقبوضہ کشمیر) کے نزدیک جنگی محاذ قائم تھا۔ جس پر اس وقت کی تحصیل باغ کی فوجیں ڈٹی ہوئی تھیں۔ سنگولہ کے کرنل غلام رسول اعوان جن کو بہادری اور اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر "فخر کشمیر" کے خطاب سے نوازا گیا تھا اور کرنل عالم شیر خان اعوان اسی محاذ پر دشمن سے نبرد آزما تھے۔ یاد رہے کہ جنگ آزادی کے دوران ہر محاذ پر خالص اعوانوں پر مشتمل لڑاکا یونٹیں قائم تھیں۔ جبکہ ہزاروں اعوان مجاہدین مشترکہ یونٹوں میں مصروف عمل تھے۔ یہاں اعوان برادری کے بعض مجاہدین نے فقید المثال کارنامے انجام دیئے۔ شتے از خرد اور ایک واقعہ اس طرح سے ہوا کہ کوٹلی کے محاذ سے شکست کھانے کے بعد ڈوگرہ فوج جموں کی طرف بھاگ گئی لیکن راستہ میں انہوں نے اپنی صفوں کو درست کیا اور کوٹلی پر حملہ کی غرض سے کوٹلی کھوئی رہی، نوشہرہ روڈ پر نینکوں کا ایک قافلہ ترتیب دیا جو جموں کی اوٹ میں سڑک پر رواں دواں تھا۔ کھوئی رہنے کے مقام پر مجاہدین کی ایک یونٹ موجود تھی جس کی کمان لیفٹیننٹ ولی محمد خان اعوان کے ہاتھ میں تھی اور جن کے پاس درووال رائٹس اور ایک آدھ مشین گن تھی اور گولہ بارود کی کمی کے باعث مجاہدین موثر کارروائی کرنے سے قاصر تھے۔

جنوب میں مدار پور سر ککوٹ، جھاوڑہ، منڈھول اور دیگر کئی دیہات میں اعموان آباد ہیں۔ درہ حاجی پیر کے مشرق میں ڈوڈ پھماڑ مقبوضہ کشمیر میں ہے اس پہاڑ کے دامن میں کرم علی کوٹھ کی اولاد سے ایک بزرگ میاں ڈوڈہ مدفون ہیں جو ولی کامل ہیں شاید انہی کی وجہ سے ڈوڈہ پہاڑ مشہور ہو گیا ہوگا۔ ان کا مزار مراجع الخلاق عام ہے۔ ہندو مسلم سبھی لوگ مزار پر حاضری دیتے ہیں اور فیضیاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔ درہ حاجی پیر کے مشرق میں گر جن کی پہاڑی سے نالہت یا شروع ہوتا ہے نالہ تازکے منبع میں ہلاں نام کا ایک گاؤں جو مقبوضہ کشمیر کے دار الحکومت سرینگر کے نزدیک گل مرگ پہاڑ کے مغربی دامن جو آزاد کشمیر میں واقع ہے میں بھی اعموان موجود ہیں۔ ملک علی بہادر اعموان ہلاں یونین کو نسل کا چیئرمین رہ چکا ہے۔ ہلاں ضلع باغ کی تحصیل حویلی کا حصہ ہے۔

آزاد کشمیر کے وسط میں سابق ریاست پونچھ کا رہو تہائی حصہ جو آزاد کشمیر میں شامل ہے جس کو ۱۹۴۷ء میں ضلع پونچھ قرار دیا گیا تھا اس کی تین تحصیلیں حویلی، باغ اور پلندری تھیں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۹۴۷ء کے پہلے اس پورے علاقہ میں کوئی سڑک نہ تھی۔ جملہ راستے پیدل ہی ہوتے تھے۔ راولپنڈی کے ساتھ ریلوں کی آسانی کے سلسلہ میں پلندری موزوں ترین مقام تھا کہ راولپنڈی کے قریب ترین بھی تھا۔ اس لئے پلندری کو ہی ضلع کا صدر مقام قرار دیا گیا۔ جب موصلاتی رابطے قائم ہو گئے تو ۱۹۶۳ء میں ضلعی صدر مقام پلندری سے راولا کوٹ منتقل ہوا۔ تب راولا کوٹ میں چوتھی تحصیل قائم کر دی گئی۔ ۱۹۸۶ء میں تحصیل باغ کو ضلع کا درجہ دے دیا گیا اور تحصیل حویلی سمیت اسے پونچھ سے الگ کر دیا گیا۔ ۱۹۹۶ء میں اس ضلع کو مزید تقسیم کر کے پلندری کو دوبارہ ضلع قرار دیا گیا۔ اس تقسیم در تقسیم سے اعموان برادری بھی اثر ہوئی جس سے ان کی بچکتی کو نقصان پہنچا۔

تاریخ میں سابق ضلع پونچھ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ۱۹۴۷ء کی جنگ

آزادی کا آغاز اس ضلع کے مختلف مقامات سے ہوا۔ یہاں کے لوگ ۱۹۴۷ء کی جنگ عالم گیر کے آزموہ کار فوجی تھے۔ جنوبی محاذ پر انہوں نے ڈوگرہ فوج کو پورے شکستوں سے دوچار کیا۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پلندری کے لوگوں نے میجر مختار احمد خان اعموان نالہاں کی قیادت میں کوٹلی سے چند کلومیٹر شمال میں سر سادہ کے مقام پر بھاری اسلحہ سے ٹیس پلندری کی جانب بڑھتی ہوئی ڈوگرہ فوج کی ایک یونٹ کو نیست و نابود کر دیا۔ تو اس محاذ پر ڈوگرہوں کے پاؤں ایسے اکھڑے کہ جموں کے نزدیک نوشہرہ کے مقام پر پہنچ کر دم لیا۔ اس معرکہ میں مجاہدین کو ہتھیاروں اور گولہ بارود کی بھاری مقدار ہاتھ آئی۔ اس آپریشن میں میجر مختار احمد خان مرحوم کو میجر محمد حسین خان آف ٹاہلیان اور راجہ سخی دلیل خان آف جلیوہ کی مدد و حمایت حاصل تھی۔ مشرق میں شر پونچھ (مقبوضہ کشمیر) کے نزدیک جتلی محاذ قائم تھا۔ جس پر اس وقت کی تحصیل باغ کی فوجیں ڈٹی ہوئی تھیں۔ سکول کے کرفٹ غلام رسول اعموان جن کو بہادری اور اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر ”فخر کشمیر“ کے خطاب سے نوازا گیا تھا اور کرفٹ عالم شیر خان اعموان اسی محاذ پر دشمن سے نبرد آزما تھے۔ یاد رہے کہ جنگ آزادی کے دوران ہر محاذ پر خالص اعموانوں پر مشتمل لڑاکا یونٹیں قائم تھیں۔ جبکہ ہزاروں اعموان مجاہدین مشرق یونٹوں میں مصروف عمل تھے۔ یہاں اعموان برادری کے بعض مجاہدین نے فقید المثال کارنامے انجام دیئے۔ شتے از خروار ایک واقعہ اس طرح سے ہوا کہ کوٹلی کے محاذ سے شکست کھانے کے بعد ڈوگرہ فوج جموں کی طرف بھاگ گئی لیکن راستہ میں انہوں نے اپنی صفوں کو درست کیا اور کوٹلی پر حملہ کی غرض سے کوٹلی کھوئی رہے، نوشہرہ روڈ پر نیکیوں کا ایک قافلہ ترتیب دیا جو دھوکے کی اوٹ میں سڑک پر رواں دواں تھا۔ کھوئی رہے کے مقام پر مجاہدین کی ایک یونٹ موجود تھی جس کی کمان لیفٹیننٹ ولی محمد خان اعموان کے ہاتھ میں تھی اور جن کے پاس درووال رائٹس اور ایک آدھ مشین گن تھی اور گولہ بارود کی کمی کے باعث مجاہدین موثر کارروائی کرنے سے قاصر تھے۔

تھے جوں جوں نیکوں کا قافلہ آگے بڑھ رہا تھا مجاہدین میں تشویش بڑھ رہی تھی۔ اور
کارخانہ محمد اعمان ولد سید محمد ساکن چبہ گلی داغلی چوکیاں پلندری نے بڑھ کر راہر ٹینک
پر دھاوا بول دیا غیر پختہ تنگ سڑک پر دھوئیں کی اوٹ میں ٹینک دھیمی رفتار سے
آگے بڑھ رہے تھے۔ فتح محمد نے علی کی سی چمک کی طرح پلک جھپکنے میں ٹینک پر چڑھ کر
علی کے افراد کو گولیوں سے بھون ڈالا کچھ شدید زخمی ہو گئے ان کے ہتھیار
لیکرو دھوئیں کے مرغولوں کے پھول پھانگے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ واقعہ
تائید ایزدی کے بغیر ممکن نہ تھا یہ اس قدر تیزی اور چابکدستی سے ہوا کہ ڈوگرہ فوجی
ششدر رہ گئے اور واپس بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد یہ بہادر اور عظیم مجاہد
دشمن کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہید ہو گیا۔ اس کی شہادت کھوئی رشتہ کوٹلی کے
نزدیک مشہور تائیں کی پہاڑی پر اس وقت ہوئی جب وہ مشین گن سے دشمن کے
مورچوں پر آگ بھڑکانے میں مصروف تھا۔

اضلاع پلندری اور راولا کوٹ کے قریب قریب اور گاؤں گاؤں میں بلا تخصیص
اعوان موجود ہیں البتہ انتظامی حلقہ نمبر چار میں اعمان آبادی کا تناسب قدر کم ہے جبکہ
حلقہ نمبر ایک، دو، تین، پانچ اور چھ میں کل آبادی کا ایک تہائی سے ایک چوتھائی تک
اعوانوں کی آبادی موجود ہے ان حلقہ جات میں اعمانوں کا ووٹ ہمک فیصلہ کن اہمیت کا
حامل ہے۔ انتخابات میں ایک سے زیادہ امیدوار ہونے کی صورت میں یہ لوگ جس
امیدوار کی حمایت کریں گے وہ کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوگا۔ ۱۹۹۰ء کے الیکشن میں
ملک فضل محمد اعمان تالیماں حلقہ ۶ پونچھ سے اسمبلی ممبر منتخب ہو چکے ہیں۔ تقریباً پچیس
ہزار کی خالص آبادی پر مشتمل سنگولہ کا علاقہ اب راولا کوٹ کے ساتھ شامل کر دیا گیا
ہے۔ بدیں وجہ اب انتظامی حلقہ نمبر تین راولا کوٹ میں بھی جیتنے کا توازن اعمانوں کے
ہاتھ میں ہوگا۔

ضلع پلندری جسے اب سدھوتی کا نام دیا گیا ہے میں اعمانوں کی کثیر آبادی

موجود ہے۔ زمانہ آپ رانی میں وادی تالیماں پر مشتمل ایک خود مختار علاقہ اعمان
سرداروں کے ماتحت قائم تھا۔ اسی طرح سنگولہ جو اب ضلع راولا کوٹ (پونچھ) کا حصہ
ہے میں بھی تاجو خان کی سربراہی میں ایک خود مختار ریاست قائم تھی۔ ضلع راولا کوٹ
کے سب ڈویژن جمیرہ کے شرق میں حد متارکہ جھنگہ نزدیک علاقہ رکڑ ہے جہاں
تلسل کے ساتھ کئی دیہات پر مشتمل اعمان آبادی موجود ہے۔ کہتے ہیں زمانہ آپ رانی
میں رونانام کے ایک شخص کی سربراہی میں علاقہ رکڑ پر مشتمل ایک خود مختار سرداری
قائم تھی جس میں رکڑ خاص کے علاوہ پیاری، ڈلی، سرول، دھر اور دیگر لمحقہ علاقے
شامل تھے لیکن اس ننھی سی ریاست کی تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔

ضلع پونچھ کے جنوب میں ضلع کوٹلی واقع ہے اس ضلع میں آباد اعمانوں میں
جوں کشمیر کے مہاجرین کے علاوہ مقامی اعمانوں کے درجنوں دیہات موجود ہیں جن
میں تحصیل سہنہ کے پوٹھ، رملی، دھر لے، گلڑ اعمان تاون، اینٹنی تحصیل کوٹلی
کے بنجیرہ، سرسادہ، فٹی، بگاہ، کیسینی، کزتی، فھوش، رولی، کنٹھی، سیری اور درجنوں
دوسرے دیہات شامل ہیں اعمان برادری کے لوگ کم و بیش ہر حلقہ انتخاب و علاقہ
میں موجود ہیں جن کی مکمل فرسٹ لکھنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کوٹلی ضلع کی
شمالی سرحد پر واقعہ مواضعات و علاقوں میں آباد اعمان زیادہ تر ضلع پونچھ سے منتقل
ہوئے جبکہ دیگر علاقوں میں پنجاب کے علاقہ اعمان کاری سے براہ راست وہاں پہنچے اور
جہاں جہاں بھڑ رہائشی سہولیات میسر ہوئیں مستقل ہوتے گئے۔

۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے ضلع میر پور صوبہ جموں کا حصہ تھا جسے
۱۹۴۷ء میں آزاد کشمیر کا ضلع قرار دیا۔ بعد میں انتظامی ضروریات کے تحت اس ضلع کو
بھی سابق پونچھ کے خطوط پر کوٹلی اور بھمبر کو ضلع کا درجہ دے کر تین اضلاع میں
تقسیم کر دیا گیا۔ جب کہ ضلع مظفر آباد تا حال ایک یونٹ کے طور پر برقرار ہے۔ سنگلا
ڈیم تعمیر ہونے سے قبل میر پور کے بعض دیہات خالص اعمان برادری پر مشتمل

تھے لیکن آبادی کی وسیع تر نسل مکانی کے نتیجے میں دیگر لوگوں کی طرح اعران بھی پاکستان اور میرپور کے دیگر علاقوں میں بکھر گئے۔ تحصیل ڈیپال میں سب سے زیادہ کچا شدہ اعران آبادی موضع انگر میں ہے جبکہ اس تحصیل کے مختلف دیہات جن میں ڈھک، حویلیاں، غیرہ میں اعران برادری کے سینکڑوں کنبے موجود ہیں۔ میرپور شہر کے علاوہ ملحقہ سھت، اندرہ، تحصیل ڈیپال کے موضعات بلوہ، جنڈالہ، ڈھک وغیرہ میں اعرانوں کی کافی آبادی موجود ہے۔ یونین کونسل جاسٹاں میں اعرانوں کی سب سے بڑی برادری موجود ہے۔ اس یونین کونسل کے سترہ دیہات میں سے دس میں اعران بڑی اکثریت میں ہیں جن میں برساٹی گوہڑہ، اعوان، الفار، بڈر، نواں گراں، قاضیچک، رائے پور خورد، رائے پور کلاں، گھیسٹ پور اور چک گہیاں شامل ہیں۔

آزاد کشمیر کے انتہائی جنوب میں ضلع بھمبر ہے۔ اس کی سرحدیں جنوب میں پنجاب کے ضلع سیالکوٹ، مغرب میں گجرات مشرق میں کنٹرول لائن کے ساتھ اکنور اور نوشہرہ کا علاقہ اور شمال میں میرپور سے ملتی ہیں۔ وادی کشمیر کی نسبت صوبہ جموں میں اعرانوں کی آبادی زیادہ ہے جو اعران کاری اور صوبہ پنجاب کی مشرقی سرحدی اضلاع گجرات، سیالکوٹ کے دیہات کو عبور کر کے صوبہ جموں کے مختلف علاقوں خصوصاً سان تحصیل بھمبر کے علاقوں قہاٹی، مگروٹ، راجل، کلال، گاہٹی، چوکی، ڈھینگ، ڈنڈیر، سہوٹ، لمبیزی، دربالہ، جڑالہ اور کھڈا وغیرہ موضعات میں کثیر تعداد میں آباد ہوئے یہ جملہ دیہات اب مقبوضہ کشمیر میں ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں جموں کے مسلمانوں کے ساتھ اعران بھی بڑی تعداد میں تعلق ہو گئے لیکن اکنور، کٹوہ، نوشہرہ اور دیگر علاقوں سے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اعرانوں نے بھی ہجرت کی اور ضلع بھمبر کے ملحقہ علاقوں میں داخل ہوئے۔ کچھ لوگ کنٹرول لائن کے ساتھ ساتھ اور اندرون بھمبر کے موضعات نالی، چٹنی، کیری اعوان، آنگہ، بھجوری پٹیاں، شنی، کاکڑی، قصب، چنیاڑہ، چک سلیمہ، ڈوبے، چمن، سمکن، علاقہ ملوٹ، پڈپاڑ،

میلے، گولڑے اور ڈھک وغیرہ میں آباد ہو گئے۔ تحصیل ساہنی میں ساہنی، چھوا، چوکی پوت ڈب سندوہ وغیرہ میں بھی مقامی اور مہاجر اعرانوں کی بڑی تعداد آباد ہے۔ ان دیہات میں مقامی اور مہاجر اعرانوں کی مشترکہ آبادی موجود ہے۔ یہ جملہ معلومات ملک محمد الیاس اعوان پیر ووال برنالہ نے فراہم کی ہیں موصوف کا اظہار ہے کہ مقبوضہ جموں کے درج بالا دیہات میں اعرانوں کی آبادی نوے فیصد تھی جو مہاجر ہو کر ضلع بھمبر میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اور متروکہ جائیدادوں پر قابض ہو کر آباد ہو گئے لیکن اعرانوں کی غالب اکثریت ضلع گجرات کے قصبہ جات و موضعات کھاریاں، بھجوال، پہلوڑی، پنج وڑیاں، لوہاریاں، جھانٹے، چھوریاں، گوہڑہ تپال، پکوزہ، صبور شریف، کوٹلی کھوہار، دولت نگر، میلے، کوٹلی مھاڑ، ملاگر، پنڈگر، کوٹہ، پہاڑے، پنڈی اعواناں، لالہ موسیٰ، بڑ، جنڈانوالہ، اعوان شریف، کھرانے نجاں، سرخان، مٹمن، راتل، سولہ، کھوڑی، دھمہ، جلاپور، ملک پور اور سٹھر وغیرہ میں آباد ہوئے یہ جملہ شہر، قصبے، دیہات اور موضعات ضلع گجرات میں ہیں جو ضلع بھمبر کی مغربی سرحد کے ساتھ واقع ہیں الیاس اعوان کا اظہار ہے کہ اعران قبائل کشمیر میں افغان حکومت کے دور میں انہی دیہات اور علاقوں کے راستے صوبہ جموں میں داخل ہوئے اور مستقل طور پر آباد ہوئے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بھمبر اور گجرات میں اعران زیادہ تر اعرانوں کی کوٹلی، میلے، گولڑے، مرجان، نجان کھرانے، چوہان یا چمان، بڑے، گھٹ، ہرڑ اور پہاڑے وغیرہ گوتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

جب ہم کشمیر کا ذکر کرتے ہیں تو ہماری مراد عام طور پر وادی کشمیر ہوتی ہے وادی کشمیر راو پینڈی سرینگر روڈ پر واقعہ شراوڑی سے شروع ہو کر دوسری جانب پیر پنجال تک جاتی ہے۔ جموں سرینگر شاہراہ کو بھمبر پنجال کے درہ چنوال سے گزرتی ہے۔ اب بھارت کی حکومت نے اس پہاڑ کے نیچے سے چار میل لمبی ایک سرنگ تعمیر کر دی ہے اس کے پیچھے جموں کا صوبہ ہے اگر پوری کشمیر کا حوالہ دینا مراد ہے تو جموں و کشمیر کہا اور

لکھا جاتا ہے۔

۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی کے نتیجے میں سات اضلاع پر مشتمل آزاد کشمیر کا خطہ معرض وجود میں آچکا ہے جس کا رقبہ تقریباً تیرہ ہزار مربع کلومیٹر بتایا جاتا ہے۔ اس خطہ کی آبادی پچیس تا تیس لاکھ بتائی جاتی ہے۔ مملکت آزاد کشمیر مشرق میں حد متار کہ جگ اور مغرب میں پاکستان کی سرحد کے درمیان شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ایک پٹی ہے جس کی چوڑائی کیسے سے بھی سو سو کلومیٹر سے زیادہ نہیں ہے۔ ڈوگرہ عند میں ضلع مظفر آباد صوبہ کشمیر کا حصہ تھا جب کہ میرپور صوبہ جموں کا حصہ تھا۔ وسط میں سابق ریاست پونچھ کا دو تہائی حصہ آزاد کشمیر میں آیا جس کو ضلع پونچھ کہا جاتا تھا۔ پونچھ اور میرپور کو تین تین اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا ہے جبکہ ضلع مظفر آباد اب بھی ایک اکائی کی صورت میں موجود ہے۔

مقبوضہ جموں و کشمیر اور آزاد کشمیر کے دور دراز علاقوں میں بھی اعموان موجود ہیں آزاد کشمیر کے جنوب میں محب اور شمال میں گریس کی سرحد تک مشرق میں کنٹرول لائن اور مغرب میں پاکستان کی سرحد تک کوئی گاؤں یا قریہ ایسا نہیں جہاں اعموان موجود نہ ہوں۔ آزاد کشمیر میں درجنوں قومیں، برادریاں اور قبیلے موجود ہیں۔ ان میں اعموانوں کے سوا کوئی قوم یا برادری ایسی نہیں جو ملک گیر سطح پر موجود ہو۔ جنوب میں آباد قبائل کو شمال میں کوئی نہیں جانتا۔ اسی طرح شمالی اور وسطی علاقوں میں آباد قبائل جنوب والوں سے واقفیت نہیں رکھتے۔ بعض قومیں یکجا صورت میں مخصوص علاقوں میں آباد ہیں اور انہیں مقامی طور پر اکثریت حاصل ہے۔ چونکہ آزاد کشمیر میں ایک واضح قبائلی معاشرہ موجود ہے اس لئے یکجا آبادی کے سبب حکومت کے ایوانوں تک پہنچنے والی قومیں اور برادریاں منظم، ترقی یافتہ اور اثر و رسوخ کی مالک ہیں۔ یہ امر افسوسناک ہے کہ پورے آزاد کشمیر میں جہاں پارلیمنٹری نظام حکومت رائج ہے ایک بھی حلقہ انتخاب ایسا نہیں جہاں اعموانوں کی اکثریت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مرکزی اسمبلی

اور دیگر منتخب اداروں میں اعموانوں کی نمائندگی موجود نہیں۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ آزاد کشمیر کے طول و عرض میں آباد اعموان برادری عددی حیثیت سے سب سے بڑی برادری ہے۔ اس کے باوجود سب سے زیادہ پسماندہ اور بے یار و مددگار بھی یہی برادری ہے۔ اس کی وجوہات میں سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ اس برادری کی نمائندگی سیاسی اداروں میں موجود نہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا وزیر، ممبران اسمبلی کشمیر کو نسل اور دوسرے اداروں میں صاحب اقتدار لوگ صرف اپنی ہی برادری اور قبیلوں کے مفادات کی نگرانی میں مصروف ہیں جس کا تلخ تجربہ صرف اعموان برادری کو ہی ہے۔ کہنے کو تو یہاں سیاسی جماعتیں بھی ہیں سیاسی حکومتیں بھی آتی ہیں جو اس طبقاتی فرق کو مٹانے کیلئے وفاقاً قیام پانے عزائم کا اہتمام بھی کرتی رہتی ہیں لیکن عملاً ایسا ہوتا نہیں ہے۔

پونچھ کے گولڑے اعموان

حضرت عون قطب شاہ کے چچے عبداللہ گولڑہ کی پانچویں پشت میں بدھن نام کے ایک بزرگ تھے۔ جو بدھن قبیلہ کا مورث اعلیٰ ہے انہی کے نام سے بدھن قوم مشہور ہوئی۔ سابق ضلع پونچھ کے جنوب اور جنوب مشرق میں آباد اعموانوں کی سب سے زیادہ تعداد بدھن اعموانوں کی ہے۔

محمد دین فوق نے تاریخ اقوام پونچھ میں بدھن قوم کا ذکر الگ باب باندھ کر کیا ہے۔ موصوف نے لکھا ہے کہ ”بدھن قوم نہیں بلکہ اعموان قوم کی ایک مشہور گوت کا نام ہے جس کی کثیر آبادی راولپنڈی اور ہزارہ میں موجود ہے بدھن ان کے مورث اعلیٰ کا نام تھا۔“ موصوف نے تاریخ اقوام پونچھ کے صفحہ ۳۳۶ پر بدھن گوت کو زراعت پیشہ لکھا ہے۔

فوق صاحب نے تاریخ اقوام پونچھ کی ابتدا میں زمانہ آپ راجی کا ذکر کیا ہے

وہ لکھتے ہیں کہ پونچھ کی مختلف قوموں کے لوگ مختلف علاقوں پر قابض ہو کر خود مختار ہو گئے تھے۔ تحصیل سدھوتی (حال ضلع پلندری راولاکوٹ) کے علاقوں پر سدھن اور بدھن قبائل متصرف ہو گئے تھے "اس سے ثابت ہے کہ ابتدا ہی سے بدھن قبیلہ کو نہ صرف اعمان قبائل میں بلکہ دیگر اقوام میں بھی امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔

پونچھ میں گولڑہ اعمانوں کی کئی مشہور گوتیں ہیں جن میں سرفہرست بدھن خاندان ہے رفتار زنان کے ساتھ ساتھ اس خاندان سے کئی ذیلی گوتیں چلی ہیں جن کا سلسلہ وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔

بدھن لوگ نہ صرف راولپنڈی اور ہزارہ میں موجود ہیں بلکہ پنجاب اور پاکستان بھر میں ان کی کثیر آبادی ہے۔ پنجاب میں کوہستان نمک کا علاقہ اعمانوں کا اصل وطن ہے۔ یہاں ہی سے اعمان قوم کے لوگ بدھن صغیر کے وسیع و عریض علاقوں تک پھیلے ہیں اعمانوں کی سینکڑوں گوتوں کے لوگ اسی علاقہ سے نقل مکانی کر کے دور دراز تک گئے۔ ان میں بدھن قبیلہ بھی شامل ہے۔ صرف پنجاب میں سیالکوٹ، خوشاب، پنڈو ادن خان، جھنگ، راولپنڈی، ملتان اور دیگر علاقوں میں بدھنوں کی آبادی لاکھوں میں ہے۔ صوبہ سرحد میں بدھن اعمانوں کی سب سے زیادہ آبادی ہزارہ میں ہے خصوصاً اضلاع ایبٹ آباد و مانسہرہ میں غالب آبادی موجود ہے۔ آزاد کشمیر کے اضلاع میر پور، پونچھ اور مظفر آباد کے علاوہ مقبوضہ کشمیر میں اعمان قوم کی دیگر گوتوں کے ساتھ ساتھ بدھن بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ضلع مظفر آباد میں بدھن اعمانوں کی زیادہ آبادی وادی لیچ کرناہ میں ہے اعمان پٹی کے ملحقہ غرب میں ایک بڑا علاقہ دن کے نام سے مشہور ہے یہاں بدھن قبائل کی غالب آبادی ہے منڈے بانڈی اور چکوٹھی میں بھی بدھن قبائل کی بہت بڑی آبادی موجود ہے۔

بابا بدھن کے تین بیٹوں ہرگن، سرجن اور محمود کے اسماء گرامی دستیاب ہیں پونچھ کے بدھن سرجن کی اولاد سے ہیں جبکہ مظفر آباد کے بدھنوں کا زیادہ تر تعلق

محمود کی اولاد سے ہے۔

ہرگن کی چھٹی پشت میں ایک بزرگ محمد انون ہوئے جن کی اولاد انوال اعمان مشہور ہیں محمد انون کی نویں پشت میں سلطان العارفین حضرت سلطان باہو ہوئے ہیں جن کا مزار ضلع جھنگ میں گڑھ مہاراجہ کے نزدیک موضع باہو میں باعث خیر و برکت عام ہے۔ جھنگ اور ملحقہ علاقوں میں سلطان صاحب کے خاندان اور ان کی اولادوں کے لوگ موجود ہیں۔ خواص خان نے تحقیق الاعمان میں تفصیل سے اس خاندان کا ذکر کیا ہے اور شجرہ نسب بھی درج کیا ہے۔ سلطان صاحب کے والد بزرگوار بابا بایزید اور والدہ محترمہ مائی راستی دونوں ہی اپنے وقت کے مشہور اولیاء اللہ مانے جاتے ہیں ان کا مزار شورکوٹ شہر میں ہے۔ سلطان صاحب کے مزار شریف پر حاضری دینے والے زائرین اس امر کے پابند ہیں کہ وہ پہلے شورکوٹ میں مائی باپ کے مزار پر حاضری دیں اور فاتحہ خوانی کے بعد حضرت باہو کے ہاں حاضری دیں سلطان صاحب کے اسلاف میں سے کچھ لوگ وادی سون سیکس سے نقل مکانی کر کے جھنگ میں آباد ہوئے۔ کشمیر اور پنجاب میں ہندوستان اراضی کے دوران بعض لوگ کاغذات مال میں بدھن قوم کے نام سے درج ہوئے تھے جو بعد میں صحیح ہو کر اعمان تصدیق ہو چکے ہیں۔

بابا بدھن کے چھٹی پشت میں دراب نام کا ایک بزرگ تھا جس کی اولاد درابال کہلاتی ہے اس کی اولاد سے کچھ لوگ وادی سون سیکس سے چل کر پونچھ آئے اور ضلع پونچھ کے جنوب مشرق میں مختلف مقامات پر آباد ہو گئے۔ دراب کی ساتویں پشت میں دل نام کا ایک بزرگ تھا اس کے تین فرزند، عزیز، ساماں اور دھنگ تھے۔ دل نے تقریباً پانچ صد سال قبل سیکس سے رخت سزبانہ اور راستہ پھلی ہزارہ مظفر آباد پہنچا۔ وہاں مختصر قیام کے بعد سابق پونچھ کی تحصیل بارغ کے علاقہ میں داخل ہوا لیکن بہتر رہائشی سہولیات کی تلاش میں جنوب کی جانب سزجاری رکھاراستہ

میں وہ کہیں بھی قرار نہ پکڑ سکا تا آنکہ اس کا بڑا پڑا عزیز ضلع پلندری کے موضع چوکیاں کے رقبہ میں قیام پذیر ہوا جبکہ دوسرے بچے ساماں نے اسی موضع کے ملحق جنوب مشرق کی جانب واقع موضع ڈھک میں اور تیسرے بچے ڈھنگ نے موضع رکڑ کو رہائش کیلئے پسند کیا اور انہی مقامات پر مستقل ہو گئے ان لوگوں نے یہاں جنگلات کو صاف کیا اور وسیع زر خیز ارضی کو زیر کاشت لایا جس سے انہیں ضروریات زندگی کا حصول آسان ہو گیا۔ کہتے ہیں اس زمانہ میں لین دین اور عام تجارت زیادہ تر ایشیا کے تبادلہ کی صورت میں ہوتا تھا اس لئے اچھی پیداوار والی زر خیز زمینوں کی دستیابی ان کے لئے خوشحالی اور فارغ البالی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ دلب کے بیٹوں نے اپنے اپنے مقام پر زندگی کی بہتر سہولیات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغ سرگرمیوں کو بھی جاری رکھا مسجدیں تعمیر کروائیں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اولادیں پھلتی پھولتی رہیں اور مختلف علاقوں میں بہتر رہائشی سہولیات کی تلاش میں منتقل ہوتی رہی ہیں اب دلب کے بیٹوں اور ان کی اولاد کا مفصل احوال درج ہوتا ہے۔

اولاد عزیز بن دلب

دلب کے بڑے بچے عزیز کے فرزند گھٹکا کے دو بچے موم اور ڈوم تھے۔ نسب الاموان کے مطابق موم نے نقل مکانی کر کے ضلع میرپور میں سکونت اختیار کر لی جہاں اس کی کافی اولاد تھی۔ منگلا جھیل کی تعمیر کی نتیجہ میں یہ قبیلہ آزاد کشمیر اور پاکستان میں دور دور تک بکھر گیا۔ دوسرے بچے ڈوم کی اولاد سے کچھ لوگ واپس سون سیکسر چلے گئے۔ ڈوم کے بچے رتن کے ایک فرزند کا نام راج تھا۔ جس کے نواسہ بعض روایات میں دس بچے تھے جو ان چوکیاں اور نواحی علاقوں میں پھیل گئے۔ راج کے ایک بچے کا نام سنو تھا جس کیلئے ثابت ہے کہ وہ اموان کاری کے مقام سیکسر سے راولپنڈی کے مشہور

قصبہ ساگری آیا۔ وہاں مختصر قیام کے بعد چوکیاں پہنچا۔ جہاں اپنے دیگر بھائیوں کے ہمراہ سکونت اختیار کر لی۔ یہ علم نہیں کہ سنو چوکیاں سے کب اور کیسے تیسرا گیا۔ وہاں کتنا عرصہ قیام کیا نیز یہ کہ وہ کن مشکلات اور دشواریوں کے پیش نظر تیسرا یہاں قرار نہ پکڑ سکا۔ سنو کے پوتے کا نام مصری تھا جو مصریال قبیلے کا مورث اعلیٰ ہے۔

چوکیاں بر فانی اور سرد مقام تھا جہاں زندگی کی بہتر سہولیات موجود نہ تھیں۔ لہذا بابا مصری نے بہتر مقام کی تلاش میں تقریباً تین صد سال پہلے اپنے چار بیٹوں علی، علی شیر، نیکا اور فقیر قلی کے ہمراہ جانب غرب رخت سفر باندھا۔ جب یہ مختصر سا قافلہ گاؤں تالا باڑی پہنچا جو بلندی پر واقع ہے تو انہیں شیب میں ایک خوبصورت وادی پہاڑوں کی چار دیواری میں محفوظ نظر آئی جو قدرت کی تمام رحمتوں کے ساتھ ان کے استقبال کو تیار تھی وادی نالیاں غیر آباد، گھنے گھنے جنگلات اور مختلف النوع جھاڑیوں سے اٹی پڑی تھی اس میں گزرنے کا راستہ دشوار تھا۔ ان لوگوں نے وادی کے شمال میں منوہ کی جانب سے راستہ صاف کیا اور بالآخر نالیاں کے مرکز میں کوٹ کے مقام پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں درخت کاٹ کر مکانات تعمیر کیے۔ گرد و نواح کی زمینیں آباد کیں موسم معتدل اور خوشگوار تھا کئی درجن چشموں کا صاف و شفاف پانی وافر مقدار میں دستیاب تھا ہر قسم کی آسائش میسر تھی لہذا ان لوگوں کی اتباع میں دوسرے لوگ بھی جوق در جوق آکر یہاں آباد ہوئے۔ مصری کی اولاد سے کچھ لوگ چوکیاں اور اس کے نواح میں بھی آباد ہیں جن کے بزرگوں نے نالیاں سے مثل مکانی کی۔

وادی نالیاں کے شرق، غرب اور شمال کی جانب سے ڈیڑھ درجن چھوٹے بڑے موسیٰ اور سد بہار نالے بہہ کر نالیاں ندی میں شامل ہوتے ہیں جو نالیاں کی شمالی سرحد سے جنوب کو بہتی ہے ان نالوں کی افراط سے وادی کا نام نالیاں مشہور ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ضلع پونچھ کے جنوب اور جنوب مشرق میں آباد

امراؤں کا شجرہ نسب بہادر اب کی ساتویں پشت میں دلہ نامی بزرگ سے شروع ہوتا ہے۔ دلہ کے تین چھٹے عزیز، ساماں اور دھنگ تھے جن کی اولادیں جاری ہیں دھنگ کی اولاد مولانا مسام الدین کے ترتیب دئے ہوئے نسب الامراں میں درج نہیں ہے۔ عزیز کی ساتویں پشت میں مصری تھا۔ جس کے بڑے چھٹے کا نام مہلی تھا۔ مہلی کے چھٹے مرید کے فرزند ملکو کے بھی چار فرزند بہادر علی، نواب، فتح شیر اور الہیا تھے۔ ان کی جملہ اولادیں نالیاں صفحہ ۲۳۵ پر آباد ہیں۔ ان میں سے قلیل تعداد نے نقل مکانی کی اور دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ بابا ملکو جو ملکو ال خانہ ان کا جد اعلیٰ ہیں کے چاروں چھٹے اعلیٰ خصوصیات کے مالک تھے۔ لیکن ان کا دوسرا چھٹا نواب خان معاملہ فہمی، اور معتدل سوچ کا حامل تھا۔ ملکو کی وفات کے بعد قانون وراثت کی رو سے بہادر علی سربراہ کنبہ اور نمبر دار مقرر ہوا۔ بہادر علی کے چھٹے نعمت خان کا ایک پوتا ریاست خان فوج میں حاضر سردس ہے۔ بہادر علی کے بعد ملکو کے تیسرے چھٹے فتح شیر کا فرزند مندو خان سربراہ مقرر ہوا جو صاحب جائیداد اور بڑی خوبیوں کا مالک تھا اس نے نالیاں اور ملحقہ علاقوں میں آباد قبائل کے سربراہوں پر مشتمل کاؤنہ نمائیک کمیٹی تشکیل دی ہوئی تھی جس کا سربراہ وہ خود تھا۔ یہ کمیٹی علاقہ کے اندرونی و بیرونی مسائل کو حل کرتی تھی۔ عوامی تنازعات کے فیصلے کرتی تھی۔ دیگر برادریوں سے تعلقات قائم کرنے اور حکومت کی جانب سے عائد ہونے والے فرائض کی انجام دہی کی ذمہ دار تھی اس لئے علاقہ میں امن و سکون و خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ فتح شیر کا چھٹا سومیدار مردان علی خان اور نواب کا چھٹا شہادت خان معتبر شخصیات ہوئے ہیں۔ مشہور سماجی کارکن حاجی غلام حسین، ملک محمد شریف سان ممبر لوکل کونسل اور چیرمین زکوٰۃ کمیٹی، حاجی محمد احسان، ملک افتخار حسین سان ممبر لوکل کونسل، سومیدار ممتاز حسین، ملک علی حسین، سومیدار خان بہادر خان، ملک عنایت حسین خان، سائیں محمد شفاعت خان، ملک محمد کفایت اور ملک محمد احمد اسی خاندان کی چشم و چراغ ہیں۔ ملک محمد احمد صوبہ سرحد کی

ایک یگانگہ مل میں بڑے عمدہ پر فائز ہے۔ محمد احمد کا چھٹا بھائی نور احمد ہے دن ملک ملازم ہے۔ ملکو کے چھٹے چھٹے الہیا کا ایک ہی فرزند بہان خان تھا اس کے چھٹے کھن خان نے فوج میں جام شہادت نوش کیا۔ کھن شہید کا چھٹا اورنگ زیب ماہر نیک ہے اور زمینداری بھی کرتا ہے۔

حاجی غلام حسین کا چھٹا شوکت حسین اور اسد محمود ہے دن ملک ملازم ہیں جبکہ مسعود احمد لی اے لی ایڈ محکمہ تعلیم سے منسلک ہیں حاجی خراب خان کا چھٹا رفعت محمود ایم اے لی ایڈ محکمہ تعلیم میں ہے۔ ملک محمد شریف کا چھٹا قمر الحسن محکمہ برقیات میں ملازم ہے۔ سومیدار خان بہادر خان کا چھٹا محمد حفیظ گریجویٹ تاجر ہے۔ شہادت خان کے دو چھٹے ظہیر احمد اور ضمیر احمد فوج میں حاضر سردس ہیں جبکہ اس کا پوتا شبیر احمد آرمی سکول آف ایجوکیشن مانسہر کیمپ میں مدرس ہے۔ فتح شیر کے چھٹے فقیر کا فرزند حاجی محمد صادق رہنما زڈ فوجی اور تجارت کے پیشہ سے منسلک ہے۔ راقم کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے راقم کا واحد چھٹا خالد محمود الیکٹریکل انجینئر ہے دن ملک کاروبار کرتا ہے۔

ملک افتخار حسین کا والد تانیک لال حسین شہید کو بہادری اور جانثاری کے عوض ستارہ جرات سے نوازا گیا ہے۔ آرمی کی جانب سے پنجاب کے ضلع فیصل آباد میں ایک مرہبہ اراضی ہلوار انعام دی گئی ہے۔ لال حسین شہید کی جنگی کارناموں کی تفصیل پاکستان آرمی کے ریکارڈ میں نمایاں ہے اور درسی کتب میں ان کے حوالہ ایک مضمون کے طور پر رائج ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۲۳۶ پر درج ہے۔

مہلی کے دوسرے چھٹے حسن علی کے فرزند ان فیضا، ناظر، جماعت اور بھاکھی جملہ اولادیں صفحہ ۲۳۹ نالیاں میں درج ہیں۔ البتہ فیضا کے ایک چھٹے مداں کی اولاد رقبہ نازد اعلیٰ کمالہ صفحہ ۲۵۸ پر درج ہے۔ ملک محمد سوار خان سان واکس چیئرمین یونین کونسل اور چیئرمین زکوٰۃ کمیٹی حلقہ نمبر ۱۶ اے۔ کے اس قبیلہ کی نمایاں شخصیت ہے فیضا کے پانچ بیٹوں میں الحاج بابا تارا صاحب کشف اور ولی وقت ہوئے ہیں آپ نے دوج

پیدل نکلے پاؤں اوار کئے تیسرے ج کیلئے ۱۹۳۳ یا ۱۹۳۵ میں تالیاں سے ۷ وقت روا کی
الوداع کئے والے جم غفیر کی موجودگی میں دعا فرمائی کہ انہیں حجاز میں ہی موت نصیب
ہو تب سے واپس نہیں آئے۔

ذکرہ عمد میں فیضا کے چھ شرف علی اور بہادر علی نے تالیاں سے سکونت
ترک کی اور راجواری چلے گئے ۱۹۶۵ء میں مساجرین کی حیثیت میں ان کی جملہ اولاد
ضلع کوٹلی کے مقام باز میں آباد ہوئی۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں شرف علی کے چھ غلام محمد
کے فرزند خان محمد نے ناز سے نقل مکانی کی اور میر پور شہر کے سیکرٹری قمری ون میں
سکونت اختیار کر لی۔ خان محمد کے چھ محمد اکرم محمد اشرف اور محمد قاسم سعودی عرب
میں ملازم ہیں۔ ناظم حسین طالب علم ہے اس کا پانچواں بیٹا محمد اصغر الیکٹرانکس میں ماہر
ہے۔ اس قبیلہ کی موروثی جائیداد تالیاں میں موجود ہے۔ ان کا شجرہ صفحہ ۲۴۰ تالیاں
میں ہے۔

حسن علی کے چھ ناظر کی اولاد میں حاجی محمد صدیق جو راولپنڈی میں مقیم ہیں
اور حاجی صاحب حسین نمایاں شخصیات ہیں۔ انہی کے تیسرے چھ ڈھوڈ اور چوتھے چھ
ہستو کی جملہ اولادیں صفحہ ۲۴۲ اور صفحہ ۲۴۳ پر درج ہیں۔ ہستو کے پوتے
سیف کے فرزند حاجی شان محمد گوٹنڈی راولپنڈی میں مقیم تھے ان کی جملہ اولاد
وہاں ہی موجود ہے۔ ملک محمد یعقوب قاسمی، ملک عبدالعزیز مقیم تالیاں اور آفتاب احمد
مقیم راولپنڈی اس قبیلہ کی نمایاں شخصیات ہیں۔

مصری کے دوسرے چھ فقیر قلی اور تیسرے چھ نیکا کی جملہ اولادیں تالیاں
صفحہ ۲۴۳ پر درج ہیں۔ فقیر قلی کی اولاد میں شہت خان ایک بزرگ اپنے وقت میں
اہم شخصیت کا مالک تھے۔ وہ نڈر، بے باک راست گو، خوددار، مگر تیز و قریب طبیعت
رکھتے تھے۔ انکے پوتے ملک نذیر احمد نسیاء ایڈوکیٹ کا اظہار ہے کہ تدمر اور دیانتداری
سے عاری افراد کے ساتھ ان کے تعلقات کبھی بھی معتدل نہیں رہے۔ ان کی اولاد

میں ملک نذیر احمد نسیاء ایڈوکیٹ لی اے، لی ایچ، ایم اے ایف ای لی، ملک خادم حسین ساکن
مہر لوکل کونسل نمایاں ہیں خادم حسین کا بیٹا مولانا محمد الیاس لی اے لی ایچ محمد نعیم
سے منسلک اور ایک ہانغ سہ میں منسلک ہیں۔ فقیر قلی کی چوتھی پشت میں مولانا محمد
عبدالقیوم خان مشہور اور بیجا عالم دین تھے۔ فقیر قلی کے بیٹے علی کی اولاد میں حجاز
کے پانچ بھائی میں صوبہ اردستان محمد رانا لڑا ہے ملک عبدالقاسم اشرف فقیر
برقیات اور قربان حسین برقیات میں ملازم ہے فقیر قلی کے دوسرے چھ محمد عبداللہ
کی اولاد میں سکندر حیات نمایاں ہیں۔ فقیر قلی کے فرزند کرم علی کی تیسری پشت
میں صوبہ اردن محمد خان کے دو چھ عبدالہبار فوج میں ہے جبکہ الفقیر احمد سال جوی
ایٹن میں ملازم ہیں۔

مصری کے چھ نیکا کی چوتھی پشت میں مرغل ہام کے ایک بزرگ نے
تالیاں سے نقل مکانی کر کے ضلع کوٹلی کے موضع کچھو میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔
مستاق حسین خان جو درس و تدریس کے پیشہ سے منسلک ہیں اس خاندان میں نمایاں
شخصیت کے مالک ہیں اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۲۴۵ پر درج ہے۔ مصری کے
چھ علی شیر کی اولاد تالیاں کے موضع سر کے رقبہ جات میر علی اور کھان میں صفحہ
۲۴۴ پر درج ہے اس خاندان میں صوبہ اردستان محمد اور علی شیر کی چوتھی پشت میں جمیل
احمد معروف ہیں۔ جمیل احمد آزاد کشمیر کے مرکزی سیکرٹریٹ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں
یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور صاحب الرائے شخصیت کے مالک ہیں۔

مصری کے بھائی شیر کے تین چھ مرزا، جٹ اور مرانوٹے ہیں۔ مرزا کے
پوتے بدھو کی جملہ اولاد تالیاں صفحہ ۲۴۲ پر ہے۔ ملک محمد اکرم مدرس، ڈاکٹر محمد
فاروق کے علاوہ ہست ناصر محمد ایمل نمایاں ہیں صوبہ اردستان محمد افضل خان پاک پڑی میں
حاضر مدرس ہیں۔ صوبہ اردستان محمد افضل اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور کڑی کے سیاسی سچلہ ناچ
میں کئی غیر ملکی زبانوں میں حجاز کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مرزا کے پوتے

پیر آمدن ۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۳۰ء میں ہے۔ جنت اور مرادوں کی اولادیں اکھر و اولیٰ
 ۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں پیر کے ۱۰۱۱ھ سے جنت کے دو فرزند قادر بخش اور کرم بخش کی
 اولادیں ۱۰۱۱ھ مطابق ۱۶۵۸ء میں پیر ہیں۔ اس خاندان میں فاضل نیک محمد خان مرحوم معتبر
 اور نمایاں شخصیت تھے۔ موصوف فہم و فراست میں نمایاں بے باک اور اعلیٰ صلاحیتوں کے
 مالک تھے۔ زندگی کا مقصد حصہ درس و تدریس کے شعبہ میں گزارا۔ ۱۹۳۰ء کی جنگ
 آزادی کے بعد محکمہ پولیس سے منسلک ہو گئے۔ ملازمت سے پولیس سارجنٹ کے عہدہ پر
 ریٹائر ہوئے۔ بعد ازاں سیاسی، سماجی اور فاعی کاموں میں مصروف رہے۔ اعوان برادری کے
 معاون و سربراہوں میں بھی قابل احترام مانے جاتے ہیں۔

مزید کی تیسری پشت میں رتن نام کا ایک شخص تھا۔ اس کے چنے لال کی دسویں
 پشت میں کالا کی اولاد نمایاں ۱۰۳۸ء ہے۔ کالا کے دو بیٹے فضل اور امام علی تھے۔ امام علی
 کی تیسری پشت میں کرم الہی کے دو فرزند صوفی محمد جمیل اور محمد منیر تاجر ہیں۔ جبکہ فضل
 کے بیٹے محمد دین کے فرزند محمد اعظم، محمد شریف اور محمد افسر ہیں۔ ان ملک ملازم ہیں فضل کے
 دوسرے بیٹے فقرو کا فرزند کمال خان ہے اس کا پوتا فوج میں حاضر سروس ہے۔

لال کے بیٹے سلیم کے فرزند ہاشم کے دو بیٹے لویا اور پیارا تھے۔ لویا کی پانچویں
 پشت میں قاضی حشمت علی ایک بزرگ جید عالم صاحب کشف و کرامت ہوئے ہیں۔ جن
 کا مزار کھروہ داخلی سر میں مراجع الخایق ہے۔ قاضی حشمت علی کے پوتے حاجی محمد اسحاق
 کھروہ سے نقل مکانی کر کے راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ حاجی محمد اسحاق کھروہ سے نقل
 مکانی کر کے راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ حاجی محمد اسحاق کے تین بیٹے ظہور شہزاد، زاہد حسین
 اور شوکت حسین عرصہ تیس سال سے قلم میں کشمیر اسلامک ایسوسی ایشن کے ناظم الامور ہیں

اور مختلف جمادی تنظیموں میں اپنی خدمات سر انجام دے رہے ہیں انہوں نے نمایاں
 مرکز میں ایک بڑی لائبریری قاضی حشمت علی کے نام سے قائم کر رکھی ہے جس میں
 حدیث، فقہ، مختلف اسلامی علوم اور تاریخی کتب کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ قاضی
 زاہد حسین نوجوان ہیں وہ صاحب علم، اثارہ قربانی کی زندہ تصویر اور سماجی اور فاعی
 کارکن کی حیثیت سے مشہور ہیں موصوف نے ذاتی خرچ پر نمایاں مرکز کے گرد و نواح
 میں قرآن پاک ناظرہ کے ایک درجن سے زائد مدرسے قائم کئے ہوئے ہیں جہاں
 سینکڑوں بچے اور چھیاں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ قاضی زاہد حسین نے
 قاضی حشمت علی لائبریری کے تحت حفظ قرآن کا شعبہ کھول رکھا ہے جس میں طلبہ کی
 تعداد روز افزوں ہے۔ حاجی محمد اسحاق اور ان کے دیگر بیٹے اس کار خیر میں معتدبہ حصہ
 لے رہے ہیں۔ ملک نذر محمد ڈائریکٹر محکمہ صنعت آزاد کشمیر ملک محمد رشید طاہر فی ایس
 سی ایڈیٹر مدرس ڈاکٹر سکندر اعظم سول میڈیکل آفیسر محکمہ صحت آزاد کشمیر، ملک
 آصف نیر ایم ایس سی ایگریکلچر ملک ثار احمد ثار مدرس اس خاندان کی چشم و چراغ ہیں
 اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۱۲۳۸ کھروہ میں ہے۔

پیارا کے بیٹے موقوف کی جملہ اولاد مالتی داخلی کمال صفحہ ۲۶۵ پر ہے۔ ملک
 محمد نوازی اے۔ فی ایڈ اور ملک خوشی محمد نمایاں ہیں۔ پیارا کے دوسرے بیٹے داہا کے
 فرزند محبت کے تین بیٹے ملاں صفحہ ۲۶۷ رقبہ گراں داخلی کمال، کوکا طحاوی صفحہ ۲۷۹
 اور روش علی ہڈیاں صفحہ ۲۸۱ داخلی چوکیاں میں آباد ہیں۔ مشہور ولی اللہ بلایا خیر اللہ جن
 کا مزار نمایاں میں مراجع الخلائق ہے کا تعلق بھی اسی خاندان سے بتایا جاتا ہے لیکن
 حضرت کی ولدیت اور شجرہ پردہ راز میں ہے مائی کوڑی جو بلہا ملاں ساکن گراں کمال کی
 بیٹی تھی مشہور ولی اللہ ہوئی ہیں اسی خاندان سے ان کا تعلق ہے ان کا مزار رقبہ بہیل
 داخلی کمال میں ہے۔ جہاں عقیدت مندوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔

لال کے بیٹے حکم کے فرزند مہرو کی اولاد نمب بہیل صفحہ ۲۶۶ پر ہے مہرو کے

پوتے پھولا کے چنے مدان کی اولاد دووان صفحہ ۳۱۳ میں ہے۔ مشہور صوفی بزرگ ولی اللہ حضرت سائیں فتح دین کا مزار دووان کے مقام پر باعث خیر و برکت خاص و عام ہے۔ حضرت کے مزار پر عقیدہ مندوں کا ہر وقت تانتا باندھا رہتا ہے۔ اس قبیلہ کے مشاہیر میں علماء دین مولانا دل حسین اور مولانا صادق حسین شامل ہیں بھولا کے دو چنے کو کی اولاد نبیل اور دوسرے چنے روشن علی کی اولاد بھی دووان میں ہے۔

رتن کا پیر راج کثیر الاولاد ہوا ہے۔ اس کے بیٹوں کی اولادیں پورے خطے میں موجود ہیں۔ راج کے چنے کو کے پوتے بھمدو کے تین فرزند تھے۔ جیتا اکھڑوٹ صفحہ ۲۳۵ پر درج ہے اس کے چنے اچھو اور مرید تھے اچھو کی اولاد میں ملک گلزار محمد فی اے فی ایڈریٹائزڈ ہیڈ ماسٹر اور صوبیدار محمد خان اور صوبیدار محمد نسیم معروف ہیں۔ جبکہ مرید کے پوتے بربان علی کے دو چنے خوشمال اور گلاب تھے۔ خوشمال کا بیٹا محبوب خان معروف ہے۔ گلاب کے دو چنے محمد آفتاب اور متاب ہیں۔ محمد آفتاب حکومت پاکستان کی وزارت خارجہ میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں اور اسلام آباد میں مقیم ہیں جبکہ محمد متاب بھی وزارت قانون میں ملازم ہے۔ بھمدو کا دوسرا بیٹا خیر اربہ بسوٹ صفحہ ۲۵۱ داخلی موضع سر میں ہے۔ ملک یعقوب معروف ہے۔ اور تیسرا بیٹا میر باز موضع بن چوکیاں صفحہ ۲۸ پر درج ہے۔ راج کے تیسرے فرزند عیسیٰ کی چھٹی پشت میں فضل محمد کی جملہ اولاد بگاہ ضلع کوٹلی میں آباد ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۳۵ پر درج ہے۔ عیسیٰ کی چوتھی پشت میں گھر کو نام کا بزرگ گھر کو ال قبیلہ کا جد اعلیٰ ہے۔ اس کی جملہ اولاد رقبہ بن داخلی چوکیاں میں آباد ہے گھر کو کے پوتے گلاب کے پانچ چنے محکم دین، صوبیدار دوست محمد، ملک شیر محمد، صوبیدار دین محمد اور ملک محمد خان مشاہیر ہیں۔ صوبیدار دوست محمد خان اور صوبیدار دین محمد نے جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا۔ صوبیدار دوست محمد کا بیٹا ملک گل زمان اور ملک شیر محمد کا بیٹا ملک سید احمد اس خاندان کی مشہور سیاسی اور سماجی شخصیات ہیں۔ ملک سید احمد کچھ عرصہ قبل انتقال کر

گئے۔ انا لله وانا علیہ راجعون۔ صوبہ اردوستان محمد کے چنے ملک گل زمان کا فرزند ملک طارق زمان شہدہ کبیرا کے منسلک ہواں کبیرا میں رہائش پذیر ہیں۔ ملک طارق زمان فی اے ای۔ سی۔ ایس کا دفتر انجمن گرامرٹکس کے نام سے راولپنڈی شہر میں مری رواج قائم ہے جہاں ۱۲ پتے پتے پر کبیرا گھ کا کام ہو رہا ہے۔ اس خاندان کا شجرہ صفحہ ۲۸ پر ہے۔

راج کے چنے امین کے تین فرزند شاہ نواز، علی بیگ اور دلچ تھے۔ شاہ نواز اور علی بیگ کی جملہ اولادیں صفحہ ۳۱۸ اور صفحہ ۲۸۸ گورنمنٹ میں درج ہیں۔ علی بیگ کی چھٹی پشت میں غلام محمد کا بیٹا والد محمد شریف مشہور سیاسی اور سماجی کارکن ہے متعدد بار لوکل کونسل کا ممبر منتخب ہو چکا ہے۔ ۱۹۶۳ میں ملوک پاس کرنے کے بعد پٹار مال کے طور پر کام کیا۔ کچھ عرصہ بعد نونج میں مہرتی ہو گئے اور بعد مولدار ریٹائر ہوئے۔ شاہ نواز کی اولاد میں قاری محمد شریف دین ان شریف گورنمنٹ میں مقیم ہے۔ جو عالم دین، سیاسی اور سماجی کارکن اور معتبر شخصیت کا مالک ہے۔ دلچ کے چنے عاقل کی آنسو میں پشت میں ظلیل کے تین چنے سمت، فضل اور محمود کی اولادیں کابل پڑی اور منوٹ میں صفحہ ۳۷ پر درج ہیں۔ دلچ کے دوسرے چنے جو ان کا فرزند جان محمد کی اولاد ابراہان دھڑہ داخلی چوکیاں میں صفحہ ۳۰۴ پر درج ہے۔ اس خاندان میں حاتی محمد حسین اور ملک عبدالغفار نمایاں شخصیات ہیں۔ جو ان کی چوتھی پشت میں مولانا بہاؤ الدین تاریخ ساز شخصیت تھے۔ وہ مولانا ملک حسام الدین کے دست راست تھے۔ مولانا اپنے وقت میں اعران قوم کے سیاسی ورہ حاتی بنیاد تھے۔ مولانا بہاؤ الدین کا بیٹا مولانا محمد حسین جید عالم اور عمر بھر درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک رہے۔ مولانا محمد حسین کے تین چنے ملک محمد مصطفیٰ پرنسپل کالج، مولانا محمد مرتضیٰ راولپنڈی شہر میں ایک جامع مسجد کے خطیب اور حکومت پاکستان کے محکمہ تعلیم سے بھی منسلک ہیں۔ ان کا تیسرا بیٹا طاہر بھی اسی جامع مسجد کی انتظامیہ سے منسلک ہے۔

تو ان کے دوسرے بیٹے کا نام رکھا ہے جو رکھیال خاندان کا مورث اعلیٰ ہے۔
 رکھا کی تیسری پشت میں مصری کے تین بیٹے سوہتا، تین اور بخارہ کی اولادیں سراں
 اور گراں دکھیاں داخلی کمال میں آباد ہیں۔ ملک محمد حمایت، ملک محمد سلیم، ملک محمد
 اور نس، ملک محمد سلیمان معترف شخصیات ہیں۔ ملک محمد سلیمان آزاد کشمیر کے محکمہ آؤٹ
 ایڈ ۱۹۱۸ میں اعلیٰ صوبہ پانچا میں جبکہ جانی ملک محمد حمایت کمال سے نقل مکانی کر
 کے راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ سوہتا کی پوتھی پشت میں ملک محمد بشیر فرنیچر کے وسیع
 کاروبار سے منسلک ہیں۔

مصری کا پوتا پوتا محمد ماجو ماں، پڑی صفحہ ۳۱۱ داخلی نیریاں میں آباد ہے۔
 مصری کے پانچویں بیٹے کا نام محمد دم تھا جس کے فرزند ذلولو کی جملہ اولاد دکھیاں صفحہ
 ۱۵۲۶۸ داخلی کمال میں آباد ہے۔ صوبیدار ملک محمد اد خان اور ملک محمد اشرف نمایاں
 شخصیات ہیں۔

راج کے بیٹے کلوی اولاد رقبہ بن آراں صفحہ ۲۸۸ داخلی چوکیاں میں آباد ہے۔
 کلوی تیسری پشت میں مومن اللہ کا پوتا کالو تھا۔ کالو کے فرزند ان میں جانی فضل الہی،
 غنی دین محمد سان گر داور مال اور غنی خان محمد پنداری مال معروف شخصیات ہوئی
 ہیں غنی دین محمد کے صاحب زادے محمد صدیق قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں
 ملازم ہیں ان کا پوتا اختر معترف شخصیات میں شمار ہوتا ہے۔ ان کا دوسرا پوتا انظر صدیق
 شعبہ کیمیا نرسے وابستہ ہے۔

راج کے پانچویں بیٹے کے بیٹے رحمت کے دو فرزند باز اور بارہو تھے۔ بازی
 اولاد سوہتا صفحہ ۲۷۹ اور بارہو کی اولاد رقبہ ڈوڈا داخلی چوکیاں صفحہ ۲۹۲ پر درج ہے۔
 راج کے چھٹے بیٹے سدا کے فرزند مونا اور ڈوڈا تھے۔ ڈوڈا کی جملہ اولاد اور مونا کے
 بیٹے غلام کے فرزند گنجا کی اولاد رقبہ بن صفحہ ۲۸۳ چوکیاں میں ہے راج کے ساتویں
 بیٹے سید کی اولاد گنجا سوہتا صفحہ ۲۸۳ چوکیاں میں ہے سید کی ساتویں پشت میں برہان

نان کے پانچ بیٹوں میں ملک عبدالحمید مشہور سیاسی اور سماجی کارکن ہیں۔ راج کے
 آٹھویں بیٹے نوجو کا پوتا عتورا تھا۔ عتورا کے دو فرزند باز اور سدا تھے۔ سدا کے تین بیٹے
 محمد بخش، متولی اور پاندی تھے۔

محمد بخش کے پوتے نوازش علی کے بھی دو فرزند لال اور برہان علی تھے۔
 صوبیدار میجر برہان علی (مرحوم) مشہور شخصیت تھے ان کے تین بیٹے جانی محمد اکبر،
 محمد اشرف اور عاشق حسین بقید حیات ہیں۔ متولی کے دو بیٹے فضل اور فتح محمد تھے۔ فضل
 کے بیٹے سید محمد کے تین فرزند حوالدار گل حسین، ملک خادم حسین اور ملک میر حسین
 ہیں۔ ملک امیر حسین مشہور ٹرانسپورٹ ہیں۔ حوالدار گل حسین سیاسی و سماجی کارکن سابق
 ممبر لوکل کونسل ہیں۔ یہ خاندان چوکیاں میں مقیم ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ
 ۲۹۰ اور صفحہ ۲۹۱ پر درج ہے بازی کی جملہ اولاد بن سوہتا صفحہ ۲۸۹ پر درج ہے راج
 کے نویں بیٹے میر کا پوتا ہدایت بخیزہ ضلع کوٹلی میں آباد ہے جبکہ میر کی نویں پشت میں
 متولی کی اولاد ماجو ماں پڑی صفحہ ۳۱۱ پر درج ہے۔ متولی کے بھائی نواب اور حیات کی
 اولادیں ماجو مان صفحہ ۳۱۰ نیریاں میں درج ہے اس خاندان میں صوبیدار گل باب دین
 معترف شخصیت مانے جاتے ہیں حیات کے بیٹے بھادر کے فرزند محمد دین اور فروز دین
 پڑی صفحہ ۳۰۹ نیریاں میں آباد ہیں۔

عبداللہ گولڑہ کی انیسویں پشت میں یلو نام کا بزرگ یلو ال قبیلہ کا بڑا اعلیٰ
 ہے۔ یہ خاندان گورہ میں مقیم ہے یلو کی چھٹی پشت میں صوبیدار محمد امیر خان سیاسی
 اور سماجی کارکن اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہے۔ موصوف نے اعمان و فیض فیڈریشن کے
 نام سے گورہ میں ایک تنظیم قائم کی ہوئی ہے جو اعمان اور ری اور عوام الناس کے
 باہمی تنازعات کو افہام و تفہیم کے ذریعے حل کرنے میں سرگرم ہے اور مثبت نتائج کی
 وجہ سے عوام میں کافی مقبول ہے۔

رداں ہیں۔ محکمہ تعلیم میں پروفیسر ہیں۔ موصوف منکر المزاج انسانی ہمدردی کے پیکر، کم گو اور اپنے فرائض کی منفرد کارگردگی کے مالک ہیں۔ اوقات فرصت میں درجنوں طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے کوشاں رہتے ہیں کسی بھی طالب علم سے فیس وصول نہیں کرتے۔ پروفیسر صاحب کی رہائش گاہ پر ایک فیض عام جاری ہے جہاں طلباء کی بڑی تعداد دن رات فیضیاب ہوتی رہتی ہے۔ اس خاندان کے حافظ ارشد حسین، حافظ مظہر حسین، حافظ شاہد محمود اور حافظ خورشید محمود کی تعلیم و تربیت پروفیسر موصوف کی دن رات محنت سے مکمل ہوئی ہے آپ سخاوت اور اتفاق فی سبیل اللہ میں بھی لاثانی ہیں۔ تحوٰہ کا میٹرز حصہ غریب طلباء کی نذر کر دیتے ہیں۔ آپ غیر شادی شدہ انفرادی زندگی گزار رہے ہیں۔

قادی کی چوتھی پشت میں مراد کے چار بیٹے مرید، جماعت، قاسم اور کمال تھے۔ مرید کا ذکر ہو چکا۔ جماعت کی اولاد صفحہ ۲۷۵ تراز کھل پر درج ہے۔ قاسم اور کمال کی اولادیں تراز کھل صفحہ ۲۷۶ پر درج ہیں۔ کمال کے بیٹے محمد علی کا ایک فرزند بوڑھا چنڈ گلی خواص صفحہ ۳۳۹ داخلی چوکیاں میں آباد ہے۔ قادی کی تیسری پشت میں کیسری کے دو بیٹے مراد اور مضا تھے۔ مراد کا ذکر اوپر ہو چکا۔ جبکہ مضا کی اولاد میں صرف ایک بیٹا کمال تھا۔ کمال کے فرزند محمد علی کے دو بیٹے تھے حیات بخش بھوگودی حل داخلی چوکیاں میں ہے اور مہر بخش کی جملہ اولاد بیلہ چنیر صفحہ ۳۵۶ داخلی پھگوانی میں آباد ہے۔ قادی کے بیٹے بھوگی کا ایک فرزند مہانموں تھا۔ مہانموں کی اولاد نالیاں صفحہ ۳۳۱ پر درج ہے اس خاندان میں حاجی نذیر اور حافظ محمد اشرف نمایاں ہیں۔ مہانموں کے پوتے سیٹل کا بیٹا کو پٹو چھی داخلی کمالہ میں آباد ہوا۔ کو کے دو بیٹے تھے۔ ماڈو کی اولاد پٹو چھی رقبہ کلس صفحہ ۲۵۶ پر ہے جبکہ دوسرے بیٹے دھنگ کی اولاد رقبہ منگر پوٹ داخلی نیریاں صفحہ ۳۱۵ پر درج ہے۔ دھنگ کی چھٹی پشت میں باغ لی کا ایک بیٹا ہے پروفیسر ڈاکٹر دل محمد ساجد عربی زبان میں پی ایچ ڈی ہیں۔ آپ نے

صرف ۳۵ سال کی عمر میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ پروفیسر کی ڈگری سے ایم اے تک اول پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ آپ کو آزاد کشمیر تعلیمی بورڈ کی جانب سے گولڈ میڈل، صدر پاکستان کی جانب سے خصوصی انعام، وزارت تعلیم پاکستان کی جانب سے نشان حیدر سکارشپ اور صدر حکومت آزاد کشمیر کی جانب سے خصوصی انعام اور ایوارڈ سے نوازا گیا۔ موصوف نے ”عربی گرامر قرآن کے حوالہ سے“ سے چار صد صفحات پر مشتمل تحقیقاتی مقالہ صرف چار سال کی قلیل مدت میں مکمل کر کے پیش کیا۔ ماہرین نے ڈاکٹر دل محمد ساجد کے مقالہ کو استقدر اہمیت دی کہ اسے فوری طور پر پی ایچ ڈی کے نصاب میں شامل کر لیا۔

ڈاکٹر دل محمد ساجد گونا گوں خوبیوں کے مالک ہیں آپ کم گو، منکر المزاج، پابند صوم و صلوات اور نیک و صالح مزاج کے حامل ہیں۔ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں آپ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے۔ آزاد کشمیر کی اموان برادری کی واحد اور ہمہ گیر فلاحی تنظیم الاموان ویلفیئر سوسائٹی کی صدارت کے فرائض بھی ڈاکٹر دل محمد ساجد ادا کر رہے ہیں۔ اس انجمن کی تعمیر و ترقی میں موصوف ہمہ تن مصروف ہیں۔

ساماں کے بیٹے قادی کے فرزند ماجو کی اولاد رکڑ کے رقبہ سرول میں آباد ہے۔ ماجو کی چوتھی پشت میں مراد قلی نام کا ایک شخص سرول میں آباد ہوا۔ سرول خالص جنگل اور ویران علاقہ تھا اس کی اولاد نے جنگل صاف کر کے زرخیز زمین سے بے حد فائدہ اٹھایا۔ مراد قلی دراز قد، محنتی اور خداداد صابحتوں کا مالک تھا اس نے سینکڑوں مویشی اور گھوڑے پال رکھے تھے۔ اس کا بیٹا فیض بخش بھی باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا۔ اس کا دوسرا بیٹا کرم بخش نعل مکانی کر کے راولپنڈی چلا گیا۔ فیض بخش نے گجر قوم کے افراد کو سرول میں مستقل آباد کیا جو پہلے ہی اس کے کاروبار میں معاونت کرتے تھے فیض بخش نے موضع ڈھک سے جمعہ ولد

بھنداکو اور متولی کے والد محمد بخش کو بھی چوکیاں سے بلا کر سرول میں آباد کیا جن کی اولادیں آج بھی سرول میں مقیم ہیں۔ متولی کی اولاد متوال مشہور ہے جن کا شجرہ نسب صفحہ ۳۵۴ پر ہے فیض بخش کے دو بیٹے چوہنر اور پیر بخش تھے پیر بخش کا بیٹا فضل دین بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ مہاراجہ کی تشکیل کردہ دیسی تنظیم کا ممبر تھا اس کا بیٹا خوشحال خان ایڈوکیٹ جیرہ میں وکالت کرتا ہے جبکہ خوشحال کا بیٹا محمد ایوب محکمہ مال میں تحصیلدار کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہے۔ خوشحال خان کے دوسرے بیٹوں میں محمد یعقوب اعوان پولیس میں ملازم ہیں اور محمد محبوب انقلابی کراچی میں وکالت کرتے ہیں اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۵۳ پر ہے۔

ساماں کا تیسرا بیٹا جیتا تھا۔ جیتا کے ایک بیٹے مدو کے فرزند بوڑا اور غریب تھے۔ کہتے ہیں بوڑا کے بیٹے سرگ نے ڈھک سے نقل مکانی کر کے سسالہ داخلی کمالہ میں سکونت اختیار کی اس کے بیٹے چب کی اولاد میں محمد محبوب انسپکٹر پولیس ہیں۔ سرگ کا دوسرا بیٹا چوہنر تھا۔ اس کی تیسری پشت میں نصر اللہ کا بیٹا میر باز، دوسرے بیٹے کالا کے فرزند کرم بخش کے دوسرے بیٹے پیر بخش کے فرزند شہامدو کی اولادیں رقبہ چترہ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲ داخلی موضع ڈھک میں آباد ہیں پیر بخش کا بیٹا دوست محمد سسالہ میں آباد ہے بوڑا کا دوسرا بیٹا مراد تھا۔ مراد کے بھی دو بیٹے تھے فقیر محمد سر صفحہ ۲۵۱ پر درج ہے۔ فقیر محمد کا بیٹا راجو بسوہ داخلی سر صفحہ ۲۵۱ پر درج ہے اس کی اولاد میں حوالدار محمد خان نمایاں ہے فقیر کے دوسرے بیٹے رحمت کا فرزند چوہنر رقبہ ڈھولان صفحہ ۲۵۵ داخلی پنچھی کمالہ میں درج ہے۔ حوالدار میر محمد نمایاں ہیں۔ رحمت کے پوتے جھنڈا کے دو فرزند بسوہ صفحہ ۲۵۰ سر اور دانار رقبہ کیری صفحہ ۲۶۳ داخلی کمالہ میں آباد ہوا۔ جھنڈا کے تیسرے بیٹے طوطا کے بھی دو بیٹے فضل اور کرم بخش تھے۔ فضل کی اولاد سر صفحہ ۲۴۹ پر ہے۔ جبکہ کرم بخش کی اولاد سسالہ صفحہ ۲۵۵ پر درج ہے۔ مراد کے دوسرے بیٹے مرزا کے بھی دو فرزند نور اور مدو تھے مدو کی اولاد سر سری

صفحہ ۲۵۳ پر درج ہے۔ جب کہ مدو کے پوتے فوجدار۔ فرزند محمد بخش کا نمبر ۱۱ رقبہ ہال، داخلی بارل صفحہ ۳۳۰ پر ہے محمد بخش قبیلہ شمالی مہارٹ میں ہے۔ محمد بخش کے پانچ بیٹوں میں سے دو بیٹے مولوی غلام محمد اور مولوی علی صاحب معروف شخصیات ہوئی ہیں مولوی غلام محمد المعروف کاماں کے فرزند غلام رسول کے بیٹے عبدالرؤف اور عزیز الحق محکمہ ڈاک میں پوسٹ ماسٹر ہیں۔ جبکہ تیسرا بیٹا میر احمد تاجر اور معتبر شخصیت ہیں۔ مولوی علی بہادر کے فرزند مولوی نور مصطفیٰ صاحب کشف اور فقیر بخش بزرگ تھے آپ کا مزار گونہ ضلع راولپنڈی کے ایک گاؤں میں مراعی الخلائق ہے۔ مولوی غلام مصطفیٰ کے بیٹوں میں عثمان غنی رقبہ صوبہ ہال میں میر عبدالحیہ صدر معلم ہائی سکول اور عنایت اللہ محکمہ آڈٹ و اکاؤنٹس میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے مولوی غلام مصطفیٰ کا چوتھا بیٹا عبدالحمید شاہین حکومت آزاد کشمیر کے مرکزی سیکرٹریٹ میں سیکرٹری کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں۔

نورا کے چار بیٹے شرفو، فتو، مستانہ اور عظیم تھے۔ نورانے اپنی جملہ اولاد کے ساتھ ڈھک سے نقل مکانی کر کے تراز کھل صفحہ ۲۷۵، داخلی کچھری کے مقام پر قیام کیا۔ شرفو کے تین پوتے دتو، فروز، اور جمو تراز کھل میں ہی مستقل ہو گئے دتو کے پوتے محکم دین محمد اقبال محکمہ مال میں گرد اور مال کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہے جبکہ شرفو کا پوتا بہاول اور نوراک کے دیگر بیٹے فتو، مستانہ اور عظیم موضع ہالیاں صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱ اور صفحہ ۲۴۲ پر مستقل ہو گئے۔ بہاول کے دو بیٹے رنگی اور اکا تھے۔ اکا نے ہالیاں سے منتقل ہو کر رقبہ اکھر و صفحہ ۲۴۶ داخلی سر میں سکونت اختیار کی جبکہ رنگی ہالیاں میں ہی آباد ہوا۔ فتو کے تین بیٹے غریب کرم دین اور بہاول تھے۔ کرم دین کے فرزندوں میں بیرونی کے دونوں بیٹے شمشت اور شمس الدین لاولد ہوئے۔ جبکہ بہاول نے رقبہ ناز داخلی کمالہ میں سکونت اختیار کی۔ بہاول کے بیٹے زمان کے دو فرزند فتح محمد اور فیض طلب ہالیاں میں مستقل ہوئے۔ دوسرے دو بیٹے فقرو اور فوجدار کے علاوہ بہاول کا

دوسرا پرنس اللہ دے تاز صفحہ ۲۵۸ میں ہی مستقل ہوا۔ اس خاندان میں ملک محمد یحییٰ بیگ بیگ، ملک محمد انور ٹرانسپوٹر اور صوبیدار محمد صدیق خان معروف ہیں۔ غریب کے چار بچے مدال، متولی، فضل اور سنگھ تھے جو رقبہ منوٹہ صفحہ ۱۷۱ اور اعلیٰ تالاوازی نیریاں میں آباد ہوئے۔ اس خاندان میں ملک وزیر محمد علی۔ اے بی ایڈ محکمہ تعلیم سے منسلک معتبر شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ مدال کی تیسری پشت میں ولایت خان بیگ آفیسر ہے جو راولپنڈی میں مقیم ہے۔ عظیم کے چار بچے محمد علی کے فرزند چوہڑا کے تین بچے اللہ دے گلاب اور فرزند تھے اس خاندان میں ملک عزیز الرحمن مدرس نمایاں ہیں۔ یہ خاندان تالیاں میں مقیم ہے۔

نورا کے چھ مہتاب کے تین فرزندوں میں علی، بارو، حشمت علی رقبہ کمرہ نالہ صفحہ ۲۵۹ اور صفحہ ۲۵۹ اور صفحہ ۲۶۰ داخلی کمالہ میں آباد ہیں۔ اس خاندان میں ملک محمد تاج، محمد نواز اور محمد مارس نمایاں ہیں۔ درجو تھے بچے پھلا کے دو فرزند دیوان علی اور کالا تھے۔ دیوان علی کی اولاد رقبہ مالھے نامتھیر صفحہ ۱۷۱ اور اعلیٰ نیریاں میں آباد ہے۔ صوبیدار سخی محمد اور ملک خضر محمود ملازم محکمہ مال نمایاں ہیں۔ کالا کے چھ بچے فتح دین کے تین فرزند ستار محمد فقیر محمد اور باغ علی تھے۔ فقیر محمد کے چھ بچے سید محمد، سلطان محمد، سلیمان، اسمعیل، محمد عارف اور محمد عالم ہیں۔ سید محمد کا پوتا برکت علی محکمہ تعلیم میں ملازم ہے محمد اسمعیل کا پوتا محمد رازاق برقیات میں کلرک ہے سلیمان کا فرزند خالق حسین فوج سے پٹنن پر ریٹائر ہو چکا ہے محمد عارف بیرون ملک ملازم ہے۔ ستار محمد لا اولاد ہوئے جبکہ فقیر محمد اور باغ علی کی اولادیں تالیاں میں مقیم ہیں۔ باغ علی کے کل پانچ فرزندوں میں سے تین میجر مختار احمد خان، ملک طفیل محمد خان اور ڈاکٹر کرمل امیر اکبر خان مشہور شخصیات ہیں۔ میجر مختار احمد خان ۱۹۴۰ میں میٹرک کرنے کے بعد فوج میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۴۵ء میں فوج سے سبکدوش ہوئے تو محکمہ ڈاک و تار سے منسلک ہوئے۔ ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی میں ان کا کردار بہت نمایاں تھا آپ کی

زیر کمان ۱۶ اگست ۱۹۴۷ء کو کوٹلی کے نزدیک سرحدوں سے چند دنوں تک باغ بڑھتی ہوئی ڈاکٹر فوج کی ایک کپنی کو جو تھیں۔ ان سے پرانی حالت میں تھی نہایت تازہ دیا۔ میجر مختار احمد مرحوم پابند صوم، صلوات اور صاحب شہت ہو گئے تھے۔ ایک نیرت، متوازن ہینڈول جسم اور ذہنی شخصیت کے مالک تھے۔ فوج میں جی سروس ہونے کے باوجود اپنے ساتھیوں اور ماتحت فوجیوں میں انتہائی محبوب تھے۔ جس لوگوں کے دلوں میں آج بھی مرحوم کی یادیں تازہ ہیں۔ ستمبر ۱۹۶۸ء میں فوج سے سبکدوش ہوئے تو راولپنڈی میں رہائش پذیر ہوئے۔ ان سے صوم بہت متعلق ہوئے۔ بالآخر جنوری ۱۹۸۳ء میں دل کا دورہ پڑنے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ آپ ۱۹۰۰ء میں پسماندگان میں عمر رسیدہ ہوئی چند سال پہلے انتقال کر چکی ہے۔ سونی باغ علی خان کا دوسرا بیٹا ملک طفیل محمد خان آزاد کشمیر کی مشہور سیاسی شخصیت تھے حیات ہے آپ ۱۹۹۰ میں مسلم کانفرنس کے نکت پر قانون ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہو چکے ہیں۔ کرنل ڈاکٹر امیر اکبر خان فوج میں جلد کی دسماریوں کے ماہر ڈاکٹر تھے۔ ۱۹۷۱ء میں بھارت میں تھے کہ ہندوستان کی قہر میں سعودی شہزادہ شہزادہ شہزادہ کیس۔ ۱۹۹۳ء میں سی ایم ایچ کھاریاں میں تعیناتی کے دوران دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ ملک طفیل محمد خان کے سات بچے ہیں۔ محمد جمیل سعودی عرب میں، شمس سر دسز میں ملازم ہے جبکہ نسیم اور شمیم آزاد کشمیر کی سرکاری ملازمت میں ہیں۔ محمد طفیل OGDC پاکستان میں ملازم ہے۔ طفیل محمد خان کے چھوٹے بھائی شیر محمد خان کا بیٹا فرزند خالد محمود پاکستان میں تعینات کاٹھیکہ رہے ملک طفیل محمد کا چھوٹا بھائی ملک محمد حیات شعبہ تعلیم ہے منسک مدرس ہے۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۲۴۱ پر درج ہے۔

جیتا کے چھ مہتاب کے دوسرے فرزند غریب کی پانچویں پشت میں سگری نام کا ایک شخص سگریال قبیلہ کا مورث اعلیٰ ہے۔ سگری کا ایک پوتا خلد تھا خلد کے چھ بچے ٹھاکرو کے تین بچے احمد، کا کو اور کوکا تھے ان تینوں کی اولادیں موضع نورہ صفحہ ۲۹۳ اور

۲۹۳ پر درج ہیں۔ البتہ احمد کے ایک بیٹے جھنڈو کے دو بیٹے محمد اور احمد علی رقبہ سموند صفحہ ۲۷۹ داغلی چوکیاں میں آباد ہیں احمد علی کے بیٹے شان کے فرزند محمد یوسف مرحوم معترف شخصیت تھے اس کا بیٹا ثار احمد محکمہ تعلیم میں ملازم ہے۔ بیٹھک اعوان آباد کے مشہور سیاسی و سماجی کارکن صوبیدار محمد زمان کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے لیکن اس کا شجرہ نسب دستیاب نہیں۔

جیتا کا دوسرا بیٹا ڈھنڈو تھا جس کے دو فرزند سہیب کوئی اور کالا تھے۔ کالا کی اولاد اکھروے صفحہ ۲۳۷ پر درج ہے جبکہ سہیب کوئی کی چوتھی پشت میں مرجو نام کے ایک شخص کے دو بیٹے زمان علی رقبہ سالہ صفحہ ۲۵۲ داغلی کمالہ میں آباد ہوا۔ اس کی اولاد میں صوبیدار محمد عالم سابق ممبر لوکل کونسل اور کمپین محمد یونس اور ملک محمد اکرم معروف شخصیات ہیں۔ مرجو کے دوسرے بیٹے مرزا کی اولاد رقبہ دیول صفحہ ۳۳۳ داغلی سہسہ ضلع کوٹلی میں آباد ہے اس خاندان میں ملک سید محمد معروف ہیں۔ مرزا کے ایک بیٹے محمد زمان کی اولاد موضع بلوہ علاقہ ڈڈیال میرپور میں آباد ہے۔ جیتا کا تیسرا بیٹا نیک محمد بھی سالہ صفحہ ۲۵۳ پر درج ہے۔ نیک محمد کا فرزند نردوج اور اس کا بیٹا شہاد محمد تھا۔ شہاد کی اولاد صفحہ ۲۸۸ میں داغلی چوکیاں میں درج ہے۔ شہاد کے بیٹے فروز کی جملہ اولاد گلہ داغلی نیریاں صفحہ ۳۱۳ پر درج ہے جبکہ شہاد کے دوسرے بیٹے یالا کے فرزند راج کے دو بیٹے امیر اور خیرا تھے۔ خیرا کی جملہ اولاد رقبہ بن صفحہ ۲۸۸ داغلی چوکیاں میں ہے اس کی تیسری پشت میں منگنا کی اولاد رقبہ ڈوٹکا صفحہ ۲۹۲ داغلی چوکیاں میں ہے۔ اس خاندان کے ملک محمد رزاق ایڈووکیٹ مشہور قانون دان ہتید حیات ہیں۔ منگنا کے بھائی ناصر کی تیسری پشت میں ملک محمد اسحاق خان سابق اے ای او نمایاں شخصیت ہیں اور محکمہ تعلیم سے منسلک ہیں اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۲۹۲ پر ہے اور امیرا کی جملہ اولاد موضع ڈھک صفحہ ۳۰۰ پر درج ہے۔

جیتا کا چوتھا بیٹا میر محمد کی اولاد کولالہ صفحہ ۳۲۶ اور چہڑ صفحہ ۳۲۶ داغلی

جیتا کا چھٹا بیٹا ۳۲۶ پنڈری میں ہے۔ مورہ نے چوہ سیدن شہوت میں مہائی کے چند مری میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہ قبیلہ مورہ نیال کے نام سے مشہور ہے۔ چوہ سیدن شہوت میں اس قبیلہ کے ایک جدی آج بھی موجود ہیں جو اسی فوجی مورہ کا رہنے والا ہے۔ مورہ میں اس قبیلہ کے ایک قبیلہ میں ملک اکبر حسین اہلے فی ایڈووکیٹ ملک مہ حسین ایڈووکیٹ معروف شخصیات ہیں۔ جیتا کا پانچواں بیٹا وزیر محمد موضع ڈھک صفحہ ۲۹۵ پر درج ہے۔ اس کی جملہ اولاد ڈھک میں ہی آباد ہے۔ سالانہ کے چوتھے بیٹے جگہ کے دو فرزند سانبلو اور مت تھے۔ مت کی اولاد منڈا سول صفحہ ۳۲۶ اور صفحہ ۳۲۲ پر درج ہے۔ اس خاندان میں حاجی غلام نبی مرحوم معترف شخصیت اور صاحب اور آک بزرگ تھے۔ حاجی غلام نبی کے والد غلام دین نے ۱۹۳۷ میں ڈوگرہ فوج سے دست برداری کے دوران دشمن سے ایک تلوار چھینی تھی جو نشانی کے طور پر اس خاندان کے پاس اب بھی موجود ہے۔ ۲۷ جون ۱۹۴۷ء کو غلام دین دشمن کے ساتھ ایک جھڑپ میں شہید ہو گئے۔ مت کی چھٹی پشت میں کاکو کی اولاد سردار صفحہ ۳۵۳ رگڑ میں مقیم ہے۔ مت کی چوتھی پشت میں ناصر تھا اس کے بیٹے غلام محمد کی جملہ اولاد موضع کھایت مری ضلع راولپنڈی میں آباد ہے سانبلو کے کبھی دو بیٹے رابو اور مکھن تھے۔ مکھن کی جملہ اولاد پھلوانی صفحہ ۳۵۶ پر درج ہے رابو کے دو فرزند باز اور انصاف تھے۔ انصاف کے چار بیٹے محمد علی، مستو، مست اور مہر تھے محمد علی کی جملہ اولاد چہڑ صفحہ ۳۲۶ اور مہر کی اولاد کولالہ صفحہ ۳۲۶ پر درج ہے مہر کی اولاد میں ملک زیارت حسین پوسٹ ماسٹر معروف شخصیت ہیں۔ انصاف کے بیٹے مستو کی جملہ اولاد نگر کوٹ کوٹلی صفحہ ۳۲۷ اور صفحہ ۳۲۸ پر درج ہے انصاف کا چوتھا بیٹا مست تھا جس کی جملہ اولاد ماگزلی اودھے صفحہ ۳۳۳ واقعہ چہڑو موضع کوٹلی میں آباد ہے۔ رابو کے دوسرے بیٹے باز کی جملہ اولاد رقبہ اکھروے صفحہ ۲۳۶ داغلی سر میں آباد ہیں۔ اس خاندان میں ملک اختر حسین مدرس معروف ہیں۔

نسب الصالحین
باب دوم
ہیں۔ فضل کے بیٹے حشمت علی کے فرزند لال دین کی اولاد مندرجہ ذیل صفحہ ۳۳۶ پر
درج ہے لال دین کا بیٹا محمد اعظم خلیفہ دربار نیریاں شریف تھے۔ انہوں نے رکڑ سے
نقل مکانی کی اور رقبہ اندروٹ داخلی مندرجہ ذیل سکونت اختیار کر لی۔ ان کے بیٹوں
میں مولانا غلام جیلانی صاحب علم اور معروف علما کرام میں شامل ہیں آپ انگریزوں کے
شر لندن کے مضافات ہائی وکیم کی جامع مسجد میں خطیب ہیں۔

عون قطب شاہ کے بیٹے عبداللہ گولڑہ کی بائیسویں پشت میں الحاج نور مصطفیٰ
میانوالی میں رہتے تھے۔ وہ بغرض سیر و سیاحت مع اہل و عیال تقریباً دو صد سال قبل
گھر سے نکلے اور رستہ پھلی ہزارہ مظفر آباد پہنچے۔ مظفر آباد میں مختصر قیام کے بعد بطرف
جنوب سفر جاری رکھا۔ موصوف کا یہ سفر دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر جاری رہا
لیکن انہیں اپنی پسند کا کوئی مقام ایسا میسر نہیں آیا جہاں وہ قیام کرتے۔ بالآخر پلندری کے
قریب دھار دھر چھ کے فلک بس پہاڑ جو خوبصورت مناظر اور مظاہر قدرت سے مالا
مال تھا کی چوٹی پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے یہاں سے چاروں اطراف حد نظر تک سلسلہ
کوہ قدرت کی تمام رعنائیوں کے ساتھ محو کر دینے والے نظارے پیش کر رہا تھا۔
چنانچہ موصوف نے اسی مقام کو پسند کیا اور یہاں ہی مستقل ہو گئے ان کے بیٹے حافظ اللہ
دہ کے دو فرزند امام علی اور نور بخش تھے۔ جن کی اولادیں دھار دھر چھ میں آباد ہیں
امام علی کے فرزند فضل الہی نے دھار دھر چھ سے نقل مکانی کر کے پلندری کے شرق
میں تقریباً بارہ میل دور موضع تالابازی میں سکونت اختیار کی۔ ان کے تین بیٹے ہیں۔
ملک محمد اشرف محکمہ تعلیم آزاد کشمیر سے وابستہ تھے اب پنشن پر ریٹائر ہو چکے ہیں
دوسرے بیٹے فوج میں ملازم تھے جو سبکدوش ہو کر زمینداری کے کام میں مصروف
ہیں۔ امام علی کا بیٹا صوبیدار خادم حسین سیاسی اور سماجی کارکن تھا جو فوت ہو چکا ہے اس
خاندان کا ایک نوجوان خالد حسین آزاد کشمیر یونیورسٹی سے ایم ایس سی میں گولڈ
میڈلسٹ ہیں اور محمد رازق محکمہ عدل و انصاف میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہیں۔ حافظ اللہ دہ

باب دوم
کے دوسرے بیٹے نور بخش کا واحد فرزند صوبیدار علی بہادر تھا جس کے چار بیٹے صوبیدار
اکبر حسین فوت ہو چکے ہیں کیپٹن اختر فوج سے فارغ ہو چکے ہیں اختر میک ضلع
پلندری کے ڈسٹرکٹ کورٹ میں ہیڈ کلرک اور الطاف حسین آزاد کشمیر ہائی کورٹ میں
سیکرٹری کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہیں الحاج نور مصطفیٰ کے دوسرے بیٹے ہمت کے دو فرزند
مستانہ اور غریب نواز تھے۔ غریب نواز کے بھی دو فرزند امیر علی اور ربان علی تھے
امیر علی کی اولاد میں ملک قربان علی کشن مال آزاد کشمیر کے دفتر میں عمرائے تھے وفات پا
چکے ہیں ان کا بیٹا ملک محمد طفیل عسکری بینک میں منیجر ہے۔ ملک قربان علی کا بھائی ملک
محمد یعقوب محکمہ مال میں تحصیلدار کے عہدہ جلیلہ پر فائز حاضر سروس ہیں۔ امیر علی
کے پوتے عبدالرحمن کا ایک فرزند ملک شوکت حسین فوج میں منیجر ہیں جبکہ امیر علی کا
ایک پوتا بینک منیجر ہے۔ امیر علی کے دوسرے بیٹے سید محمد کے چار فرزند ملک محمد نذیر
تاجر اور سیاسی و سماجی کارکن ہیں عبدالقیوم فوت ہو چکا ہے ملک محمد اسلم بینک میں منیجر
تھے ملازمت ترک کر کے راولپنڈی بار میں مشہور قانون دان ہیں۔ منجھایا محمد رمضان
بیرون ملک ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۲۹ اور صفحہ ۲۷۳ پر ہے۔

جہاں شاہ در یتیم کی اولاد آزاد کشمیر میں

عون قطب شاہ کا پوتا تھا جہاں شاہ در یتیم لی فی زنیب کے بطن سے تھا۔ اس کی چھبیسویں پشت میں سلطان نام کا ایک بزرگ دہتی، ضیال بالا مظفر آباد میں رہائش پذیر تھا اس کے دو بیٹے غلام محمد اور محمد تھے۔ محمد و کشمیر کی ڈوگرہ حکومت سے موصوف کے تعلقات کسی وجہ کشیدہ تھے چنانچہ موصوف نے اپنے ایک بیٹے محمد کے ہمراہ دہتی سے ہجرت کر کے چکار کے مقام پر سکونت اختیار کر لی لیکن وہ یہاں بھی قرار نہ پکڑ سکا۔ یہاں مختصر قیام کے بعد ساہی ریاست پونچھ کی تحصیل بلنہ کے مقام بیہشتی شریف میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہ وہی جملہ اولاد بیہشتی شریف میں آباد ہے۔ یہ وہی پوتا تھا جس میں گل افروز منصور بیک آفیسر بہ پانی ضلع باغ کے مقام پر تعینات ہیں۔ گل افروز منصور اعلیٰ تعلیم یافتہ اور اپنے قبیلہ کے سربراہ بھی ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۶ پر درج ہے۔ سلیمان کے دوسرے بیٹے غلام محمد کی جملہ اولاد پھر رہائشی سولیات کی تلاش میں ضلع مظفر آباد کے مقامات دہتی اعموان پٹی، چکو ٹھی، وادی اور ضیال بالا میں پھرتی۔ ان کا شجرہ نسب دستیاب نہیں ہوا۔

پونچھ کے جنوب اور جنوب مشرق میں

ککائی اعموان

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عون قطب شاہ کے بیٹوں عبداللہ گولڑہ اور مرمل علی ککائی کی اولادیں کثرت سے آزاد کشمیر میں موجود ہیں۔ مرمل علی ککائی کے بیٹے نواب علی کی دسویں پشت میں نادر نام کا ایک بزرگ تھا جس کے دو بیٹے حیات اور عدیم تھے حیات کے بیٹے لودی کے چار فرزند پالو، نیو، جتو اور بھو تھے۔ پالو کی دسویں پشت میں فتح محمد کے تین بیٹے فقیر، بھاول اور مند تھے فقیر اور بھاول کی اولادیں نالیان صفحہ ۲۳۸ پر ہیں جبکہ مند کی اولاد رقبہ منوہ صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۴ اعلیٰ تا باڑی میں ہے۔ حیات کے دوسرے بیٹے الہ دین کی نویں پشت میں صوبیدار محکم خان ایک معروف شخصیت بیسویں صدی کے امداء میں ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ موصوف ڈپلان کے بے حد پابند، ملٹری ٹریننگ میں بہترین صلاحیتوں کے مالک اور کارکردگی میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ انگلش کینڈ کالج موچھاؤنی واقعہ ساہی برٹش انڈیا میں مقبول اور ہر دل عزیز تھے۔ فوج سے سبکدوش ہونے کے کافی عرصہ بعد تراز کھل کے مقام پر فوت ہوئے وہاں ہی مدفون ہیں۔ ان کی تعزیت کے لئے سرینگر سے انگریز ریڈیڈنٹ تراز کھل آیا تھا۔ صوبیدار محکم خان کا ایک بیٹا فتح محمد سرفراز خان اپنے وقت کا ممتاز و معروف شخصیت کا مالک تھا۔ سرفراز خان کا فرزند محمد یسین اعموان سیاسی و سماجی کارکن مشہور ہے۔ ان کا ایک بیٹا جلیل ملک راولپنڈی شہر میں گھڑی سازی کے معروف پیشہ سے منسلک ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۲۷۳ پر ہے۔

نمبردار محمد یسین کا اظہار ہے کہ ان کے اسلاف قصبہ گولڑہ ضلع راولپنڈی

سے نقل مکانی کر کے موضع بڑا واقع کوئٹہ میں آباد ہوئے اور وہاں سے گوراہ میں منتقل ہوئے۔ صوبیدار صم خان گوراہ سے نقل مکانی کر کے تراز کھل اور تالابازی میں آباد ہوئے جبکہ اس خاندان کی کثیر تعداد گوراہ میں موجود ہے۔

لودی کے دوسرے بچے سنجو کی نوے پشت میں مرتب نام کا ایک بزرگ اصغر مرزا جہاں جو اجمان پٹی کے نام سے مشہور ہے اور ضلع انک پاکستان میں واقع ہے سے نقل مکانی کر کے موضع بریاء تحصیل کوئٹہ ضلع راولپنڈی پہنچا اور یہاں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس کے تین بچے قابل، ماموں اور موصول تھے ماموں اور قابل نے راولپنڈی بریاء سے ہجرت کر کے مقام کیری موضع کمال پونچھ آزاد کشمیر میں سکونت اختیار کر لی۔ قابل کے چار فرزند کبھی سیٹ تارو اور مندا تھے کبھی کاچیا جہاناد خان ۱۹۳۳ء میں نمبر دار دیر مقرر ہوا تھا۔ موصوف مشہور سیاسی اور سماجی کارکن تھا۔ جہاناد خان کا پوتا ملک محمد بسین تعلیم یافتہ سیاسی اور سماجی کارکن ہے اور تجارت کے پیشہ سے منسلک ہے۔ سنجو کی تیسری پشت میں الہی بخش کا پوتا سرگم موضع نارہ کوئٹہ راولپنڈی میں ہے جس کا شجرہ موصول نہیں ہوا۔

لودی کے تیسرے بچے جنو کی اولاد جنو ال مشہور ہے اس کی نوے پشت میں کرم بخش کے پانچ بچے شمش، چوہنزا، بھمدہ، مت اور محکم تھے۔ شمش کی جملہ اولاد رقبہ ٹری صفحہ ۲۵۲ داخلی سر میں درج ہے دوسرے بچے چوہنزا کی جملہ اولاد رقبہ بٹوہ صفحہ ۲۶۱ داخلی کمال میں ہے۔ اس خاندان میں مولانا نیک محمد اور ان کے فرزند حافظ محمد رشید معروف ہیں۔ چوہنزا کے پوتے محمد زمان کے فرزند ملک محمد آزاد خان محمد تعلیم سے منسلک نمایاں شخصیت ہیں۔ کرم بخش کے تینوں بیٹوں بھمدہ، مت اور محکم کی اولادیں بھی رقبہ بٹوہ صفحہ ۲۶۲ داخلی کمال میں ہیں۔ محکم کے پوتے فتح محمد کے فرزند ملک محمد بشیر تاجر پیشہ شخصیت ہیں۔ کرم بخش کا بھائی کا نام لیلہ تھا لیلہ کے بچے کالا کا فرزند حیدر تھا حیدر کے پوتا لال محمد کے فرزند صوبیدار میجر کمال خان

مجتہد شخصیت ہیں ان کا بھائی سلامت حسین جگر ہے۔ اسی خاندان کے لقب ذوالفقار حسین یہ ان ملک ملازم میں جنو کی ساتویں پشت میں درج کے ایک بچے جہاناد کے فرزندوں کرم بخش کا ذکر اوپر ہو چکا۔ درج کے دوسرے بچے محمد علی کی اولاد موضع نلی صفحہ ۳۳۲ ملاقہ بٹوہ ضلع کوئٹہ میں ہے۔ اس کا پوتا جہاناد کے دوسرے بچے جیتا، کھیا، ساہو اور مصری تھے جیتا کی اولاد رقبہ کوئٹہ صفحہ ۲۵۵ داخلی سر میں ہے۔ جیتا کی چھٹی پشت میں مولانا حافظ غلام رسول نہیں ہیں۔ جیتا کے بچے مستاک کے فرزند کوئٹہ جملہ اولاد رقبہ بہانکھ داخلی تالابازی میں ہے۔ اس خاندان میں ملک محمد اسحاق راولپنڈی میں مقیم پراپنی ڈیڑھ صاحب حیثیت ہیں اس خاندان میں مولوی نور محمد نمایاں ہیں۔ لالا کے دوسرے فرزند کھیا کے بچے قیاس کی اولاد موضع نلی صفحہ ۳۳۳ بٹوہ کوئٹہ میں ہے جبکہ دوسرے بچے منشا کی اولاد کاٹان صفحہ ۳۱۵ داخلی نیہاں میں آباد ہے۔ صوبیدار دیدار خان اس خاندان میں مسیحی شخصیت ہیں۔ لالا کے تیسرے بچے صاحبو کی اولاد رقبہ بہانکھ صفحہ ۲۷۰ موضع تالابازی میں ہے لالا کے بچے مصری کے دو فرزند کالا اور محمد علی تھے۔ کالا کی جملہ اولاد ذن نیہاں میں ہے محمد علی کے چھ بچے گرو، بہادر، نرا، بگا، مندو اور سمت ہوئے۔ ان میں کالا اولاد تھا جبکہ مندو کی اولاد موضع دیگوار نزد پونچھ شہر مقبوضہ کشمیر میں ہے۔ نرا کی جملہ اولاد موجودہ داخلی نیہاں میں ہیں۔ بہادر کی اولاد ذن نیہاں میں ہے۔ محمد علی کے بیٹوں میں گرو، شیشہ اولاد ہوئے ہیں ان کے بچے شفیع اور امام دین زینہ اولاد سے محروم رہے۔ گرو کے تین بیٹوں لال، فرمان اور لانا کی اولادیں رقبہ ماجو داخلی نیہاں میں آباد ہیں۔ گرو کے آخری تین بیٹوں حاجی اللہ دہ، بہان خان اور شیر خان کی اولادیں بھی ذن داخلی نیہاں میں آباد ہیں ذن کا نام اب مرشد آباد ہے۔ حاجی اللہ دہ کا ایک بچا حوالدار علی محمد خان ہے انہی کے تین فرزند حوالدار محمد مشتاق، ملک محمد نواز صدر معلم بانی سکول ہیں جبکہ تیسرا فرزند ملک محمد فاروق ایجوکیٹ معروف قانون دان ہیں۔

برہان خان کے دو بچے محمد حسین اور الیکٹر پولیس ریٹائرڈ برکت حسین ہیں۔
 برکت حسین فوت ہو چکے ہیں۔ گروہ کے ایک بچے شیر خان کے چار فرزند صومیدار
 سید محمد خان (ر)، صومیدار غلام نبی خان (ر) ملک محمد شریف ہیڈ کوارٹر پاکستان ریلوے
 اور حاجی ملک محمد امیر متحدہ امارات کی ریاست قطر کے ایئر فورس میں ایٹھنٹک کے
 عمدہ پر فائز رہے ہیں اور اب سیالکوٹ میں مقیم ہیں۔ صومیدار غلام نبی خان سیاسی اور
 سماجی کارکن ہونے کے علاوہ اس خاندان میں صاحب الرائے اور اعلیٰ فہم و فراست
 کے مالک مانے جاتے ہیں اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۱۶ پر درج ہے۔

ہولا کے باپ سلیم کے دوسرے بچے روشن اور طاہر تھے۔ روشن کی اولاد
 پھگوانی صفحہ ۳۵۳ پر درج ہے اور طاہر کی اولاد رقبہ سروان رکز صفحہ ۳۵۴ پر درج
 ہے۔ سلیم کا باپ بدی تھا۔ اس کے دوسرے بچے سابل اور فرید تھے۔ سابل کے پوتے
 جلی کے تین فرزند نور، فخر اور شیر تھے۔ نور کے دو بچے تاج محمد اور مرزا تھے تاج محمد
 کے پوتے ملا کے دو فرزند متولی اور شیر محمد تھے۔ شیر محمد کے پوتے موج دین کی اولاد
 ڈھک میں صفحہ ۲۹۹ پر ہے۔ موج دین کے پوتے مہاول کے فرزند نور دین اور لال
 دین تھے نور دین کے سات بچے تھے ان بیٹوں میں صومیدار خادم حسین معروف
 شخصیت تھے خادم حسین کے بیٹوں میں ملک محمد مشتاق نیشنل بینک آف پاکستان کے
 سنیئر منیجر ہیں آپ معروف سماجی کارکن بھی ہیں علاقہ میں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا
 جاتا ہے اور مرکزی تنظیم الاموان ویلفیئر سوسائٹی آزاد کشمیر کے جنرل سیکرٹری
 ہیں۔ ان کا دوسرا بیٹا ملک محمد ممتاز قانون دان ہیں لیکن اس پیشہ کو ترک کر کے پاکستان
 نیوی میں ملازمت اختیار کر لی ہے۔ ان کا تیسرا بیٹا محمد مختار پاکستان آرمی میں اور محمد افتخار
 اسلامی یونیورسٹی بھیرہ میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ لال دین کے بیٹوں میں
 مولانا نسیم اختر معروف کاروباری شخصیت ہیں جبکہ مولانا محمد حنیف رضوی جامع رضویہ
 انک میں خطیب ہیں۔ متولی کی اولاد رقبہ مالٹی صفحہ ۲۶۵، اعلیٰ کمالہ میں ہے شیر محمد کا

ایک دو محمد عثمان، اعلیٰ پوکیاں میں درسی ہے۔ نورانی دوسرے بچے نورانی کے
 تین فرزند بھوتہ، امات اور مری تھے۔ بھوتہ کے بھی تین بچے فیض علی، امیر نور کرم
 علی تھے۔ فیض علی کی اولاد نسب قبیلہ صفحہ ۲۶۶، اعلیٰ کمالہ میں آ رہی ہے۔

ایہ علی بھلا اولاد ۱۳۵۲ء صفحہ ۲۶۱، اعلیٰ پوکیاں میں ہے۔ امیر کے بچے
 نورانی پانچ فرزند علی بہادر، محمد حسین، محمد زمان، حاجی محمد اعلم اور محمد اوجاب عرف
 محسن ہیں۔ محمد حسین کے دو بچے امیر احمد اور ریاض احمد ہیں۔ امیر احمد سیاسی کارکن اور
 مائتھی شخصیت ہیں۔ جبکہ ریاض احمد کورٹنٹ کالج میں ماہر مضمون انگریزی ہیں۔ فرزند
 تاج محمد زمان کے فرزند مولانا حمیر احمد صاحب ہیں مولانا حمیر احمد
 صاحب علم بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے فارغ التحصیل ہیں۔ آپ نے
 یونیورسٹی ہذا سے ایم اے عربی امتیاز حلیت میں پاس کیا ہے۔ آپ روایت بلال کبیلی
 پاکستان کے مہذب اور اسلام آباد میں ایک مشہور جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ آپ جماعت
 اہل سنت پاکستان کی اسلام آباد تنظیم کے امیر بھی ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن اخبارات اور
 دیگر ذرائع ابلاغ میں آپ کے مضامین اور تقاریر سے عوام الناس مستفید ہو رہے
 ہیں۔ حاجی محمد اعلم سعودی عرب میں مقیم ہیں اور نرائسپورٹرز ہیں۔ حاجی محمد اعلم نے
 بینک اموان آباد کے مقام پر وسیع عوامی مفاد اور دیکھی انسانیت کے خدمت کیلئے ایک
 ہسپتال قائم کر رکھا ہے۔ کرم علی کے بچے رست علی کے پانچ فرزند غلام محمد، جعفر،
 برہان، محمد خان اور دلاور خان ہیں۔ جعفر کے تین بچے صومیدار حسن محمد، حوالدار محمد
 اسماعیل اور حکم داو ہیں۔ حاجی محمد اسماعیل کے فرزند حاجی محمد اکرم سعودی عرب میں
 ملازم ہیں۔ برہان کا بیٹا صومیدار عبدالحمین راولپنڈی میں مقیم ہے۔ اس کا دوسرا بیٹا
 حوالدار محمد صادق تجارت پیشہ ہے۔ غلام محمد کے بچے محمد حسین کے فرزند مولانا محمد
 سفیر علوی عالم دین راولپنڈی شہر میں ایک معروف جامع مسجد کے خطیب ہیں۔ اور
 پنجاب کے محکمہ تعلیم سے منسلک ہیں۔ دلاور خان کا بیٹا صومیدار امیر محمد افضل خان سے

اور دوسرا بیٹا حوالدار علی محمد سواں کیپ راولپنڈی میں مقیم ہیں۔ کرم بخش کے دوسرے دو بیٹوں شرف علی اور مصدر علی کی اولادیں بھی سیونہ صفحہ ۲۸۱ پر درج ہیں۔ مصدر علی کے تین بیٹے شیر، محمد خان اور ملک سنسار محمد معتبر شخصیت ہیں۔ محمد خان کے پانچ بیٹے محمد سوار، محمد اکبر، محمد مشتاق، صابر اور عارف ہیں۔ محمد مشتاق قانون دان ہیں راولپنڈی ڈسٹرک بار کے ممبر تھے قانون کا پیشہ ترک کر کے لندن میں مقیم ہیں۔

مرزا کے دوسرے بیٹوں امانت اور مرید کی اولادیں بھی سیونہ صفحہ ۲۸۲ پر درج ہیں۔ مرید کے بیٹے حیات بخش کے دو فرزند دتو اور بہادر تھے۔ بہادر کے پانچ بیٹے فقیر محمد، اللہ دت، بہان علی، طالع محمد اور محمد خان ہیں۔ فقیر محمد کا بیٹا کرم خان محمد ٹیلیفون اسلام آباد میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے۔ احمد خان جی ایچ کیو راولپنڈی ڈیفنس سروسز میں ملازم ہے جبکہ نور خان بیرون ملک مقیم ہیں ملک اللہ دت محکمہ جنگلات آزاد کشمیر میں تھاب پنشن یافتہ ہے اس کے دو بیٹے ملک دلیل خان ٹرانسپورٹرز اور ملک محمد اکرم ایم اے لی ایڈ محکمہ تعلیم میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے۔ حاجی بہان علی کے چار بیٹے محمد عالم، سلیمان، خادم حسین اور محمد یوسف ہیں۔ محمد یوسف پاک فضائیہ میں کمیشن آفیسر تھے ریٹائرڈ ہو چکے ہیں راولپنڈی شہر میں ایک پرنٹنگ پریس کے مالک ہیں ان کا بیٹا خالد محمود پاکستان آرمی میں کپتان ہے۔

ساہیل کے پوتے جی کے بیٹے نورانی اولاد کا ذکر مکمل ہوا۔ اس کے دوسرے بیٹے فخر کی جملہ اولاد سیونہ صفحہ ۲۸۶ پر ہے۔ جی کے تیسرے بیٹے شیر کی جملہ اولاد ملی اور چھوچھو ضلع کوٹلی میں ہے۔ اس خاندان کا اندراج صفحہ ۳۳۵ پر ہے۔

جنو کی چوتھی پشت میں بدی کے بیٹے فرید کا ایک فرزند امیر اتھا امیرا کے فرزند نھو کے دو بیٹے شاہ باز اور محمد علی تھے شاہ باز کی اولاد سیونہ صفحہ ۲۸۹ داخلی چوکیوں میں ہے جبکہ محمد علی کی جملہ اولاد رحیم آباد صفحہ ۲۹۵ پر ہے۔ محمد علی کے دو بیٹے

کرم بخش اور حیات تھے کرم بخش کا ایک بیٹا علی مردان تھا۔ اس کے چھ فرزند حسام الدین، نواب، ستار محمد، احمد، ملی اور فضل تھے ان میں مولانا ملک حسام الدین خان تاریخی شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا مکمل شجرہ نسب کتاب ہذا کے اہد میں درج ہے آپ نسب الاعوان کے مصنف اور اعوان قوم کے سیاسی اور مذہبی رہنما تھے۔ آپ کا مکمل تعارف کتاب ہذا کے اہد میں موجود ہے۔ مولانا ملک حسام الدین کے تین فرزند عبدالرحیم، محمد منیر اور محمد مقبول ہیں۔ ملک عبدالرحیم اعوان قوم کے معروف سیاسی اور سماجی رہنما تھے۔ آزاد کشمیر کی سیاست میں وہ ذہین و فطین شخصیات میں شمار ہوتے تھے موصوف ایک شعلہ بیان مقرر اور صاحب الرائے شخصیت کے حامل تھے۔ ملک عبدالرحیم ۱۹۷۳ میں ٹریفک کے ایک حادثہ میں انتقال کر گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔ ملک عبدالرحیم کا بیٹا ملک پرویز رحیم سابق ممبر ضلع کوٹلی پونچھ ہے۔ مولانا حسام الدین خان کا دوسرا بیٹا ملک محمد منیر راولپنڈی میں مقیم ہے اور تجارت کے پیشہ سے منسلک ہے ملک منیر کا بیٹا سراج الحق اخبار جنگ گروپ کے ایک انگریزی روزنامہ میں سب ایڈیٹر تھا۔ موصوف ملازمت ترک کر کے برطانیہ چلا گیا ہے مولانا کا مخلص بیٹا ملک محمد مقبول بیرون ملک ملازم ہے۔

کوٹلی کے دوسرے بیٹے لالو کے فرزند پھلڑ کے بھی دو فرزند برلاس اور طاہر تھے۔ برلاس کے دو بیٹے خیر محمد کی جملہ اولاد رقبہ ناز صفحہ ۲۶۰ داخلی کمالہ میں ہے جبکہ بوڑا کی ساتویں پشت میں پلا کے تین فرزند سیونہ صفحہ ۲۵۸ داخلی چوکیوں محمد شریف، محمد حیات اور محمد یوسف ہیں۔ محمد شریف فوج میں ملازم ہے۔ ملک محمد حیات ایڈوکیٹ مشہور قانون دان راولپنڈی ضلع پکھری میں وکالت کرتے ہیں۔ ملک محمد یوسف پیشہ صحافت سے وابستہ تھے۔ صحافت کا پیشہ ترک کر کے اب مردان صوبہ سرحد کے ایک کالج میں لیکچرار ہیں۔ لالو کے بیٹے پھلڑ کے فرزند طاہر کی تیسری پشت میں کھیرا کے دو بیٹے محمد بخش اور مراد بخش تھے۔ محمد بخش کی جملہ اولاد منور

صفحہ ۲۷۲ پر ہے۔ جبکہ مراد بخش کی جملہ اولاد تلی صفحہ ۳۳۵ علاقہ پنجبڑہ ضلع کوٹلی میں ہے۔ کوٹلی کے تیسرے بیٹے نور الہی کے دو فرزند فیض محمد اور محمد بخش تھے محمد بخش کی اولاد بھٹیواہ پلندری میں ہے۔ اس کا شجرہ موصول نہیں ہوا فیض محمد کے بھی دو بیٹے نادر اور جمعہ تھے جمعہ کی اولاد دھار دھر چھ پلندری میں ہے۔ شجرہ دستیاب نہیں ہے نادر کے پوتے یازا کے چار فرزند اللہ دتہ، فضل دین، شمس دین اور میر زمان پونڈھ صفحہ ۳۳۷ تحصیل سہنہ میں درج ہیں۔ شمس دین پونڈھ سے نقل مکانی کر کے اسلام پورہ صفحہ ۳۳۰ بارل میں آباد ہوا۔ فضل دین کے چار بیٹے خان محمد، گل محمد، غلام محمد اور محمد شیر تھے۔ خان محمد کا پوتا ملک محمد نواز تاجر ہے اور دوسرا بیٹا محبت حسین اعوان محکمہ مال میں گرو اور مال ہے۔ گل محمد کا پوتا حاجی محمد زمان اور صوبیدار محمد اشرف خان دیگر بھائیوں سے مل کر تجارت کرتے ہیں جبکہ منشی خان اور امیر انفر خان ہمہ کہنی سے منسلک ہیں۔

جو کے دوسرے بیٹے ڈھیزو کی جملہ اولاد رقبہ ماجو ماں صفحہ ۳۱۲ قلعاں میں آباد ہے۔ ڈھیزو کے بیٹے قادر کا فرزند میر دہا ہے اس کی اولاد میر ویشال مشہور ہیں اس خاندان میں ملک میر حسین سیاسی و سماجی کارکن اور تجارت کے پیشہ سے منسلک ہیں۔ مزمل علی کنگال کی پندرہویں پشت میں لودی تھا لودی کی پانچویں پشت بدی کا پوتا ساہل معروف سانولا موضع کمالہ کے رقبہ مانلی میں آباد تھا اس کی چوتھی پشت میں خواجہ نے پنڈھچھی میں سکونت اختیار کی اس کا پوتا ٹھلہ۔ نقل مکانی کر کے موضع سر کے رقبہ اکھروٹ کے نزدیک گلہ کے مقام پر آباد ہوا اس کی چوتھی پشت میں زمان علی نے یہاں سے سکونت ترک کر کے راولپنڈی شہر میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ زمان علی کا پوتا ملک فتح محمد اعوان مشہور قانون دان راولپنڈی بار کا ممبر تھا فتح محمد کے دو فرزند قیصر پرویز اور ناصر پرویز لندن میں مقیم ہیں قیصر پرویز ایک بینک کا منیجر ہے اور ناصر پرویز مشہور صحافی پاکستان کے مشہور انگریزی روزنامہ ڈان کے نمائندہ کی حیثیت سے

لندن میں مقیم ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۳۷ پر ہے۔ خواجہ کے دوسرے بیٹے فقیر کی چوتھی پشت میں پہلوان کے دو بیٹوں فتح محمد اور صوبیدار بیٹوں خان پنڈھچھی سے سالہ میں منتقل ہوئے فتح محمد کا پوتا محمد رشید ضیاء فی اے لی ایڈ محکمہ تعلیم میں سینئر ٹیچر ہے منیر احمد اور محمد حنیف سول ملازم ہیں۔ صوبیدار بیٹوں خان کے بیٹے محمد سلیم اور محمد عظیم پاکستان میں ملازمت کرتے ہیں۔ لودی کے چوتھے بیٹے بھٹو کی آنھویں پشت میں باغ نام کا ایک شخص تھا اس کے تین بیٹے فضل، جیم اور فیض بخش تھے فضل کی جملہ اولاد اکھروٹ صفحہ ۲۳۸ پر درج ہے اس خاندان میں ملک محمد اعظم اور ملک وزیر محمد ماہر تعمیرات ہیں اور سماجی کارکن بھی ہیں۔ فضل کے بیٹے محمد حیات کی اولاد ناز صفحہ ۲۵۸ موضع کمالہ پر درج ہے۔ باغ کے بیٹوں جیم اور فیض بخش کی اولادیں صفحہ ۲۵۷ اور صفحہ ۲۵۸ پنڈھچھی موضع کمالہ میں آباد ہیں۔

حیات کے بیٹے لودی کی اولاد کا ذکر تمام ہوا۔ حیات کا دوسرا بیٹا الہ دین رقبہ اکھروٹ صفحہ ۲۳۷ داخلی سرزمین آباد ہوا۔ الہ دین کے بیٹے خوشیا کی جملہ اولاد اکھروٹ میں ہے۔ خوشیا کی پانچویں پشت میں فتح دین کے دو بیٹے علی گوہر اور محمد اقبال تھے۔ علی گوہر کا پوتا محمد اسلم اور اقبال کا پوتا محمد بسیم نمایاں ہیں۔ خوشیا کی نویں پشت میں رمضان کا پوتا حافظ شہزاد احمد حال ہی میں کشمیر میں شہید ہو چکا ہے۔ دوسرے بیٹے خلیل کی دوسری پشت میں میٹھی کے تین فرزند میوہ تنگ یا دھگ اور عالی تھے۔ میوہ کی چوتھی پشت میں ڈھوڈا کے دو بیٹے جٹا اور مرتا تھے۔ جٹا کے تین بیٹے بھڈاری، قادر بخش اور کرم بخش تھے۔ بھڈاری کی جملہ اولاد پنڈھچھی صفحہ ۲۵۶ میں درج ہے۔ بھڈاری کے تین بیٹے قاسم علی، نادر علی اور رنگی تھے۔ قاسم علی کے پوتے ملک غلام حسین شمشیر علوی سیاسی و سماجی کارکن ہیں۔ بھڈاری کا تیسرا بیٹا حکیم رنگی خان حکمت میں ماہر تھے۔ ہزاروں لوگ ان کی دست شفا سے صحت یاب ہوئے۔ حکیم رنگی خان کے

واحد فرزند مولوی محمد عالم خان حکیم اور دوسرا امام تھے۔ مولوی محمد عالم کے بیٹے مولوی میر عالم حکمت کاکام کرتے ہیں درس نظامیہ کے سند یافتہ قاری ہیں۔ بابا بھڑاری فقیر منٹ نہایت سادہ زندگی گذراتے تھے وہ مشہور ولی اللہ بابا گودزی بادشاہ کے خلیفہ اور مرید خاص تھے۔ جنا کے دوسرے بیٹے قادر بخش اور کرم بخش کی جملہ اولاد پٹوچی میں ہی آباد ہے۔ کرم بخش کے بیٹے مدال کا فرزند صوبیدار موبتا خان معروف شخصیت تھے۔ صوبیدار موبتا خان تیس کی دہائی میں فوج سے پنشن پر ریٹائرڈ ہوئے اور آخر دم تک سماجی اور سیاسی کارکن کی حیثیت سے مشہور رہے۔

دھوڑا کا دوسرا بیٹا مٹالی صفحہ ۳۳۶ علاقہ سہنہ ضلع کوٹلی میں اور مرتا

کے پوتے پاپرد کا ایک بیٹا سیٹھ ماہیالہ راولپنڈی میں آباد ہوا۔

مٹنگی کے دوسرے بیٹے تنگ یادہگ کا اندراج رقبہ پڑی داخلی نیریاں صفحہ ۳۰۵ اور صفحہ ۳۰۶ پر ہے۔ تنگ کے دو بیٹے پیر اور جہاں تھے۔ پیرا کی چوتھی پشت میں دندانال کے بھی دو بیٹے کالا اور کلہ تھے۔ کلہ بخیرہ ضلع کوٹلی میں آباد ہے۔ جبکہ کالا کی جملہ اولاد پڑی میں آباد ہے۔ اس خاندان میں صوبیدار لال محمد خان معروف ہیں۔ تنگ کے بیٹے جہاں کی پانچویں پشت میں حشو کے چار بیٹے نادر علی، قاسم علی کڑکو اور تاتے۔ کڑکو کے بیٹے بیرونی کے فرزند ملک سید محمد راولپنڈی کینٹونمنٹ یارڈ میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں اور وہاں ہی مستقل رہائش رکھتے ہیں۔ متا کے بیٹے نواز شہ علی کا پوتا اورنگ زیب بیرون ملک ملازم ہے مٹنگی کے تیسرے بیٹے عالی کے دو فرزند بجا اور لاچہ تھے۔ لاچہ کی جملہ اولاد موضع کیری صفحہ ۳۵۷ داخلی پھلوانی میں ہے۔ بجا کی چوتھی پشت میں مراد بخش کے تین بیٹے مکھن، چوہڑا اور بانکا ہیں۔ جن کی اولادیں پڑی داخلی قلعوں میں آباد ہیں۔ چوہڑا کے پوتے ملک محمد رفیق سب انسپٹر پولیس پنشنر ہیں اور تجارت کرتے ہیں۔ سیاسی اور سماجی کارکن کے طور پر نمایاں حیثیت کے مالک ہیں۔

لاچہ کی چھٹی پشت میں ناصر نام کا ایک بزرگ تھا جس کے دو بیٹے طالع محمد اور فرمانہ تھے۔ طالع محمد کا بیٹا عبدالعزیز نمبر دار صاحب الرائے اور اعلیٰ شخصیت کا مالک بتید حیات ہے اس کے تین بیٹے شبیر احمد، عبدالحمید اور عبدالوہید ہیں۔ ملک عبدالحمید صدیقی سعودی عرب کے شہر مدینہ المنکرہ میں مقیم ہیں ہر سال حج کے موقع پر وہ بڑے پیمانے پر حجاج کرام کی رہائشی سولیات کا انتظام کرتے ہیں۔ درجنوں عمارات کو کرایہ پر حاصل کر کے حجاج کو مناسب کرایہ پر دیتے ہیں۔ ملک عبدالحمید صدیقی نہایت منکسر المزاج، پابند صوم و صلوة، خدمت حجاج بلکہ خدمت خلق سے سرشار اعلیٰ خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ناصر کے دوسرے بیٹے فرمانہ کے تین فرزند امیر محمد، محمد صادق اور محمد امین ہیں۔ امیر محمد کا بیٹا محمد انیس آزاد جموں کشمیر کے کشمیر، سیل میں ملازم ہے اور راولپنڈی میں مقیم ہے۔ محمد صادق کے پانچ بیٹے ہیں ملک محمد اصغر پاکستان ایئر فورس کے ریٹائرڈ ورائٹ آفیسر ہیں وہ راولپنڈی کے شہر کی مغل مارکیٹ میں ایک پرنٹنگ پریس کے مالک ہیں فرمانہ کے تیسرے بیٹے محمد امین کے بھی تین فرزند ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز احمد علوی محکمہ صحت عامہ آزاد کشمیر سے منسلک حاضر سروس ہیں۔

بجا کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام گلاب تھا جو گلاب قبیلہ کا جد اعلیٰ ہے گلاب کے دو بیٹے مرتا اور ملا تھے۔ ملا کی جملہ اولاد موضع ماجواں داخلی نیریاں صفحہ ۳۱۲ پر ہے۔ مرتا کے دو بیٹے ہنساور کالا تھے۔ یہ وہی کالا ہے جو فن کھگاری کاماہر اور بابا ملکو نالیوں کے فوجی شعبہ کا سربراہ تھا۔ جس نے مختلف لڑائیوں میں بابا ملکو کے ہمراہ اہم کردار ادا کیا۔ کالا کے تین بیٹے مور، حیات اور نواب علی تھے۔ مور کے چھ بیٹے فتح شیر، ملک شیر، پہلوان، مصاحب، بہمد اور مہیو تھے۔ مور کی جملہ اولاد پڑی مٹنگی گلہ صفحہ ۳۰۸ اور صفحہ ۳۰۹ داخلی نیریاں میں آباد ہے۔ حوالدار حاجی فقیر محمد مشہور سیاسی کارکن معروف ہیں۔ حیات اور نواب علی کی اولادیں ماجواں اور بیوٹ صفحہ ۳۱۰ داخلی نیریاں میں

آباد ہیں۔ مرتا کے چنے نس کے تین فرزند مراد بخش، بخش اور ہاشم علی تھے۔ ان سب بھائیوں کی اولادیں پڑی، دووان اور گلہ صفحہ ۳۰۶ اور ۳۰۷ داخلی نیریاں میں آباد ہیں۔ مراد بخش کے پوتے روشن دین کے فرزند فضل حسین معروف شخصیت ہیں۔

الدین کے فرزند سبزی کی آٹھویں پشت میں نورا کے بیٹے منگا اور دوسرے بیٹے غریب کے بیٹے کالا کی جملہ اولادیں مواضعات ناڑا اوزی، کاچرین اور چن شیر خان میں صفحہ ۳۲۳ اور صفحہ ۳۲۵ پر درج ہیں۔ جبکہ غریب کے دوسرے بیٹوں محمد بخش اور بھجو کی اولادیں گوراد میں ہیں۔ کالا کی پانچویں پشت میں بلو کے دو بیٹے مندو اور ملکو تھے مندو کی چھٹی پشت میں محمد سوار کے فرزندوں سے ملک محمد اسلم زرگر مشہور ہیں۔ مرکز منگ میں ایک جنرل، سنور کے مالک ہیں سماجی و سیاسی کارکن مشہور ہیں۔ بلو کے دوسرے بیٹے ملکو کے پوتے موم کے فرزند غازی مھمو خان تاریخ ساز شخصیت ہتھید حیات ہیں۔ جنگ آزادی کشمیر میں غازی مھمو خان اعوان کی دونوں آنکھیں ضائع ہو گئی تھیں۔ ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی شروع ہوتے ہی غازی مھمو خان سرگرم ہو گئے۔ ڈوگرہ فوجیں بھاگ کر شرپونچھ کے نزدیک مھمو اور ساتوال کی پہاڑیوں کے نزدیک ایک سرک میں مورچہ بند ہو کر تینوں اطراف سے گولہ باری سے آگ برسانے لگیں۔ غازی مھمو خان جو جوان مردی اور بہادری میں مشہور تھے ریٹکتے ہوئے ڈوگرہ فوج کے مورچہ نما اس مکان پر چڑھ گئے جہاں سے وہ مجاہدین پر گولہ باری میں مصروف تھے۔ مھمو خان کا پٹو گرنیدوں سے بھرا ہوا تھا اس مکان پر واقع چینیوں سے گرنیڈ انڈر پھٹنے شروع کر دئے جس سے درجنوں ہندو فوجی مر گئے۔ بقیہ جان چھا کر بھاگ نکلے۔ اب تمام اطراف سے مھمو خان پر بھی فائرنگ ہونے لگی کئی گولیاں ان کی ٹوپی اور کپڑوں کو پھاڑ کر نکل گئیں۔ دفعۃً ایک گولی مھمو خان کی بائیں آنکھ میں لگی اور دائیں آنکھ کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ تب یہ مجاہد اعظم گر پڑا۔ اسی دوران مجاہدین کی بڑی تعداد نے وہاں پہنچ کر اس مورچہ پر قبضہ کر لیا۔ غازی مھمو خان

اعوان کا یہ کارنامہ بے مثال ہے۔

حیات کے تیسرے بیٹے علی محمد کی اولاد رتوند دھڑہ صفحہ ۲۸۰ داخلی چوکیاں میں آباد ہے علی محمد کی سترھویں پشت میں بھولا کے تین بیٹے صوفی سلطان محمد اور گلزار محمد ہیں۔ صوفی سلطان محمد حکیم حاذق علاج معالجہ کے کام سے منسلک ہیں۔ آپ کے دست شفا سے ہزاروں لوگ صحت یاب ہو رہے ہیں۔ صوفی سلطان محمد سماجی اور سیاسی کارکن کی حیثیت سے بھی مشہور ہیں۔ حیات کا چوتھا بیٹا شادی کی جملہ اولاد منونہ سیال باڑی صفحہ ۲۷۴ داخلی نیریاں میں آباد ہے۔ شادی کی چودھویں پشت میں متولی کے چار فرزند شیر محمد، شیر عالم، دین محمد اور حیدر تھے۔ شیر عالم کے بیٹے دل محمد کے فرزند مقصود حسین محکمہ تعلیم سے وابستہ گورنمنٹ کالج میں ٹیچر ہیں۔ دین محمد خان کا بیٹا حاجی سنار محمد اور سنار محمد کا بیٹا محمد افضل تجارت پیشہ ہیں۔ ان کا دوسرا بیٹا صوبیدار فضل حسین ایم اے اسلامیات پشتر ہیں راولپنڈی کے ایک سکول کے پرنسپل ہیں۔ متولی کے بیٹے حیدر کے تین فرزند عقیل حسین، صوبیدار سید محمد شہید، اور مولوی محمد اسٹیل ہیں۔ ملک عقیل حسین سماجی کارکن اور اس کا بیٹا حاجی عبدالعزیز تاجر ہے۔ صوبیدار سید محمد شہید ایک بہادر اور باجرات فوجی افسر تھا اس نے کشمیر کے محاذ پر بہادری اور جان نثاری کے فقید المثال کارنامے انجام دئے موصوف کو ستارہ جرات کے اعزاز سے نوازا گیا۔ اس کی خدمات کے اعتراف میں ملتان کے علاقہ میں ایک مربع زمین بھی تھائی گئی۔ صوبیدار سید محمد شہید کا ایک بیٹا محمد حبیب سیاسی و سماجی کارکن ہے اور پیشہ تجارت سے منسلک ہے اس کا شجرہ نسب صفحہ ۲۷۲ پر درج ہے۔

نادر کے بیٹے حیات کی اولاد کا ذکر تمام ہوا۔ اب نادر کے دوسرے بیٹے عدیم کی اولاد کا ذکر درج ہوگا۔ عدیم کی دسویں پشت میں شاہ عالم کے دو بیٹے کڑو اور حسین علی تھے۔ کڑو کی جملہ اولاد کیری داخلی کمالہ صفحہ ۲۶۳ میں درج ہے۔ کڑو کو

کی جو تھی پشت میں کپتان بشیر احمد اور نذر محمد معروف ہیں نذر محمد نے یہاں سے نقل مکانی کر کے راولپنڈی شہر میں سکونت اختیار کر لی ہے۔ شاہ عالم کا بیٹا حسین علی موضع تالاباڑی صفحہ ۳۷۳ میں آباد ہوا۔ اس کے دو بیٹے بھاول دین اور اللہ دے تھے اللہ دے نے یہاں سے نقل مکانی کر کے دیول صفحہ ۳۳۳ علاقہ سمبہہ کوٹلی میں سکونت اختیار کر لی اس کی جملہ اولاد دیول میں آباد ہے۔

مزل علی کنگاں کی بیویں پشت میں حاجی الہ یار نام کا ایک بزرگ موضع تھاں پنڈ دادن خان میں رہائش پذیر تھا۔ وہ مع اہل و عیال ادا سنگی جج کے سلسلہ میں معہ المکرمہ تشریف لے گئے اور تسلسل کے ساتھ سات سال تک وہاں ہی مقیم رہے۔ وہ ہر سال فریضہ حج باقاعدگی سے ادا کرتے رہے یہاں ان کے تین بچے ہوئے دو چٹان میں ہی فوت ہوئے تیسرا بیٹا ان کے ہم سفر رہا۔ سات سال بعد وطن لوٹے تو کچھ عرصہ قیام کے بعد میر و سیاحت کی خاطر کشمیر کا رخ کیا اور مظفر آباد کے مقام پر پیر علاؤ الدین کی خانقاہ کے قریب سکونت اختیار کر لی۔ ان کے بیٹے محمد شفیع کے دو فرزند محمد عظیم اور سلطان محمد تھے محمد شفیع نے اپنے دونوں بیٹوں کے ہمراہ مظفر آباد سے نقل مکانی کر کے موضع دھمنی چہو ملحق راولا کوٹ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ محمد شفیع کے بیٹے محمد عظیم کی تیسری پشت میں حسین علی کا پوتا میجر محمد سلیم فوج سے بکدوش ہے۔ محمد شفیع کے دوسرے بیٹے سلطان محمد کی جو تھی پشت میں صوبیدار گل شیر خان دھمنی چہو میں آباد تھے۔ ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی میں موصوف نے گرم جوشی سے حصہ لیا۔ اس خاندان میں حاجی علی اصغر ایک متقی اور پرہیزگار شخص تھا آپ عمر بھر درس و تدریس کے محکمہ سے منسلک رہے ہیں۔ حاجی اصغر کا بیٹا محمد بشیر واپڈا پاکستان میں اعلیٰ عہدہ پر فائز رہا ہے۔ اس کا ایک فرزند محمد جمیل ایم ایس سی ایگریکلچر ایک زرعی سکول کا پرنسپل ہے اس کا دوسرا بیٹا میجر محمد ثقلیل پاکستان آرمی میں انجینئر کور میں حاضر سروس ہے۔ سلطان محمد کی جو تھی پشت میں محمد امین

کا پوتا عبدالتمین ایم ایس سی راولا کوٹ ایئر پورٹ پر شعبہ ٹریک کے سربراہ ہیں۔ حاجی علی اصغر کے بھائی محمد رفیق کا ایک بیٹا محمد افتخار بیرون ملک کاروبار کرتا ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۵۷ اور صفحہ ۳۵۸ پر درج ہے۔

سلطان محمد کے بیٹے فتح محمد کے تین فرزند نور عالم، عطا محمد اور بلوچ خان ضلع باغ میں باغ شہر کے متصل موضع کیاٹ میں رہائش رکھتے ہیں۔ بلوچ خان کا بیٹا صوفی خادم حسین مشہور سماجی اور سیاسی کارکن ہیں۔ عطا محمد کا بیٹا منیر العزیز درس و تدریس کے محکمہ سے منسلک ہے۔ منیر العزیز کا بیٹا زاہد اقبال ایم ایس سی ایگریکلچر اسلام آباد کے زرعی کالج میں ملازم ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۵۸ پر درج ہے۔ تاریخ اقوام پونچھ کے مطابق حاجی اللہ یار کی اولاد سے کچھ لوگ منگ بگری اور ارجہ میں آباد ہیں لیکن ان کا شجرہ نسب دستیاب نہیں۔

دور آپ راجی کا خود مختار علاقہ نالیاں

وادئی نالیاں کی ۹۹ فیصد آبادی اعران سرداری پر مشتمل ہے جبکہ اکثریت مصریال خاندان کی ہے۔ اس کے شمالاً جنوباً شرقاً غرباً جملہ دیہات کے وہ علاقے جو نالیاں سے ملحق ہیں میں بھی غالب آبادی اعران قوم کی ہے۔ زمانہ آپ راجی میں بابا مصری اور اسکی اولاد نے اس علاقہ میں اپنی سرداری قائم کی ہوئی تھی۔ ۱۸۳۷ء میں جموں و کشمیر کی ریاست ڈوگروں کو منتقل ہوئی تو یہاں بدولت اور اضیات کا انعقاد ہوا جس کے نتیجہ میں باقاعدہ انتظامیہ قائم ہوئی۔ مخالفین کی ساز باز سے بابا مصری کی قائم کردہ اس تنظیمی ریاست کو تقسیم کر کے ملحقہ علاقوں میں شامل کر دیا گیا۔ چنانچہ مصری کے پوتے مرہ کے فرزند ملک جو ملکوال قبیلہ کا جد اعلیٰ ہے اپنے چند بھائیوں کے ساتھ جموں پہنچا اور ممداراجہ کے ساتھ مل کر نالیاں گاؤں کی سرداری بحال کرانے میں کامیابی حاصل کی لیکن باقی علاقے واپس نہ ہو سکے۔

نالیاں کی آبادی کے ساتھ ساتھ گردو نواح کے علاقے بھی آباد ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ان علاقوں میں اعران قبائل زیادہ تعداد میں آئے اور یہاں ہی مستقل ہو گئے۔ زمانہ آپ راجی میں انہی علاقوں پر مشتمل بابا مصری نے اپنا خود مختار علاقہ قائم کیا ہوا تھا۔ اعران سرداروں نے احسن طریق پر نظام چلانے کیلئے مختلف علاقوں میں اپنے نائبین اور نمبردار مقرر کیے تھے۔ دستیاب معلومات کے مطابق سمیرمل میں شاہ باز، اکھرواد میں جیتا سر میں جھنڈا نامی اشخاص بطور نمبردار کام کرتے تھے۔ موضع کمال کے گاؤں ناند میں سانولا اور جنوب میں پنڈوچھی کے گاؤں میں جہاں اس ریاست کے نمائندے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ریاست کے نمائندے بھی تبدیل ہوتے رہے تاآنکہ ڈوگرہ ممد آجیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ محمد دین فوق نے تاریخ اقوام پر لکھے میں زمانہ

آپ راجی کے دور ان پونچھ کی تحصیل سدھوتی میں سدھن اور سدھن (اعوان) قبائل کے خود مختار علاقے قائم کرنے کا حوالہ دیا ہے۔ سید محمود شاہ آزاد نے تاریخ پونچھ میں زمانہ آپ راجی کا ذکر تفصیل سے کیا ہے اور لکھا ہے کہ خود مختار سرداروں نے کوٹ اور ڈپٹیوں کے نام پر قلعے تعمیر کر رکھے تھے جہاں وہ رہائش پزیر تھے اور تجارت کے فیصلے کرتے تھے نالیاں کے مرکز میں بھی ایک پہاڑی کا نام کوٹ ہے یہاں پر انی عمارتوں کے ٹکھنرات موجود ہیں نالیاں کی خود مختار ریاست کا مرکز یعنی کوٹ تھا۔

محمود شاہ آزاد نے خود مختار سرداروں کے متعلق دستاویزوں کے حصے جگر سوز واقعات اور اخلاقی قدروں کی پامالی کے متعلق حصے پہلوؤں کا بھی ذکر کیا ہے جو بے حد افسوسناک ہے۔ لیکن اعران سرداروں نے اپنے اپنے علاقوں میں اسلامی اصولوں کے تحت اعلیٰ اخلاقی معیار قائم رکھے ہوئے تھے جن پر وہ خود عمل کرتے تھے اور اپنی رعایا سے بھی سختی سے عمل کراتے تھے۔ اعران لوگ اللہ کی سر زمین میں تبلیغ اسلام کے مقدس مشن پر آئے تھے۔ اس لئے ان سے غیر اخلاقی اور غیر اسلامی حرکات سرزد ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

وادئی نالیاں اور اس کے گردو نواح میں ایسی قوتیں موجود تھیں جنہوں نے نالیاں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ملحقہ علاقوں میں ضم کر دیا تھا۔ لیکن بابا ملک نے اپنی سرداری بحال کرانی تو انہیں بڑا دکھ ہوا ان لوگوں نے بڑور شمشیر نالیاں پر قبضہ کرنے کی ٹھان لی اور یکے بعد دیگرے دو ناکام حملے کیے۔ ان حملوں کے دوران کچھ جلاکتیں بھی ہوئیں اپنی ناکامی سے پریشان ہو کر انہوں نے بابا ملک کو ہلاک کرنے اور نالیاں پر قبضہ کرنے کیلئے تیسرے حملے کی تیاری شروع کر دی جس کا علم بابا ملک کو ہو چکا تھا۔ بابا ملک نے اپنے دفاع کے سلسلہ میں فن گککا کے مشورہ ماہر اپنے پرانے ساتھی کالا ولد مرنا ساکن ہڑی و اعلیٰ نیریاں کی سرمدہی میں گککا کے ماہر افراد پر مشتمل ایک لڑاکا دستہ قائم کر رکھا تھا۔ گککا ایسے فن کا نام ہے جو لافنیوں اور سونوں سے وار کر کے دشمن کو

زیر کرنے کے عمل میں لایا جاتا ہے۔ گنکا کے ماہر تلوار کے بھی دھنی ہوتے ہیں اپنے مد مقابل پر آسانی سے فتح پاتے ہیں۔ جن لفین نے آخری حملہ آدھی رات کو کیا تاکہ سوئے ہوئے دشمن کو نیست و نابود کر دیں لیکن بابا لکو کے سپاہی چونکنا تھے۔ مختلف سمتوں سے لٹکار پر دشمن مختصر سی جھڑپ کے بعد پسپا ہو گیا۔ رات کے اندھیرے میں بھاگنے والوں کا تعاقب کیا گیا۔ ان میں سے کچھ لوگ سرحد پر واقع خالی مکان میں چھپ گئے جس کی گرد گھیر اڑال دیا گیا یہ مقام آج بھی تھانی کے نام سے مشہور ہے۔ صبح ہوئی تو پکڑ لیے گئے اور انہیں آئندہ حملہ نہ کرنے کے وعدہ پر معاف کر دیا گیا۔ عام حالات میں ایک دن کا سفر پیدل طے کرنے کے بعد نالیاں کے مرکز میں کامیاب ہونا مشکل کام تھا یہی وجہ ہے کہ حملہ رات کی تاریکی میں ترتیب دیا گیا جو دشمن کی ناکامی کا سبب بنا۔

کہتے ہیں نالیاں پر حملہ آور ہونے والے لوگوں میں نمبردار قمر علی خان کمال پیش پیش تھا۔ وہی افرادی قوت کو منظم کرنے اور نالیاں کو فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کرنے کی زبردست جدوجہد کرتا رہا ہے۔ مرحوم اچھی صلاحیتوں کا مالک اور نڈر تھا یہی وجہ ہے کہ اسے نالیاں کو بزدور شمشیر فتح کرنے کا حوصلہ ہوا لیکن ناکام رہا۔

بدھن اعموان اور مینس

۱۹۳۰ء کی دہائی میں جب ایک انتقال اراضی کے نفاذ کے نتیجے میں زراعت پیشہ اقوام کی فہرست میں درج ہونے کیلئے بعض اقوام کی صحت قوم کی تحریک زوروں پر تھی سابق ریاست پونچھ کے جنوب مغرب میں آباد بدھن قبیلہ کے بعض لوگ بطور اعموان صحیح ہونے کے جائے دوسری اقوام میں شامل ہو گئے۔ ان میں سر فہرست چند اشخاص ایسے تھے جو قوم مینس کے طور پر صحت ہوئے۔ ضلع پونچھ کے جنوب اور جنوب مغرب میں رہنے والے کچھ خاندان ایسے بھی ہیں جو یک جہتی ہونے کے

باوجود اعموان اور مینس اقوام میں تقسیم ہو گئے بلکہ بعض خاندان اس طرح تقسیم ہوئے کہ ایک بھائی اعموان ہے اور دوسرا مینس بن گیا اعموان قوم کے متعلق اس کتاب کی ابتدا میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اعموان عربی النسل اور حضرت علی شیر خدا کی اولاد سے ہیں جب کہ مینس قوم ہندوستانی الاصل اور ہندو اقوام سے متعلق ہے۔ محمد بن فوق نے تاریخ اقوام پونچھ کے صفحہ ۱۶۱ پر مینس قوم کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ”یہ قوم جس کے افراد کی تعداد تحصیل سدھنوتی اور مہنڈر کے مواضع (مہنڈر کے مواضع کی تفصیل نہیں لکھی) میں تین ہزار بتائی جاتی ہے۔ عرصہ تک تحصیل سدھنوتی میں بدھن قوم کے ساتھ رشتہ داری کی وجہ سے بدھن ہی مشہور رہی اور سرکاری کاغذات میں قوم بدھن ہی درج ہیں۔ مینس قوم کے ذی فہم افراد نے چند سال سے صحت قوم کی طرف حکام کی توجہ دلائی۔ چنانچہ مواضع سر، بساڑی، بریوٹ اور کمالہ میں صحت قوم کی وجہ سے اس قوم کے بعض اشخاص جو بدھن قوم میں شامل تھے اب مواضع مذکورہ کی جمع ہدیوں میں مینس لکھے جاتے ہیں۔“ وہ مزید لکھتے ہیں ”مینس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ یہ قوم راجپوت ہے یا کسی اور طبقہ سے اس کا تعلق ہے۔ راجپوت ہے تو کس کی اولاد سے ہے اس کے متعلق اس قوم کا میان ہے کہ وہ راجہ مل کے بیٹے خیر خان کے فرزند باسی خان کی اولاد سے ہیں جو کھیالہ ضلع جہلم جہاں جنجوعہ قوم کا اقتدار رہا ہے سے پونچھ میں آیا۔“ لیکن موصوف اس دعوے کو تسلیم نہیں کرتے کہ مینس قوم کے مورث اعلیٰ کا نام باسی خان ہے وہ کہتے ہیں کہ مینس قوم کے مورث اعلیٰ کا نام مینس خان یا مینسو خان ہو سکتا ہے۔ مینس قوم کے سلسلہ میں وہ تاریخ سیال کوٹ از مٹی امین چند مطبوعہ ۱۸۶۷ء جو سیال کوٹ کے بدوہست اراضی کے متعلق ہے کا سہارا لیتے ہوئے جات اقوام کے ذیل میں مینس قوم کے ذکر میں لکھتے ہیں یہ قوم بھی جنجوعہ راجپوتوں میں سے مثل قوم گھمن کے ہیں اور یہ کہ لفظوں کے تغیر و تبدل، ہیر پھیر اور بہرورد ایام و مینس سے بدل کر مینس مشہور گیا۔ اس لئے ہم مینس کو مینس اور مینس کو مینس تسلیم

کر لینے میں حق جانب ہیں۔ تاریخ سیال کوٹ کے مصنف نے ونیس یا مینس کو جنجوعہ راجپوت تسلیم کیا ہے اور پونچھ کی مینس قوم کا دعویٰ ہے کہ وہ راجہ مل کی اولاد سے ہے اور جنجوعہ راجپوت ہے۔

منشی امین چند لکھتے ہیں کہ مسمیٰ ونیس فروز شاہ بادشاہ کا ملازم تھا اور اسی کے ہمراہ سیالکوٹ آیا جس سے قوم ونیس چلی۔ یہ قوم مواضعات کورز، چک، خانہ، ہردو مینس اور دہندل میں آباد ہے۔ سیالکوٹ میں ہردو مینس نامی گاؤں اسی کے نام سے موسوم ہے لیکن تاریخ فروزشاہی از ضیاء برنی کے حوالے سے فوق صاحب تاریخ اقوام پونچھ کے ۱۶۵ پر لکھتے ہیں کہ فیروز شاہ ۷۵۲ھ سے ۷۹۹ھ تک تقریباً چھ صد سال پہلے ہندوستان کا بادشاہ تھا وہ کبھی سیالکوٹ نہیں آیا البتہ اس کی اولاد سے کوئی شخص پونچھ آیا ہو گا۔ جس سے مینس قوم چلی۔ فوق صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ مینس قوم کے داخلہ پونچھ کے زمانہ کا تعین بہت دشوار ہے۔

محمد دین فوق صاحب جنجوعہ قوم کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جنجوعہ اپنا نکاس پانڈو کی اولاد سے بتاتے ہیں اور وہ جنجوعہ خاندان کا سب سے بڑا بزرگ راجہ مل کو تسلیم کرتے ہیں تاریخ اقوام پونچھ کے صفحہ ۱۶۸ پر وہ مزید لکھتے ہیں۔ کہ راجہ مل ۹۸۰ کے قریب جو دھپور یا قنوج سے نقل مکانی کر کے نواح جہلم میں آیا اور ایک موضع راج گڑھ کے نام سے آباد کیا جس کا نام بعد میں اس کے بچے جو بد نے کھیلا رکھا جو اب ملوٹ مشہور ہے۔ اسی راجہ کے زمانہ میں محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو راجہ مل لڑائی میں شکست کھا کر اسیر ہونے کے بعد اپنی جان چانے اور اپنے ملک کی بادشاہی دوبارہ حاصل کرنے کیلئے مسلمان ہو گیا۔ جنجوعوں کے قول کے مطابق راجہ مل جب مسلمان ہوا تو اس کے پانچ فرزند جو ان تھے جن میں باسی خان (جد اعلیٰ قبیلہ مینس) کا

باپ سیر بھی تھا۔

یاد رہے کہ اعموانوں کے آنے سے پہلے پونٹھوار کا علاقہ جو سون سیکس سے مری کی پہاڑیوں تک پھیلا ہوا ہے جنجوعہ قوم کے سرداروں کے قبضہ میں تھا۔ جنجوعہ راجپوت واضح تاریخی پس منظر اور مضبوط روایات کی حامل قوم ہے۔ فوق صاحب کے مطابق جنجوعوں کا بیان ہے کہ جنجوعہ لفظ جنجو یعنی زبار سے نکلا ہے جو راجہ مل اور دیگر ہندو پستے تھے اب ہندوؤں میں زبار کا پہننا لازمی ہے۔ زبار اس دھاگہ کو کہتے ہیں جو ہندو گلے اور بغل میں باندھتے ہیں۔ عیسائی، مجوسی اور یہودی بھی ایک دھاگہ کمر میں باندھتے تھے اسے بھی زبار کہا جاتا ہے۔ جنجوعے کہتے ہیں کہ راجہ مل نے جنجو توڑا تھا تو اس کی اولاد جنجوعہ کہلانے لگی لیکن اس میں نبض مصغین کو اختلاف ہے۔ مصنف راجپوت گو تیں لکھتا ہے کہ مل کے ایک بچے کا نام جو بد تھا جو بڑا کر جنجوعہ ہو گیا۔ ایک انگریز مصنف برانڈر تھ کا بیان ہے کہ راجہ مل کے دوسرے بچے سیر کی اولاد جنجوعہ کہلاتی ہے۔ قبل ازیں ہم لکھ چکے ہیں کہ مینس قوم کے مطابق وہ سیر خان کے بچے باسی خان کی اولاد ہیں اگر برانڈر تھ کی دلیل کو تصحیح تسلیم کر لیا جائے تو مینس اور جنجوعے ایک ہی شخص کی اولاد ہیں۔

تاریخ اقوام پونچھ کے مطابق پونچھ کے جنجوعوں کی آبادی صرف تحصیل مہنڈر کے دیہات لسانہ، پٹھانہ تیر، اڑی، کلہویہ، کونان، ملکویہ، نرول، بول، سلواہ، بحیرہ، کالان، میدان، گورمانی، ناڑ اور علاقہ سورن میں ہے۔ لیکن ان دیہات میں مینس قوم کی موجودگی کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ البتہ سورن گوہلڈ، اڑی، کلہویہ، ملکویہ اور چند دوسرے دیہات میں کھوکھر اعموانوں کے کچھ

خانہ ان موجود ہیں۔ جو ملک یا قریبی کھلاتے ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ضلع پونچھ کے دیہات سر، کمالہ، بساڑی، بریوٹ، نیریاں، رکڑ اور انہاری کے علاوہ پورے پونچھ، باغ اور مظفر آباد میں ہمیش قوم موجود نہیں۔ ضلع کوٹلی کے دیہات رولی، فکوش، کزتی، اشکیالی اور چوکی وغیرہ میں دیگر اقوام کے ساتھ ہمیش آبادی بھی موجود ہے اور میر پور میں میر پور شر سے چک سواری تک پچیس میلوں کے پورے ہلٹ میں میر پور ڈیم کے کنارے واقعہ دیہات اور شہروں میں جٹ، چپ، اعوان، گوجر اور دیگر اقوام کے ساتھ ساتھ ہمیش قوم کی کثیر آبادی موجود ہے۔ علاقہ جاتلاں میں ساٹھ ستر گھروں پر مشتمل ایک پورا ہمیش نامی گاؤں میں خالص آبادی موجود ہے جبکہ صرف ایک سو گز کے فاصلہ پر بدر گاؤں جو دو اڑھائی صد گھروں پر مشتمل ہے خالص اعوانوں کی آبادی ہے یہاں ہمیش اور اعوان اقوام کے باہمی روابط نہایت دوستانہ اور برادرانہ ہیں۔

اگر پونچھ کی ہمیش قوم کا یہ دعویٰ درست تسلیم کر لیا جائے کہ باسی خان گڑھ کھیالہ سے پونچھ آیا جس سے ہمیش قوم چلی تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پونچھ سے ہی کچھ لوگ کوٹلی، میر پور اور سیالکوٹ گئے ہوں گے۔ لیکن حقائق اور واقعات کی روشنی میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی تاریخی شہادت یا حوالہ بھی دستیاب نہیں کوٹلی اور میر پور میں ہمیش ایک اعلیٰ درجہ کی ترقی یافتہ قوم ہے نیز وہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اس لئے قرین قیاس ہے کہ پونچھ سے ہمیش بلکہ ہمیش قوم کی ابتدا میر پور یا سیالکوٹ وغیرہ سے ہوئی ہوگی اور ممکن ہے وہاں سے صدیوں بعد کوئی شخص پونچھ آیا ہو۔ جس کی کوئی دستاویزی شہادت موجود نہیں۔

تحقیق الاعوان کے مصنف خواص خان نے اعوانوں کی کل ۸۳ گوتوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں ہمیش قوم کو بھی اعوانوں کی ذیلی گوت بتایا ہے لیکن اسکی کوئی وجہ نہیں لکھی نہ ہی کوئی تاریخی حوالہ دیا ہے۔ محمد دین فوق نے بھی ہمیشوں کو اعوانوں کی مشہور گوت بدھن میں شامل کیا ہے۔ موصوف نے لکھا ہے کہ پونچھ کی صرف دو تہائی تحصیلوں سدھنوتی اور مہنڈر میں ہمیشوں کی آبادی ہے۔ تحصیل مہنڈر کا غالب حصہ مقبوضہ کشمیر (پونچھ) میں ہے۔ اس تحصیل کے جو چند دیہات آزاد کشمیر میں شامل ہیں ان میں اعوان تو موجود ہیں لیکن ہمیش آبادی موجود نہیں۔ البتہ سابق تحصیل سدھنوتی کے دیہات سر، کمالہ، بساڑی، بریوٹ، نیریاں، رکڑ، اور انہاری وغیرہ میں ہمیشوں کی آبادی موجود ہے۔ تعجب ہے کہ درج بالا دیہات میں بدھنوں اور ہمیشوں کی آبادی تین تین ہے جہاں کہیں بدھن اعوان ہیں وہاں ہمیشوں کی کچھ نہ کچھ آبادی ضرور موجود ہے۔ اس علاقہ میں ہمیش اور اعوان صدیوں سے ایک جان دو قالب کے طور پر رہتے رہے ہیں ان میں باہمی رشتے ناطوں کی روایات اس قدر گہری اور ہمہ گیر ہیں کہ ان میں پہچان بھی مشکل ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آبادی میں پھیلاؤ کی وجہ سے ان روابط میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن یہ امر ہنوز تاریخ کے دبیز پردوں میں مخفی ہے کہ اگر پونچھ کے ہمیش باسی خان یا ہمیش خان کی اولاد ہیں اور گڑھ کھیالہ ضلع جہلم سے براہ راست پونچھ میں وارد ہو کر یہاں ہی آباد ہوئے تو اپنے تسلیم شدہ اور معروف قومی تشخص کو یکدم بھول کر بدھن قوم میں کیوں اور کیسے گم ہوئے انہیں صدیوں تک اس کی خبر تک کیوں نہ ہوئی اور بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں انہیں یکایک یہ خیال کیسے آیا کہ وہ بدھن نہیں بلکہ ہمیش ہیں۔ ایک اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ تحقیق

الاعوان کے مطابق ۴۱۲ھ مطابق ۱۰۲۷ء تک شمالی پنجاب کا سارا علاقہ جو پوٹھوار مشہور ہے۔ عون قطب شاہ اور اس کی اولاد کے ہاتھوں فتح ہو کر سلطنت غزنویہ میں شامل ہو چکا تھا تو یقین سے کہا جاسکتا ہے۔ کہ راجہ مل اسی دور میں مسلمان ہوا ہے اس لحاظ سے راجہ مل کا پوتا بنس المعروف بنس یا باسی خان سیال کوٹ نہیں گیا وہ تقریباً ایک ہزار سال پہلے پونچھ آیا ہوگا۔ جبکہ اعوان لوگ جو بدھن مشہور تھے تقریباً پانچ چھ صد سال بعد پونچھ میں وارد ہوئے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدیوں پہلے آباد شدہ واضح روایات کی حامل قوم نو وارد لوگوں میں کیسے خلط ملط ہوئی کہ اپنا تشخص ہی کھو بیٹھی۔ اس سلسلہ میں بنس قبیلہ کے بعض صاحب الرائے اور دانشور حضرات سے بات ہوئی تو زیادہ تر لوگوں نے خاموش رہنا بہتر سمجھا۔ چند حضرات نے بات کی بھی تو نامکمل۔ بہت سے لوگوں نے اس مسئلہ کو نہ چھیڑنے کا مشورہ دیا تقسیم شدہ خاندانوں کے اعوان دانشوروں سے پوچھا گیا تو وہ بھی تقسیم کے محرکات کی نشاندہی نہ کر سکے۔ ان سوالوں اور ایسے کئی ممکنہ سوالات کا جواب تلاش کرنے کیلئے اعوان اور بنس دونوں قوموں کے اہل قلم حضرات اور صاحبان دانش و ہنیش کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے اور ان اسباب و علل کا پتہ لگانا چاہیے جس کی وجہ سے خون اور دودھ کے رشتوں سمیت معاشی، معاشرتی، خاندانی، مجلسی قدروں اور جملہ دیگر روایات میں ایک ہونے کے باوجود اعوان اور بنس دو ایسی قومیں بن گئیں جن میں مشرق اور مغرب کا بعد ہے۔ تقسیم شدہ خاندانوں کو اس سلسلہ میں خصوصی دلچسپی لینا چاہیے۔ ان دانشوروں پر لازم ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کی کم از کم تین احادیث جن کا ذکر کتاب ہذا کے شروع میں ہو چکا ہے کی روشنی میں تحقیق و جستجو کے ذریعے صحیح اور بے لاگ تاریخی حقائق کو صفحہ

قرطاس پر لا کر اس تاریخی ایہام کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہم ایسا کرنے میں ناکام رہے تو مستقبل کا مورخ ایسے معنی حقائق کو منظر عام پر لانے میں یقیناً کامیاب ہو گا۔

تحصیل پندری کی یونین کونسلوں سیزن لیاں اور کبالہ کے دیہات میں آباد بنس قوم کے دو مشہور قبائل کھنڈ اور تالال آباد ہیں۔ یہ دونوں قبائل اپنا اپنا خاندانی پس منظر رکھتے ہیں۔ ان پر تحقیق ہونی چاہیے تاکہ اس کے اسلاف کے متعلق واضح حالات منظر عام پر آسکیں۔ بنس صاحب قلم حضرات کو اس سلسلہ میں خصوصی دلچسپی لینا چاہیے۔ ان قبائل میں نیک سیرت صاحب علم اور باصلاحیت لوگ موجود ہیں۔ جو اس کام کی بطریق احسن تکمیل کر سکتے ہیں۔

پونچھ کے صد قال

صد قال قبیلہ کی زیادہ تعداد راولا کوٹ اور اس کے نواح میں آباد ہے اور قاضی کے لقب سے مشہور ہیں اس قبیلہ کے لوگ پلندری اور ضلع باغ کے مختلف علاقوں میں بھی موجود ہیں۔ تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ اس قبیلہ کا تعلق کالا باغ کے نواب خاندان سے ہے جو صد قال مشہور ہیں اس قبیلہ کی بڑی تعداد ضلع ایک کے علاقہ توت نک، ٹمن وغیرہ میں بھی مستقل سکونت رکھتے ہیں۔ وہاں بھی یہ لوگ زمانہ کے لحاظ سے اعلیٰ ترقی یافتہ، منظم اور وسیع اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ شاہ جہاں کے آخری دور میں عون قطب شاہ کے چنے مزل علی کگاں کی اولاد سے ایک شخص شریف خان چوہاسیداں شاہ میں کسی بڑے عہدہ پر فائز تھا۔ کسی وجہ سے یہ عہدہ چھوڑ کر اکیلے ہی وہاں سے چل پڑا اور براستہ پھلی ہزارہ مظفر آباد کے قریب موضع سراں پہنچا۔ یہاں مختصر قیام کے بعد براستہ چکار پونچھ (حال ضلع باغ) میں داخل ہو کر موضع خواجہ رتوئی (اب اس کا نام سیور ہے) میں قیام کیا۔ یہ معلومات قاضی محمد ابراہیم خان مرحوم ساق سیکرٹری حکومت آزاد کشمیر نے فراہم کیں تھیں لیکن سید محمود شاہ آزاد نے تاریخ پونچھ میں لکھا ہے کہ ”شریف خانی اعدانوں کا مورث اعلیٰ چوہاسیداں شاہ سے ہزارہ میں آیا۔ ان کی اولاد سے ایک شخص شریف خان پہلے مظفر آباد کے علاقہ سراں اور پھر تحصیل باغ کے موضع رتوئی میں آ کر آباد ہوا۔ اس زمانہ میں کشمیر میں پٹانوں کی حکومت آخری سانس لے رہی تھی۔ کشمیر میں سکھوں کے قبضہ کے ساتھ ہی شریف خان کو متمم مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں شریف خان کا شمار چوٹی کے علما میں

تھا۔ اسے سکھوں کے دربار میں بڑا اقتدار حاصل تھا لیکن سکھوں کے گورنر سے ناراضگی کے بعد وہ سراں بالکسر نام کے گاؤں ضلع مظفر آباد میں آباد ہوا۔ سکھوں نے گڑھی کے سلطان کو ہدایت کی کہ شریف خان اپنے علاقہ میں واپس نہ جانے پائے کیونکہ وہاں بغاوت کا خطرہ تھا۔ سلطان گڑھی نے شریف خان کا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ کھنجر راجگان کی مدد سے شریف خان چکار میں آباد ہو گیا۔ کھنجر اور مہہ قبائل میں جنگیں عروج پر تھیں اس لیے شریف خان نے سادات گیلانیہ کے کچھ بزرگوں کے ہمراہ سیور پہنچ کر وہاں ہی مستقل رہائش اختیار کر لی۔ قاضی محمد ابراہیم کا اظہار ہے کہ شریف خان نے یہاں ہی شادی کی اور درس و تدریس کے ذریعے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کر دیا وہ ایک وجیہ، خوبصورت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی فقہ اور دیگر اسلامی علوم میں عبور رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شریف خان کو تین فرزند عطا فرمائے۔ شریف خان نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ انہیں زیور تعلیم سے اس طرح آراستہ کیا کہ وہ شریف خان کی تبلیغ سرگرمیوں کو نہ صرف جاری رکھیں بلکہ ان میں خاطر خواہ اضافہ بھی کریں۔ شریف خان کے بیٹوں میں محمد حیات خان، عبد اللہ خان اور امر اللہ خان جنہوں نے اپنی خاندانی روایات کے تحت اسلام کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی تبلیغ اسلام کا کام دور دراز تک پھیلانے کا عزم کیا۔ شریف خان جو بوڑھے ہو چکے تھے نے بڑے چنے محمد حیات خان کو ساق ریاست پونچھ کے علاقہ راولا کوٹ کے موضع دھمنی میں تبلیغ سرگرمیوں کو منظم کر کے اسلام کی عالم گیر دعوت کو عام کرنے کیلئے بھیجا۔ محمد حیات خان نے دھمنی میں مستقل قیام کیا اور اپنا کام جاری رکھا اس کی اولاد نے بھی دعوت

حق کو پھیلانے کو اپنا مقصد حیات مالا۔ چنانچہ وہ مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ محمد حیات خان کی اولاد ضلع پونچھ کی تحصیل راولاکوٹ کے دیہات دھمنی برمنگ، کویاں، دوہان، ریزین، حسین کوٹ اور تحصیل پلندری کے موضعات گڑالہ (کوٹھیاں) اور بھڑالہ میں آباد ہیں۔ موضع دھمنی اور برمنگ کے قاضی عبدالحسین، قاضی محمد صدیق، قاضی منظور حسین اسپلی رپورٹرز آزاد کشمیر اور قاضی صاحب حسین بی اے ایل ایل بی سیکشن آفیسر محکمہ زراعت اسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ قاضی صاحب حسین کے تین بیٹے ڈاکٹر ممتاز، محمد اقبال اور محمد امتیاز ہیں۔ قاضی صاحب حسین کا بھائی محمد خورشید مدرس محکمہ تعلیم ہے موضع کویاں میں قاضی محمد حنیف اور قاضی محمد حمید بی اے ایل ایل بی محکمہ انکم ٹیکس راولاکوٹ، موضع دوہان میں محمد صادق خان سب انسپکٹر پولیس صوبہ سندھ اور محمد افسر خان جبکہ ریزین میں قاضی فیروز دین اس خاندان کی مشہور شخصیات ہیں۔ حسین کوٹ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جن کا اسم گرامی رانجھا تھا۔ یہ ولی اللہ ہوئے ہیں ان کا مزار حسین کوٹ میں ہے ان کی اولاد سے یقیناً محمد عظیم خان اور صوبیدار محمد حسین ہیں۔ گڑالہ میں محمد ایوب خان، محمد اعظم خان، قاضی محمد دین اور قاضی مقبول حسین ملازم محکمہ مال حکومت ریاست جموں کشمیر اسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۶۵ پر دستیاب ہے۔

شریف خان کے دوسرے بیٹے عبداللہ کی اولاد موضع پترالہ اور موضع ڈھکی پندی ضلع باغ اور موضعات ترازو تپال میرہ راولاکوٹ میں آباد ہے۔ محمد امیر احیم خان سیکرٹری حکومت آزاد کشمیر، عبدالحمید خان رہنما محکمہ امداد باہمی آزاد کشمیر،

شوکت حیات اسٹنٹ ڈائریکٹر محکمہ سپورٹس دیو تھ، قاضی محمد امین سیکشن آفیسر محکمہ مالیات اور قاضی محمد حنیف سیکشن آفیسر ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت آزاد کشمیر کا تعلق عبداللہ خان کی اولاد سے ہے اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۶۶ پر موجود ہے۔
مواضعات سر سیداں و میرہ ضلع باغ میں شریف خان کے تیسرے بیٹے امر اللہ کی اولاد آباد ہے۔ قاضی محمود احمد ملازم محکمہ مال ضلع باغ اور محمد امیر احیم خان اکاؤنٹس آفیسر حکومت ریاست جموں کشمیر اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اس خاندان کا شجرہ نسب دستیاب نہیں ہوا۔

سگولہ کے سادوال

حضرت عون قطب شاہ کے تیسرے بیٹے مزل علی کنگاں کی چھٹی پشت میں اور بعض مورخین کے نزدیک ساتھویں پشت میں بہایا پیہو کے نام کے بزرگ اعران کاری میں رہتے تھے۔ وہ اپنے خاندان میں اپنی بیوی جن جان کے ہمراہ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے دونوں میاں بیوی کے شب و روز دنیا داری کے ساتھ ساتھ یاد اللہ میں بسر ہوتے تھے۔ عبادت و ریاضت، نیکی اور حسن سلوک، طہارت و پاکیزگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں وہ کوئی لمحہ فرو گذاشت نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ مشہور ہے کہ اس زمانہ میں قبائل اور خاندانوں کے مابین رنجشیں اور دشمنیاں زوروں پر تھیں۔ محبت حسین اعران کے مطابق ایک رات ان کے مخالفین نے شب خون مارا اور بابا بہا سمیت ان کے خاندان کے تمام مردوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ مائی جن جان نے اپنی جان بچا کر گاؤں کے قبرستان میں رات بسر کی اس معرکہ میں مائی صاحبہ کا دیور بابا داؤد زندہ چا جو بسلسلہ تجارت کشمیر گیا ہوا تھا۔ صبح ہوتے ہی مائی صاحبہ اپنے کنیز کے ہمراہ دریائے سندھ کے کنارے شمال کی جانب چل پڑیں اور سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے درہم کے گاؤں میری مٹانہ پہنچیں اور محنت اور مزدوری سے اپنے گزر اوقات پر قناعت کی۔ کہتے ہیں کہ اس گاؤں میں ایک دن سخت دھوپ اور گرمی میں گندم کی فصل کاٹی جا رہی تھی اور مائی صاحبہ گندم کاٹنے والوں کے پیچھے پیچھے گندم کے خوشے اکٹھے کرنے میں مصروف تھیں تو ابراہیم کا ایک نکلڑا اس کھیت پر سایہ کیے ہوئے تھا جب کہ اس کے ارد گرد سخت دھوپ اور گرمی تھی سب لوگ حیران

تھے کہ ایسا کس وجہ سے ہے۔ تحقیق الاعوان کے مطابق اس کھیت کے مالک نے یہ منظر دیکھ کر گندم کاٹنے والوں کو دوسرے کھیت میں بھیج دیا تو ابراہیم کا نکلڑا بدستور مائی صاحبہ کے سر پر سایہ اٹکن رہا تب اسے یقین ہو گیا کہ یہ مائی صاحبہ کی وجہ سے ہے اس لئے اسے ان کی عظمت کا یقین ہو گیا۔ ان دنوں مائی صاحبہ کا قدم بھاری تھا۔ مشہور ہے کہ مالک زمین نے مائی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں اپنی کفالت میں لینے کی پیش کش کی لیکن مائی صاحبہ نے اسے ٹھکرا دیا اور بدستور محنت شاقہ سے اپنی ضروریات زندگی حاصل کرنے میں مصروف رہیں۔ انہوں نے کسی کے گھر بھما بیٹھ کر زندگی گزارنا گوارا نہ کیا کچھ عرصہ بعد بچے کی ولادت ہوئی جو بعد میں مشہور ولی اللہ بابا سجادؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ مائی صاحبہ کی رفاقت میں جو کنیز ہم سفر تھی ان دنوں اس کا قدم بھی بھاری تھا لیکن اس کے خاوند کے متعلق معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ سیری مٹانہ میں قیام کے دوران مذکورہ کنیز کے شب و روز مائی صاحبہ کی خدمت میں بسر ہوتے رہے۔ بابا سجادؒ کی ولادت کے کچھ عرصہ بعد اس کنیز کے بطن سے بھی ایک غریب الدیار بچہ پیدا ہوا جو بابا دراب کے نام نامی اسم گرامی سے موسوم ہوا۔ محبت حسین اعران مفتی ادریس کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ بابا سجادؒ نے وصیت فرمائی کہ ان کی موت کے بعد بابا دراب کی آخری آرام گاہ ان کی پانچویں کی جانب ہو کہ وہ انہیں اپنا غم خوار اور یار غار سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ کچھ مدت بعد دونوں محترم خواتین اپنے بچوں کے ہمراہ سیری مٹانہ سے تحصیل مانسرہ کے علاقہ پھلی کے گاؤں نوکوٹ کے نزدیک شادو کنڈ یا شاہ کنڈ کے مقام پر تشریف لے گئیں اور یہاں ہی مستقل طور پر بود و باش اختیار کر لی۔ مائی صاحبہ کے نام پر علاقہ تناول میں چند و نامی

گاؤں معروف ہے یہ تو علم نہیں کہ مائی صاحبہ شاہ کنڈ سے چند ورکب اور کیسے گئیں لیکن ان کا مزار اسی گاؤں میں مراجع الخلائق عام ہے۔

بابا سجاد شاہ کنڈ میں ہی سن بلوغت کو پہنچے ان کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا شرہ عام ہو چکا تھا۔ آپ کی کرامات کے چرچے دور دور تک ہونے لگے عقیدہ تہندوں کے جم غفیر کی آستانہ عالیہ پر ہمہ وقت موجودگی سے میلے کا سماں رہتا تھا۔ فیضان عام کے چشمے جاری تھے جن سے ہر شخص فیضیاب ہو رہا تھا۔

بابا سجاد نے شاہ کنڈ کے مقام پر ہی شادی کی اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ بیٹے تاج گوہر، امب، شاد المعروف سادم خان، نیل اور پال عطا فرمائے۔ بعض مورخین صرف تین، امب، شاد اور پال کو تسلیم کرتے ہیں۔ امب کی اولاد زیادہ تر ہزارہ میں آباد ہے اور کھیال اعوان مشہور ہے۔ تحقیقی الاعوان کے مطابق ہری پور سے کھر کوٹ کی جانب سفر کرتے ہوئے راستہ میں ایک مزار ہے جہاں لوگوں کا ہجوم رہتا ہے اسے بابا تاج گوہر کا مزار کہا جاتا ہے۔ بابا تاج گوہر بابا سجاد کے حلف الرشید تھے۔ خواص خان کہتے ہیں کہ انہیں ہزارہ کے نسب ناموں میں بابا سجاد کے بھائی نیل سینھ کا نام ملا ہے جس کی اولاد سنیاں کھلائی جو ہزارہ میں کم اور مظفر آباد کشمیر میں زیادہ مشہور ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں کہ روایات کے مطابق نیل سینھ بابا سجاد کا بھائی نہیں بلکہ ان کا پوتا تھا جو ٹلی خان مشہور ہو اور جو اپنے بھائی شاد المعروف سادم خان کے ہمراہ کشمیر گیا جہاں ان کی اولاد سنیاں کھلاتی ہے۔ یاد رہے کہ دوار پدھی اور نور کھا وغیرہ دیہات جہاں ٹلی خان کی اولاد کا آباد ہونا بیان ہوتا ہے مقبوضہ کشمیر میں ہیں۔

پچاس سال کی عمر میں بابا سجاد اپنی کچھ اولاد کے ساتھ کھر کوٹ تشریف

لے گئے۔ کھر کوٹ ہری پور سے سولہ میل دور درہمہ روڈ پر واقعہ ایک مشہور مقام ہے وہ وہاں ہی فوت ہوئے اور وہاں ہی ان کا مزار بھی تعمیر ہوا لیکن ترمیلا جھیل کی تعمیر کی وجہ سے یہ علاقہ زیر آب آ گیا۔ بابا سجاد کا جسد خاکی مانسہرہ کے نزدیک شہیلیہ کے مقام پر جو اب سجاد شریف مشہور ہے میں منتقل ہوا جہاں ایک عظیم الشان مزار تعمیر ہوا ہے جو عوام الناس کیلئے باعث خیر و نیکت ہے۔ یہ امر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دین اسلام کی تبلیغ و ترقی اور اس کے دور دور تک پھیلانے میں فاطمین و علویین نے سب سے زیادہ کام کیا۔ علویین جو آگے چل کر اعوان مشہور ہوئے نے برصغیر کے مختلف گوشوں میں پہنچ کر دین اسلام کو مقامی لوگوں کو روشناس کرانے میں اہم کام سر انجام دیا۔

بابا سجاد کا پوتا شاد المعروف سادم خان علاقہ بکھلی ہزارہ سے براستہ مظفر آباد ضلع پونچھ کے علاقہ سنگولہ پہنچے اور یہاں ہی مستقل قیام کیا۔ بابا سادم خان کے دو بیٹے حمید اللہ عرف بڑھا بابا اور عبداللہ عرف کمائی بابا ہوئے۔ بابا سادم خان جو ہزارہ میں شاد مشہور ہیں کی کچھ اولاد بکھلی اور مانسہرہ کے کچھ علاقوں میں آباد ہے جہاں وہ شد وال اعوان کہلاتے ہیں۔ جبکہ سنگولہ میں سادم خان کی اولاد ساد وال مشہور ہیں۔

کمائی بابا کا پوتا بہرام خان تھا جس کا مزار رقبہ جھڑی یا چروٹ متصل سنگولہ میں ہے بہرام خان کے تین بیٹے سیٹ خان، اسٹعلیل خان اور جمال خان تھے۔ اسٹعلیل خان اور جمال خان کے مزارات مقام ناڑے سنگولہ میں ہیں جبکہ سیٹ خان کا مزار پیرستان تحصیل اوڑی مقبوضہ کشمیر میں ہے۔ اس کی اولاد درد کوٹ سماں، تھاجل پاوڑی تحصیل اوڑی اور چند سہ ضلع بارہ مولہ مقبوضہ کشمیر میں اور ضلع باغ کے مواضعات بھہ پانی، ہلہ اور چھم گراں میں آباد ہے۔ بہرام خان کے بیٹے جمال خان کی اولاد جہاں کہلاتی ہے

جو جوہر، بکھر، کوکوٹ، بن بیک، پانی اور چھم گراں میں آباد ہے۔ جبکہ اسماعیل خان کی اولاد سنگولہ میں ہے۔ سنگولہ سے بعض لوگ مختلف اوقات میں نقل مکانی کر کے تحصیل مہنڈر، پٹی تحصیل حویلی اور دیگر علاقوں میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔ اسماعیل خان کی اولاد کا شجرہ نسب صفحہ ۳۵۹ تا ۳۶۳ پر درج ہے۔

زمانہ آپ راجہ میں قبائلی رقابتیں عروج پر تھیں۔ سنگولہ کے شمال میں مغل قوم کے ملدیال خاندان کا اثر و سونخ تھا۔ زمانہ قدیم سے ہی اعرمان سنگولہ اور ملدیال خاندان کے مابین چپقلش رہی ہے۔ ملدیال سردار سنگولہ کو حریص نگاہوں سے دیکھتے تھے اور سنگولہ پر اپنی حاکمیت مسلط کرنے کیلئے کوشاں رہتے تھے۔ ملدیالوں کا ایک سردار سیرولی خان سنگولہ کے شمال میں ساہلیاں ملدیالوں کا رہنے والا تھا۔ سنگولہ پر چڑھائی کیلئے موقع کی تلاش میں رہتا تھا اور موقع ملنے ہی حملہ آور ہو جاتا تھا۔ لیکن اعرمان سنگولہ کے راہنما سردار تاج محمد شاہ المعروف تاجو خان جو بہرام خان کی گیارہویں پشت میں تھا ہمہ گیر پر عزم شخصیت کا مالک تھا۔ مرحوم نہایت میدار مغز، اعلیٰ سیاسی و اصلاحی بصیرت اور انتظامی صلاحیتوں کا مالک تھا اس کی دلیرانہ و بے باک قیادت میں اللہ تعالیٰ نے سنگولہ والوں کو ہمیشہ فتح و نصرت سے نوازا اور ملدیالوں کو ہمیشہ شکست کا سامنا رہا تاجو خان میانہ قد، نڈر، بے باک اور خوبصورت و وجہ خد و خال کے ساتھ بڑا متقی اور پرہیزگار بھی تھا وہ حالات کو ہمیشہ اپنی گرفت میں رکھنے کا عادی تھا اعرمان سنگولہ اپنے محبوب راہنما کی قیادت میں پر امن اور پر آسائش زندگی بسر کر رہے تھے۔ ماحول کے مطابق ہر قسم کا تحفظ حاصل تھا۔

سنگولہ انتظامی طور پر سات حصوں میں منقسم ہے جنہیں کاغذات مال میں ونڈ

کما گیا ہے۔ ہروڈ کی حدبست اس طرح قائم ہوئی کہ اس دشوار گزار پہاڑی علاقے کے مختلف حصوں کے مابین باہمی روابط و میل جول میں زیادہ سے زیادہ آسانی میسر رہے۔ ونڈبسنی اور دن تحصیل راولاکوٹ کے موضع دھمنی سے ملحق پہاڑی سے شروع ہو کر جانب شمال اراضی کی قدرتی ساخت کے تحت نشیب میں نالہ تک جاتے ہیں جبکہ مہمب اور ہماناڑی سنگولہ کے سب سے اونچے مقام سراں نی حل سے شروع ہو کر غرب میں اسی نالہ کے دونوں اطراف نشیب کی جانب اور نگر، آگرہ اور کلن سنگولہ کے شمال کی جانب ساہلیاں ملدیالوں کے ملحق پہاڑی سلسلہ سے شروع ہو کر جنوب میں نالہ کن کی جانب جاتے ہیں۔ ان جملہ مواضع (ونڈوں) کا مقام اتصال یہی نالہ کن ہے جو سنگولہ کی اونچی ٹیکری سے شروع ہو کر بطرف غرب نشیب کی جانب بہتا ہے۔

تاجو خان کی خود مختار ریاست میں سنگولہ کے علاوہ ملحقہ دیہات بن بیک، جوہر، کوکوٹ، دریز اور دیگر علاقے بھی شامل تھے۔ جہاں جمال خان کی اولاد آباد ہے۔

تاجو خان نے انتظامی لحاظ سے ہروڈ اور دیہات میں اپنے نامین اور نمبردار مقرر کئے ہوئے تھے جو تاجو خان کے دست و بازو شمار ہوتے تھے۔ ونڈ آگرہ میں منگل خان اور فخر جو فخریال قبیلہ کا جد اعلیٰ ہے ونڈ دن میں ملکو، مرزا اور مصرو۔ ونڈ مہمب میں راجولی۔ کلن میں حفت خان، جالو اور بگا۔ نگر میں مستو اور تیمور۔ ہماناڑی میں منگل اور ماجو اور ونڈبسنی میں بھنڈ خان تاجو کے ہم عصر نامین اور قریب ترین ساتھی تھے۔ اسی طرح دیگر زیر اثر علاقوں میں بھی تاجو خان کے جانثار موجود تھے۔ ملدیال

سرداروں کے ساتھ لڑائیوں میں یہی لوگ اہم کردار ادا کرتے تھے ان لڑائیوں میں خون خرابا بھی ہوتا تھا لیکن فتح و نصرت ہمیشہ سنگولہ والوں کا مقدر رہا۔ یہ سلسلہ جاری تھا کہ ڈوگرہ راج قائم ہو گیا چنانچہ مہاراجہ گلاب سنگھ کے زمانہ میں ساہلیاں ملدیالاں اور سنگولہ کو الگ الگ سرداروں کے ماتحت کر دیا گیا۔ سنگولہ تاج محمد شاہ المعروف تاجو خان کی سربراہی میں دیدیا گیا۔

سنگولہ کے اعموان مدتوں سے اپنے جد اعلیٰ سادام خان کے حوالہ سے سادوال مشہور تھے۔ سادام خان کی اولاد میں کچھ لوگ ہزارہ کے علاقہ پکھلی میں مقیم ہیں وہاں یہ لوگ شدوال مشہور ہیں۔ سنگولہ کے لوگ گونا گوں خوبیوں کے مالک ہیں ان کی اکثریت دراز قد، وجہہ خدو خال کے ساتھ ساتھ سادہ مزاج، راست گو، بے باک مہمان نواز، انسانی ہمدردی سے سرشار اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

سنگولہ سات گاؤں اور ملحق دیہات پر مشتمل ایک بڑے علاقہ کا نام ہے۔ سنگولہ کی وجہ تسمیہ میں مختلف روایات آئی ہیں۔ محمد دین فوق نے لکھا ہے کہ یہ علاقہ سنگلاخ اور اونچے مقام پر واقع ہے جہاں عام طور پر ژالہ باری ہوتی رہتی ہے۔ سنگولہ، سنگ اور اولا کا مجموعہ ہے۔ لیکن محمد یعقوب اعموان دین سنگولہ سے روایت ہے کہ سادوالاں والا سے بجز کر سنگولہ ہوا ہے۔ کچھ دیگر روایات بھی سنگولہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں پیش کی جاتی ہیں لیکن وہ زیادہ معتبر نہیں۔ اس سلسلہ میں محمد دین فوق کا نظریہ صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے کہ سنگ اور اولال کر سنگولہ ہو گیا۔

غرنی باغ کا ہاشمی خاندان

حضرت عون قطب شاہ کے تیسرے بیٹے مزل علی کنگاں کے فرزند کرم علی کوٹہ کی آٹھویں پشت میں ایک بزرگ دولی ہوئے جن کے نام پر ضلع چکوال میں ایک علاقہ دولیال کے نام سے مشہور ہے۔ دولی کے تین فرزند تھے۔ نارو خان، فتح خان، اور سکھو خان۔ فتح خان کی اولاد دولیال میں آباد ہے سکھو خان کی اولاد جموں کی جانب ہٹائی جاتی ہے جبکہ نارو خان کی اولاد سے ایک شخص قاضی مولانا براستہ پکھلی ہزارہ مظفر آباد آئے اور وہاں سے ضلع باغ کے شمال مغرب میں ضلع مظفر آباد کی جنوبی سرحد پر واقعہ قصبہ رنگہ میں آباد ہوئے اور وہاں ہی مستقل قیام کیا۔ بیسوں سے ان کی اولاد اطراف میں پھیلی آپ کا مزار بمقام پندر مستور رنگہ میں ہے۔

مولانا قاضی کی اولاد اپنے نام کے ساتھ ہاشمی لکھتے ہیں۔ اس خاندان کے تفصیلات اشفاق احمد ہاشمی نے فراہم کی ہیں جو حکومت آزاد کشمیر کے محکمہ مالیات میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز ہیں ان کے والد عبدالرشید ہاشمی محکمہ جنگلات آزاد کشمیر میں جٹ آفیسر کے عہدہ پر فائز ہیں۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اعموان لوگ تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ کا مقصد لے کر دنیا میں پھیلے ہیں۔ قاضی مولانا بھی تبلیغ دین کا مشن لے کر وطن سے نکلے۔ رنگہ میں قیام کے بعد انہوں نے تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ ان کے شب و روز کی محنت سے سینکڑوں لوگ حلقہ بھوش اسلام ہوئے۔ مولانا قاضی بابا نارو کی چوتھی پشت میں تھے جید عالم ہونے کے سبب سینکڑوں لوگوں کو دولت علم سے فیضیاب کیا۔

مولانا قاضی کی چوتھی پشت میں قاضی شکور اللہ ہوئے۔ قاضی صاحب اپنے وقت کے بلند پایہ عالم اور ولی کامل تھے۔ آپ کا زمانہ پیدائش ۱۷۱۶ ہجری مطابق ۱۶۶۰ء ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی بعد میں ظاہری اور باطنی علوم میں دسترس حاصل کی۔ اس زمانہ کے علاوہ مشائخ سے بھی فیضیاب ہوتے رہے آپ عربی اور فارسی کے جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تصوف میں بھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ سے کئی کرامات منسوب ہیں۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی تصنیفات کی تعداد تین صد ساٹھ ہے۔ جن میں سے کچھ علماء میں تقسیم ہوئیں کچھ آپ کی اولاد میں لیکن زیادہ تر کتب ضائع ہو گئیں۔ ایک کتاب لباب الاخبار اب بھی رنگہ لائبریری میں موجود ہے۔ لباب الاخبار کے آخر میں حضرت نے اپنے دست مبارک سے زمانہ تحریر ”در عمد خلافت فرخ سیر بادشاہ“ تحریر ہے آپ کا ایک مشہور شعر بھی اس کے آخر میں درج ہے۔

لکھیا حرف تاں رہے جے لکھ جانے کو۔ لکھن ہار اچار زا گل گل منی ہو

اعوانان رنگہ، جھولیاں، گھوڑی کیر، ڈھک، پدر مستو، پیل، مندری چلدرات اور چوڑو وغیرہ آپ ہی کی اولاد سے ہی ہیں۔ آپ کا مزار رنگہ کے مقام پر مراجع الخلاق ہے۔ آپ کا بیٹا قاضی رحمت اللہ بھی ولی کامل اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ تصنیف و تالیف میں بھی بے حد دلچسپی تھی۔ آپ نے قلمی نسخوں کی صورت میں بہت سی تصانیف چھوڑیں ہیں لیکن یہ مرد زمانہ ضائع ہو گئیں البتہ ان کا ایک قلمی نسخہ اب بھی رنگہ لائبریری میں دستیاب ہے۔ بابا شکور اللہ کی اولاد میں درجنوں اولیاء کرام و الم و فاضل شخصیات گزری ہیں جن میں سے چند بزرگ ہستیوں کے مختصر حالات

زندگی اس طرح ہیں۔

قاضی مولوی حمید اللہ: آپ ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ علم و فضل کی بدولت دور دور تک مشہور تھے۔ علم طب میں آپ شہرہ آفاق تھے ۱۹۲۲ء میں موضع گھوڑی کے رقبہ موضع چھپر میں وفات پائی۔

قاضی غلام قادر اعوان: آپ اعوانان رنگہ میں بلند پایہ بزرگ ہو گذرے ہیں۔ آپ کا زمانہ پیدائش ۱۸۶۰ء بتایا جاتا ہے عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور علم و تہذیب میں اپنی مثال آپ تھے۔ مشہور ہے کہ آپ روزانہ ایک مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ آخری عمر میں یہ عمل ہفتہ وار جاری رکھا۔ حدیث و فقہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ قیام پاکستان سے چند سال قبل آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار موضع جھولیاں علاقہ رنگہ میں باعث و خیر برکت ہے۔

حکیم قاضی محمد یوسف اعوان: آپ قاضی غلام قادر جھولیاں والوں کے واحد فرزند تھے۔ حکمت کے پیشے سے منسلک تھے۔ زہد و تقویٰ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ زندگی بھر دکھی انسانیت کی خدمت کرتے رہے۔ غرباء سے ہمدردی کرتے ان کا علاج مفت کرتے۔ اپنے گھر کے ساتھ ایک مسجد تعمیر کرائی ہوئی تھی جس میں ان کے شب و روزیاد خدا میں گذرتے۔

قاضی محمد اسماعیل اعوان: آپ کے والد کا نام قاضی حفیظ اللہ تھا۔ سن پیدائش ۱۸۸۳ء ہے۔ آپ نے دینی و دنیوی تعلیم پنجاب کے مختلف اداروں میں حاصل کی۔ حضرت خواجہ محمد اکرم شاہ صاحب سجاد نشین دربار عالیہ گڑھی افغاناں ضلع انک آپ

کے ہم جماعت اور دوست تھے۔ دربار عالیہ سے خلافت کے اعزاز سے بھی سرفراز تھے۔ آپ اعوان قبیلہ کے سربراہ بلند پایہ عالم دین اور بڑے ہی باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ حکمران حلقوں میں آپ کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ جنگ عظیم اول میں آپ کی خدمات کے نتیجے میں آپ کو انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ آپ کی وفات ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ رنگھ کی آبائی قبرستان میں مدفون ہیں۔

قاضی محمد حلیم اعوان :- آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹۰۱ء ہے۔ آپ کا شجرہ نسب چھٹی پشت میں قاضی شکور اللہ سے ملتا ہے۔ آپ علاقہ کے قابل احترام بزرگ، دینی و مذہبی شخصیت تھے۔ علم و فضل میں کمال حاصل تھا۔ صوفی منش بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت حلیم الطبع، رحم دل اور منصف مزاج تھے۔ غربا کی مدد و اعانت اور رفاہی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے حکمت کے کام سے بھی واقفیت تھی آپ کے دست مبارک سے ہزاروں مریض شفا یاب ہوئے۔ آپ نے اپنے گھر کے ساتھ ایک پختہ مسجد تعمیر کر رکھی تھی جس میں آپ شب و روز یاد اللہ میں گزارتے۔ آپ کا مزار موضع چلدرات میں ہے۔ وفات ۱۹۶۷ء ہے آپ کثیر الاولاد تھے۔ الحاج عبدالرشید ہاشمی جٹ آفیسر آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر۔ غازی عبدالرؤف پوسٹ ماسٹر اور عبدالرزاق صدر معلم آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔

قاضی محمد خلیل اعوان :- قاضی خلیل اعوان ۱۹۰۹ء میں قاضی محمد اسماعیل کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ریکارڈ شاندار رہا۔ جنگ آزادی کے بعد قائم ہونے والی انتظامیہ میں آپ انسپکٹر آف سکولز کے عہدہ پر فائز رہے۔ آپ نے تحصیل باغ میں تعلیمی نظام کو منظم کیا۔ اپنے خاندان کا شجرہ ”نسب الاعوان رنگھوی“ کے نام سے ترتیب

دیا۔ آپ نے ۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو رنگھ کے مقام پر وفات پائی۔ آپ کے فرزند زاہد ہاشمی ہائی سکول رنگھ میں صدر معلم کے عہدہ پر فائز ہیں۔

غربی باغ کے گاؤں منہاسہ، ہل سرنگ، اور نمب میں اس خاندان کے کئی لوگ آباد ہیں۔ بابانارو کے بیٹے ناگ شیر کے دو بیٹے پاستہ خان اور خاتم تھے۔ پاستہ خان کی تیسری پشت میں قاضی مولانا تھے جو دو لیبال سے اس علاقہ میں آئے جن کی اولاد کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ جبکہ خاتم کی چھٹی پشت میں محمد گوہر تھے۔ محمد گوہر کے دو بیٹے جان محمد اور نور محمد تھے جنکی اولاد منہاسہ، ہل سرنگ اور نمب میں آباد ہے۔ اس خاندان کے اس علاقہ میں ورود کے متعلق واضح معلومات دستیاب نہیں لیکن حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد گوہر یا اس کے بیٹے جان محمد اور نور محمد علاقہ میں آئے جن کی اولاد مختلف دیہات میں پھیلی۔ نور محمد کو چوتھی پشت میں میاں کرم دین جید عالم دین اور علم طب کے ماہر بزرگ ہوئے ہیں۔ ان کے چھ بیٹوں میں مولوی عبدالرشید نے سب سے زیادہ شہرت پائی۔ مولوی عبدالرشید فاضل دیوبند تھے۔ ۱۹۳۷ء کی جنگ آزادی میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ڈوگرہ عہد میں آپ کے خلاف وراثت گرفتاری جاری ہوئے لیکن گرفتاری کی جگہ نکلے۔ بعد ازاں پاکستان کے محکمہ تعلیم سے وابستہ ہو گئے وہاں سے فارغ ہوئے تو فریڈرچ ادا کیا آخری عمر تک گاؤں کی مسجد میں درس و تدریس کے پیشے سے منسلک رہے۔ آپ نے ۲۸ نومبر ۱۹۸۳ء کو رحلت فرمائی۔ آپ کا پوتا رشید احمد ہاشمی محکمہ حسابات میں اکاؤنٹس آفیسر اور شبیر احمد محکمہ تعمیرات عامہ آزاد کشمیر میں اسٹنٹ انجینئر ہیں۔

محمد گوہر کے بیٹے جان محمد کی پانچویں پشت میں محمد فرید صادم ایک مشہور اہل

علم بزرگ ہتید حیات ہیں۔ فرید صادم صاحب، مولوی فاضل اور ایم اے لی ایڈ ہیں صدر معلم کے عمدہ پر فائز رہے ہیں۔ آپ بہت ہی مخلص، دیانتدار اور منسار پامند صوم سلوڈ اور نہایت سادہ شخصیت کے مالک ہیں۔ اس خاندان کا مفصل شجرہ نسب صفحہ ۲۶۷ تا ۲۷۱ پر درج ہے۔

قاضی مولانا کے اسلاف سے چھٹی پشت میں نعمان معروف نوٹیں ایک بزرگ تھا۔ اس کے چھ عبدالمالک العروف مالکن کی اولاد سے تیرہویں پشت میں میاں غلام حسین موضع دعوہ ضلع چکوال سے تقریباً دو صد سال پہلے نقل مکانی کر کے مقبوضہ کشمیر کے علاقہ پونچھ کے مقام ننگالی چلے گئے اور یہاں ہی مستقل سکونت اختیار کر لی۔ میاں غلام حسین تصوف اور معرفت میں اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی اولاد میں میاں فاضل، میاں شعیق اللہ، میاں ڈوڈا، میاں ولی محمد، میاں خضر، میاں عمر حش، میاں احمد، میاں غفور اور میاں کریم بھی کامل اولیا اللہ گذرے ہیں ان جملہ اولیا کرام کے مزارات مقبوضہ کشمیر کے مقام ننگالی میں ہیں۔ میاں غلام حسین کی اولاد سے چھٹی پشت میں میاں الف دین نے پچاس سال قبل ننگالی سے ہجرت کر کے سید پور، اسلام آباد میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی۔ اس کے چھ زین العابدین طلوی جو راولپنڈی شہر میں مقیم ہیں نے اس خاندان کے جملہ تفصیلات فراہم کیں۔ زین العابدین طلوی سی ڈی اے اسلام آباد میں سر دس پوری کر کے اب پشپن پر سکدوش ہو چکے ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۲۸۳ پر ہے۔

ضلع مظفر آباد ہٹیاں بالا کا قاضی خاندان

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میر ساہو کمانڈر انچیف افواج غزنی کے چھوٹے بھائی حضرت میر قطب حیدر شاہ المعروف عون قطب شاہ مورث اعلیٰ اعوان قبائل نے جو غزنی افواج میں ایک معروف جرنیل بھی تھا۔ ۱۷۰۱ء میں ڈھکوٹ (کالا باغ) کے مقام سے دریائے سندھ عبور کیا اور ۱۷۰۲ء تک عون قطب شاہ اور اس کی اولاد کے ہاتھوں مری کی پہاڑیوں تک پھیلا ہوا پونچھوار کا تمام علاقہ فتح ہو کر غزنی سلطنت کا حصہ بن چکا تھا۔ قطب شاہ کے بیٹوں نے اس علاقہ کے انتظامی یونٹوں کے طور پر حصے بخرے کر لئے اور یہاں آباد ہو گئے ان کا مرکز اعوان کاری کا علاقہ تھا جس سے اعوان لوگ مختلف ادوار میں تبلیغ دین اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے برصغیر کی اطراف میں پھیل گئے۔ کشمیر میں اعوانوں کا ورود زیادہ تر پچھلی ہزارہ کے راستہ ہوا۔ مزل علی کنگاں جو عون قطب شاہ کا تیسرا اپنا تھا کے چار بیٹوں کا ذکر کتابوں میں موجود ہے لیکن ان میں عزیز الدین نام کا کوئی فرزند نہیں۔ ممکن ہے کسی چھٹے کا یہ صفاتی یا عرفی نام ہو گا۔ مولانا قاضی غلام مرتضیٰ کا اصرار ہے کہ عزیز الدین کا کوئی دوسرا نام دستیاب نہیں بلکہ وہ اسی ایک ہی نام سے مزل علی کنگاں کے فرزند ہیں۔ مولانا اپنے شجرہ نسب کو جو پشت در پشت سن کر تا ہوا ان کے ہاتھ پہنچا صحیح اور درست مانتے ہیں۔ جس میں غازی عزیز الدین مزل علی کنگاں کا پندرہ درج ہے۔ مزل علی کنگاں کے چھ غازی عزیز الدین کی دسویں پشت میں ایک بزرگ قاضی محمد غیاث الدین نامی دیگر لوگوں کی طرح بالکسر ضلع چکوال سے راستہ پچھلی ہزارہ کشمیر آیا اور ضلع مظفر آباد کے موضع کھلات میں

سکونت اختیار کی یہاں انہوں نے دینی مدرسے قائم کیے اور وسیع پیمانے پر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ موضع کھلانہ بنیال بالا کے مشرق میں آزاد کشمیر کے سرحدی قصبہ چکوٹھی کے قریب راولپنڈی سرینگر روڈ پر واقع ہے۔ قاضی غیاث الدین کے تین بیٹے صاحب علم و کشف تھے۔ بڑا بیٹا غازی محمد عبد اللہ کشتواڑ مقبوضہ کشمیر پہنچا جہاں اس نے تبلیغی مشن جاری رکھا دوسرا بیٹا حافظ امان اللہ دھنی (ملتان) چلا گیا جبکہ چھٹا بیٹا قاضی محمد فیاض المعروف محمد نیاز نے کھلانہ میں مستقل رہائش جاری رکھی اس نے کھلانہ اور گردونواح میں تبلیغ دین کا سلسلہ جاری و ساری رکھا اور یہاں ہی وفات پائی۔ قاضی محمد فیاض کا مزار کھلانہ میں ہی ہے۔

قاضی محمد فیاض کے دو بیٹے قاضی علاؤ الدین اور قاضی محمد عظیم تھے۔ قاضی علاؤ الدین کی اولاد نہیں تھی وہ فقیر منش اور دنیاداری سے بے نیاز تھے ان کے شب و روز یاد اللہ میں گذرتے وہ معرفت الہی اور تصوف میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے ایک دن موصوف گزہمی دوپٹے کے نزدیک چٹھیاں کے مقام پر دریائے جہلم کے کنارے وضو کرنے میں مشغول تھے کہ پھسل کر دریا میں جا گرے دریا طغیانی پر تھا بھری ہوئی لہروں نے انہیں شانوں پر سوار کر لیا اور چند کلومیٹر دور گزہمی دوپٹے کے قریب زیریں اعوان پٹی کے موضع سلطان پور کے مقام پر دریا کے مین وسط میں خشکی کے ایک چھوٹے سے جزیرہ میں جس کی لمبائی تقریباً بچھ گز اور چوڑائی بیس میچس گز ہے پھینک کر آگے نکل گئیں۔ ملحقہ دیہات کے ایک بزرگ کو خواب میں اس واقعہ کا علم ہوا امید ہو کر وہاں پہنچے تو مرحوم کا تابوت جزیرہ پر موجود پایا۔ بزرگ کو خواب میں یہ اشارہ بھی تھا کہ اسیں وہاں ہی دفن کر دیا جائے چنانچہ مقامی لوگوں نے دریا کا ایک حصہ

عبور کر کے اسی مقام پر مرحوم قاضی علاؤ الدین کو سپرد خاک کر دیا جہاں ان کا مزار قائم و دائم ہے۔ مزار شریف پر ایک کمو کا درخت آج بھی موجود ہے جو اس مزار کا محافظ ہے شدید ترین طوفانوں میں دریا کا پانی کئی گز اوپر سے گزر جانے کے باوجود مزار شریف کو کوئی گزند نہیں پہنچتا ۱۹۹۲ء کے تاریخی طوفان میں بھی یہ مزار محفوظ رہا ہے مقامی لوگوں اور یعنی شاہدوں کا کہنا ہے کہ ۱۹۹۲ء کے ریکارڈ طوفان میں اس مزار کے ارد گرد لکڑی کے شہہ تیر اور گیلیاں جمع ہو گئیں جن میں ریت پتھر اور مٹی پھنس کر ایک دیوار کی شکل اختیار کر لی جس سے مزار اور اس پر کھڑا درخت بالکل محفوظ رہے۔ راقم الحروف نے اس جزیرہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

قاضی محمد فیاض کا دوسرا بیٹا قاضی محمد عظیم تبلیغی سرگرمیوں کو وسعت دینے کیلئے کھلانہ سے موضع سران کے عقب میں اسلام آباد کے مقام پر منتقل ہوا۔ اسلام آباد جاگیر داران چکار کا مرکز تھا جہاں سے قاضی عظیم نے تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کیا وہاں کے راجگان نے انہیں اپنا قاضی مان لیا اس حوالہ سے قاضی محمد عظیم کی اولاد کے لوگ جاگیر داروں کے ہمراہ مختلف ادوار میں مختلف علاقوں کو منتقل ہوتے رہے۔ جہاں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ قاضی محمد عظیم اسلام آباد میں ہی فوت ہوئے جہاں ان کا مزار موجود ہے۔

قاضی محمد عظیم کے تین بیٹے میاں اچھا، قاضی جلال الدین اور قاضی غلام محمد تھے۔ قاضی میاں اچھا نے ملک پورہ کے عقب میں موضع نین سکھ فلانی پر قاضی ہو کر وہاں ہی سکونت اختیار کی۔ میاں اچھا کا بڑا بیٹا نور حسین ضلع باغ کے قصبہ سدھن گلی کے متصل موضع اندر اسیری میں آباد ہوا جبکہ ہتھیہ اولاد موضع فلانی میں

موجود ہے۔

قاضی میاں اچھا کے چھ بچے قاضی نور حسین، محمد حسین، شمس الدین، عبدالغنی، عبدالنبی اور قاضی قطب الدین تھے۔ قاضی نور حسین مشہور ولی اللہ حضرت فقیر اللہ بھٹی کے بہوئی تھے جبکہ میاں اچھا کی بیٹی بھٹی کے عقد میں تھی اس رشتہ داری کے لحاظ سے قاضی اچھا کا خاندان تصوف اور معرفت میں یکوٹ خاندان کے ہم پلہ سمات ہے۔

قاضی شمس الدین کے فرزند محمد سعید کے بھی چھ بچے تھے۔ بلاے فرزند مولانا قاضی غلام مرتضیٰ مشہور عالم دین ہتھید حیات ہیں جو ہٹیاں بالا کے نزدیک ملک پورہ میں مقیم ہیں وہ بلند پایا خطیب اور شعلہ میاں مقرر بھی ہیں۔ انیس فارسی، عربی کے علاوہ دیگر کئی زبانوں پر بھی عبور حاصل ہے۔ آپ حکیم حاذق ہیں سینکڑوں مریض انکے دست شفا سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ انکے تین بیٹوں میں مولانا محمد نسیم احمد درس نظامی کے فارغ التحصیل ہیں اور حکومت آزاد کشمیر کے محکمہ زکوٰۃ و قضا سے منسلک ہیں۔ قاضی محمد سعید کے ایک فرزند قاضی مقبول الرحمن مدرسہ انوار القرآن توحید گمر لاہور کے مہتمم ہیں جہاں سینکڑوں طلباء کو حفظ قرآن و تہجد کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تیسرا بیٹا قاضی غلام مرتضیٰ بھی اسی مدرسہ سے منسلک ہے۔ قاضی شمس الدین کی اولاد میں حفاظ قرآن اور مستند علماء کی بڑی تعداد موجود ہے جو دین اسلام کی خدمت میں مصروف اور شعائر اسلام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۱۸۶ اور صفحہ ۱۸۷ پر درج ہے۔

ہٹیاں بالا مظفر آباد کا مشہور قبیلہ جند اعوان

مزل علی کلکان کے فرزند غلام علی کے ایک بیٹے کا نام ہرن خان المعروف گاموں تھا۔ گاموں کے پوتے جند کے نام پر اس کی اولاد جند اعوان مشہور ہیں۔ یہ قبیلہ ضلع مظفر آباد کے مواضع چڑوئی، نوگراں، لیپہ، اعوان پٹی، چیلہ بانڈی، چکار اور ہٹیاں بالا میں موضع سرائی اور دیگر دیہات میں آباد ہے۔ تحصیل ہٹیاں کے موضع سرائی کے مکین صوبیدار ملک علی محمد خان اعوان سابق ممبر ضلع کونسل کا اظہار ہے کہ اس خاندان کے کچھ لوگ ۱۶۰۰ء میں جہلم چکوال کے گاؤں جند اعوان میں مقیم تھے کسی فوجی مہم کے سلسلہ میں کشمیر آئے اور یہاں ہی مستقل ہو گئے۔ کچھ لوگ حضرو اور حسن ابدال میں رہ گئے جن کی اولادیں بڑی تعداد میں وہاں آباد ہیں۔ موصوف مزید یہاں کرتے ہیں کہ محکمہ مال کے ریکارڈ میں مواضع چڑوئی اور نوگراں کے جند اعوانوں کو فوجدار کے لقب سے لکھا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جند اعوانوں کے اسلاف میں کچھ لوگ مغلیہ دور میں اعلیٰ فوجی عہدوں پر فائز تھے جن میں پنج ہزاری اور دس ہزاری بھی تھے۔ مغلیہ دور سے قبل بھی جند اعوان فوجی مہمات میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ صوبیدار ملک علی محمد خان ایک سیاسی، سماجی راہنما اور صاحب الرائے شخصیت ہیں ان کی معلومات یقینی طور پر جہلی بر حقائق ہیں۔ صوبیدار ملک علی محمد خان ہٹیاں بالا جو ضلع مظفر آباد کا سب ڈویژن ہیڈ کوارٹر ہے میں پیشہ تجارت سے منسلک، متعدد کاروباری ایجنسیوں کے مالک، علاقہ کے مشاہیر میں سے معتبر مانے جاتے ہیں۔ شجرہ نسب صفحہ ۱۸۷ پر ہے۔

علاقہ کھاوڑہ مظفر آباد کے مہراں

حضرت عون قطب شاہ کی ستائیسویں پشت میں ایک بزرگ مہر محمد نے چکڑالہ ضلع میانوالی اعوان کاری سے رخت سفر باندھا اور براستہ پکھلی ضلع مظفر آباد کے علاقہ کھاوڑہ کے گاؤں میرا خورد میں سکونت اختیار کی۔ مہر محمد کے دو بیٹے امیر اللہ اور روح اللہ تھے۔ روح اللہ جو قاضی کے لاحقہ سے مشہور ہیں کی اولاد کا شجرہ نسب دستیاب نہیں ہے۔ روح اللہ قاضی کثیر الاولاد بزرگ ہوئے ہیں ان کی اولاد کی کثیر تعداد بیل، برسالہ اور سنبل کوٹ میں آباد ہے۔ کچھ لوگ ضلع راولپنڈی کی تحصیل مری کے گاؤں پھگواڑی چلے گئے جن کی وہاں بڑی تعداد اب بھی موجود ہے۔ امیر اللہ کے چار بیٹے ستار محمد، جموں، نور احمد اور خیر محمد تھے۔ جموں اور نور محمد کی اولادوں کے متعلق معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ خیر محمد کے تین فرزند ڈھوڑا، فقیر اور حافظ مرید تھے کہتے ہیں کہ ڈھوڑا کی اولاد رولاکوٹ پونچھ میں ہے جبکہ حافظ مرید کی اولاد صالح گلی، سیری اور میرا خورد علاقہ کھاوڑہ میں ہے۔ ان لوگوں کا شجرہ نسب دستیاب نہیں ہے۔ امیر اللہ کا چوتھا فرزند ستار محمد تھا اس کا ایک ہی بیٹا محمد نور تھا محمد نور کے تین فرزند میاں صوفی، میاں فقیر اور میاں فتح نور تینوں ہی صاحب اولاد تھے۔ فتح نور کی اولاد اعوان بھونی میں آباد ہے جبکہ میاں صوفی اور میاں فقیر کی اولادیں ڈنہ کچلی میں بتائی جاتی ہیں۔ میاں فقیر کے فرزند میاں غلام رسول کا پوتا طاہر جاوید طاہر محکمہ تعلیم سے منسلک ہے۔ ان کے دوسرے فرزند میاں نور عالم کا بیٹا محمد شفیع اس خاندان کے مشاہیر میں سے ہے۔ میاں محمد شفیع سول انجینئر تھے۔ ملازمت سے بیکدوش ہونے کے بعد

سیاست میں حصہ لینے لگے اپنی مقبولیت اور اعلیٰ کارکردگی کے باعث ۱۹۷۶ء میں آزاد جموں کشمیر کی قانون ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ موصوف کے چار بیٹے ملک محمد منیر محکمہ جنگلات میں کنزرویٹور کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے اب بیکدوش ہو چکے ہیں۔ ملک شبیر احمد محکمہ تعمیرات عامہ میں رجسٹرار ٹھیکیدار ہیں۔ محمد ارشد جنرل مرچنٹ اور محمد مصدق محکمہ خوراک آزاد کشمیر کے ڈیپٹی ہیں۔ میاں محمد شفیع اور ان کی اولادیں اب شہر مظفر آباد میں رہائش رکھتے ہیں۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۸۰ پر درج ہے۔

مظفر آباد جہلمہ بانڈی چھتر دو میل اور زیریں

اعوان پٹی کا کوٹلہ خاندان

حضرت عون قطب شاہ کے بیٹے مزل علی کلگاں کا ایک فرزند کرم علی تھا۔ وہ کوٹلہ اور گھلی بھی مشہور تھا۔ کرم علی کے بیٹوں میں ایک خلیل معروف کھلوا قلیل شاہ یا کیلو شاہ تھا۔ جس کی اولادیں جہلمہ بانڈی، چھتر دو میل، حسن گلیاں ضلع مظفر آباد اور سنگولہ ضلع رولاکوٹ میں آباد ہیں۔ جہلمہ بانڈی میں کیلو شاہ کے بیٹے امیر حیدر کی ساتویں پشت میں مور خان کے نام کا ایک بزرگ تھا جو خان پور ہزارہ میں رہائش پذیر تھا اس کے بیٹے لال خان نے خانپور سے ترک سکونت کر کے پکھلی ہزارہ میں کچھ عرصہ قیام کیا پھر پکھلی ہزارہ سے نقل مکانی کر کے مظفر آباد کے قریب حسن گلیاں پہنچا۔ اس کے دو بیٹے جیا اور جلی خان تھے جیا کا پوتا فتح خان جد اعلیٰ قبیلہ فتح خانی ہے۔ جیا کی پانچویں پشت میں جموہ کے دو بیٹے میر محمد اور سبز علی تھے۔ سبز علی کی جہلمہ اولاد تمپیاں پاجگراں نزد مظفر آباد اور میر محمد المعروف میرا خان کی جہلمہ اولاد جہلمہ بانڈی میں آباد ہے۔ سبز علی

حسن گلیاں سے تمچیاں اور میر محمد حسن گلیاں سے سکونت ترک کر کے جہلمہ بانڈی منتقل ہو گیا۔ میر محمد کے تین بیٹے فقیر محمد، بوستان، اور شیر زمان تھے۔ فقیر محمد کا پوتا عبد اللطیف اور دوسرے پوتے عبدالقیوم کا بیٹا محمد عارف محکمہ جنگلات آزاد کشمیر میں فارسٹر کے عہدوں پر فائز ہیں۔ میر محمد کے فرزند شیر زمان کا بیٹا میر زمان محکمہ جنگلات سے ریجن آفیسر اور علی زمان فارسٹ گارڈ ریٹائر ہوا۔ میر زمان کا بیٹا محمد اقبال اور علی زمان کا بیٹا محمد اسلم مقامی بیٹھوں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ بوستان المعروف مولانا محمد بوستان جید عالم اور معروف شخصیت تھے۔ آپ نے ہزارہ کے مختلف مدارس سے دینی علوم پر عبور حاصل کیا اور واپس آکر جہلمہ بانڈی میں درس و تدریس کے ادارے قائم کیے۔ آخری عمر تک اسی کار خیر میں مصروف رہے۔ ان کا بڑا بیٹا عبد الرحمن زمینداری کے پیشے سے منسلک تھا جبکہ اس کا بیٹا عبداللہ ریڈیو پاکستان کے مقامی دفتر میں نگران کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ مولانا محمد بوستان کا چھٹا بیٹا حاجی ملک گل زمان قاصد تاریخ ساز شخصیت ہتید حیات ہیں۔ ان کی پیدائش کے چند ماہ بعد ان کے سر سے والد کا سایہ اٹھ گیا ان کی والدہ صاحبہ اور اک خاتون تھیں۔ انہی کی نگرانی میں انہوں نے ابتدائی تعلیم مکمل کی اور ۱۹۳۶ء میں ایبٹ آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد محکمہ تعلیم میں سروس اختیار کی۔ لیکن ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے نتیجے میں محکمہ خوراک سے منسلک ہو گئے آپ ۱۹۹۰ء میں ڈپٹی ڈائریکٹر خوراک کے عہدہ جلیلہ سے سبکدوش ہوئے۔ موصوف بڑی باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں۔ ایبٹ آباد کے غلام ربانی مرحوم سے مل کر ستر کی دھانکی میں مظفر آباد میں تنظیم الاموان کی بنیاد رکھی۔ الاموان ویلفیئر سوسائٹی آزاد کشمیر کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس کی

تعمیر وترقی میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے ہیں۔ موصوف اس تنظیم کی صدارت کے عہدہ پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔

حاجی گل زمان قاصد کے تین فرزند محبوب الحق محکمہ تعمیرات عامہ میں اسٹنٹ انجنئر ہیں۔ دوسرے بیٹے منظور الحق نے نیوزی لینڈ کی ولنگٹن میں یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہوئی ہے۔ قبل ازیں انہوں نے پاکستانی یونیورسٹیوں سے ایم ایس سی ایگریکلچر اور ایم ایس سی فارسٹری میں امتیازی حیثیت سے ڈگریاں حاصل کی ہوئیں ہیں۔ آپ محکمہ جنگلات میں کنزرویٹر ہیں اور ناردرن ریورسز ٹینجینٹ پروجیکٹ سے منسلک ہیں۔ قاصد صاحب کے بچھے بیٹے جاوید الحق تاجر ہیں۔

حاجی گل زمان قاصد درجنوں سماجی و دفاعی تنظیموں کے سرگرم رکن ہیں۔ مظفر آباد میں قائم کئی دینی تنظیموں اور مدارس میں ان کی سرگرمیاں قابل ستائش ہیں۔ اپنے جواں سال بیٹے مسعود الحق مرحوم کے نام پر مدرسہ تعلیم القرآن حنیفہ مسعودیہ جہلمہ بانڈی قائم کر رکھا ہے۔ جس میں بچوں کی بڑی تعداد حفظ قرآن میں مصروف ہے، یہاں ناظرہ قرآن بھی پڑھایا جاتا ہے درس و تدریس عملہ میں علماء اور حفاظ شامل ہیں اس کی نگرانی وہ خود ہی کرتے ہیں۔ اس مدرسہ کے جملہ اخراجات بھی خود ہی برداشت کرتے ہیں۔ موصوف نے جہلمہ بانڈی کے مقام پر الاموان انڈسٹریل کمپلیکس قائم کر رکھا ہے جس میں ماربل اور لکڑی کے کارخانے قائم ہیں۔ ان کارخانوں کی جملہ مصنوعات کی کھپت دارالحکومت آزاد کشمیر میں ہی ہوتی ہے۔ یہاں آٹوموبائل کا کام بھی ہوتا ہے۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۷۳ ۷۴ پر درج ہے۔

لال خان کے بچے محلی خان کی اولاد محلی خانی کہلاتی ہے اس کے بچے ستار علی کے پوتے حمد علی کے چچے فرزند حمید اللہ، بدایت اللہ، دوسا، جسو، مسکین اور بوستان تھے دوسا حسن گھیاں سے نقل مکانی کر کے چھتر دو میل پنچا جہاں اس کے دوست منشی خانولی خان اعوان ڈپٹی کلکٹر نے دوسا خان کو خوش آمدید کہا۔ حسن گھیاں کی نسبت چھتر دو میل میں بہتر رہائشی سولیات دستیاب تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسا خان اپنی جملہ اولاد کے ساتھ یہاں منتقل ہوا۔

دوسا کی اولاد میں پڑھے لکھے اور حکومت وقت کے اہم مناصب پر فائز افراد آج بھی موجود ہیں۔ ان کا بڑا بیٹا ملک علی اکبر اعوان ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ تعلیم تھے۔ آپ نہایت منکسر المزاج، انسانی بھردی کے پیکر اور اعلیٰ خصوصیات کے مالک تھے۔ مرحوم دن خدمت خلق میں اور رات یاد اللہ میں گزارتے تھے موصوف کا بیٹا افتخار اعوان اعلیٰ تعلیم یافتہ اور قانون دان ہے۔ وہ کشمیر سیل جو ایک سیاسی ادارہ ہے میں ڈائریکٹر کے اہم عہدہ پر اپنی خدمت انجام دے رہا ہے۔

دوسا خان کا دوسرا بیٹا علی اصغر اعوان حکومت آزاد کشمیر میں مرکزی سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہ کر پٹنن پر سکدوش ہو چکا ہے۔ آپ پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ قانون سے گولڈ میڈلسٹ ہیں۔ قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد مظفر آباد میں وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ ساتھ ہی اصلاح الاعوان نام سے ایک فلاحی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ حکومت نے ان کی مقبولیت اور ذاتی خوبیوں کے پیش نظر انہیں محکمہ عدل و انصاف میں سب جج مقرر کر دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ان کی حسن کارگردی کے پیش نظر انہیں ٹھیکٹ گروپ میں تبدیل کر کے اسٹنٹ کمشنر مال بنا دیا گیا۔ یہیں سے وہ

ترقی کر کے سیکرٹری حکومت بنے۔ سرکاری ملازمت کے دوران وہ اہم اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ فرض شناسی اور انسانی بھردی میں پیش پیش رہے اور کبھی کسی سائل کو مایوس نہیں لوٹایا۔ سروس سے فارغ ہو کر حسن گھیاں کے مقام پر اعلیٰ معیار کی ایک جامع مسجد اور اسلامی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ موصوف صاحب علم، اسلام دوست اور عوام الناس میں مقبولیت کی بنیاد پر آزاد کشمیر بھر میں جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ دوسا خان کا چھوٹا فرزند مقامی بینک میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۷۳ پر ہے۔

کرم علی کوٹلہ کا ایک بیٹا گنگ خان تھا۔ جس کی چودھویں پشت میں نور محمد نامی ایک شخص پھیلی سے حسن گھیاں پنچا۔ اس کے فرزند رضا محمد نے دریا جہلم کے کنارے گڑھی دوپٹہ کے نزدیک مالسی کے مقام پر سکونت اختیار کر لی۔ اس کے دو بچے تھے صوبہ خان اور تاج محمد۔ تاج محمد نے مالسی سے رخصت سفر باندھا اور چٹاری کے متصل دریائے جہلم کے دائیں کنارے کٹھائی کے مقام پر سکونت اختیار کر لی۔ یہ مقام سر سبز و شاداب اور زرخیز میدانی اراضیات کا خطہ تھا۔ جو تاج محمد کی ضروریات پوری کرتا تھا۔ اس کی جملہ اولاد اسی مقام پر آباد ہے۔ ان کا شجرہ نسب صفحہ ۷۸ پر درج ہے۔

رضا محمد خان کا دوسرا بیٹا صوبہ خان باغ و بہار شخصیت کا مالک تھا اس نے شب دروز کی محنت سے علاقہ میں اپنا مقام پیدا کر لیا تھا۔ عرف عام میں اسے صوبہ خان ذیلدار کہا جاتا تھا۔ صوبہ خان نے انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں مالسی کو خیر آباد کہا اور اعوان پٹی میں آباد ہو گیا۔ اعوان پٹی میں پہلے ہی چند بڑے اعوان خاندان آباد تھے صوبہ خان کا درود اعوانوں کیلئے مزید تقویت کا باعث بنا۔ صوبہ خان کے چار بچے فقیر محمد

غلام محمد، دوست محمد اور فجر علی تھے۔ یوں تو ان کی سبھی اولادیں اپنا اپنا مقام رکھتی ہیں لیکن دوست محمد خان کی اولاد میں گویا گویا خصوصیات کی حامل شخصیات پیدا ہوئیں۔ جن میں تعلیم یافتہ لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ یہ لوگ سرکاری ملازمتوں میں بعض اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ سیاسی، معاشی اور معاشرتی شعبوں میں ان کا اپنا مقام ہے۔ دوست محمد کا بڑا بیٹا میر محمد محکمہ مال میں تحصیل دار تھا جس کا ایک فرزند سلیم اختر آفسر مال کے عہدہ پر فائز ہے۔ اس کا پوتہ رفاقت حسین لوکل گورنمنٹ میں سب ڈویژن آفسر ہے۔ دوسرے بیٹے متولی کے فرزند محمد منیر اعوان ایم اے ایل ایل فی ایڈووکیٹ سابق ایم ایل اے اور آزاد جموں و کشمیر اسمبلی میں پارلیمنٹری سیکرٹری رہ چکے ہیں۔ دوسرا بیٹا محمد نذیر اکاؤنٹس آفسر اور تیسرا بیٹا محمد یوسف پرنٹنگنگ محکمہ تعمیرات عامہ ہے۔ دوست محمد کا فرزند محمد خان ڈوگرہ عہدہ میں ریجنل آفسر تھا۔ ان کے بیٹوں میں منظور حسین قانون دان تھا جو ایک حادثہ میں وفات پا چکا ہے۔ محمد فاروق اعوان تعمیرات عامہ کے سنٹرل ڈیزائن ڈائریکٹوریٹ میں ڈائریکٹر ڈیزائن ہیں جبکہ انکا مہلایا محمد آصف محکمہ برقیات میں لائن پرنٹنگنگ ہے۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۷۸ پر ہے۔

مزل علی کے بیٹے غلام علی کی اولاد مظفر آباد میں

مزل علی کنگاں کے دوسرے بیٹے غلام علی کی گیارہویں پشت میں شہید نام کا ایک شخص تھا۔ جس کے دو بیٹے مولا بخش اور پھولا تھے۔ مولا بخش کی اولاد ڈوبال ضلع پکوال میں بتائی جاتی ہے۔ جبکہ پھولا کے بھی دو بیٹے باز اور محمد اعظم تھے۔ تاریخ اقوام پونچھ کے صفحہ ۶۵۵ پر ”اعوان خاندان اعظم آباد وغیرہ“ کے عنوان سے محمد دین فوق نے لکھا ہے کہ، منڈی (مقبوضہ پونچھ) کے ایک مشہور شہر اتاکا کا نام رفتہ رفتہ اتولی مشہور ہو گیا۔ جو آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ فوق صاحب لکھتے ہیں کہ ضلع جہلم کی اعوان کاری کے علاقہ سے ایک اعوان جس کا نام ملک محمد اعظم تھا یہاں آکر آباد ہو گیا اس نے اتولی کے قریب ہی ایک جدید بسستی اعظم آباد کے نام سے آباد کی۔ وہی اعظم آباد اب منڈی سے ملحق ہے اور اتولی کے اوپر کی طرف الگ واقعہ ہے۔ ملک محمد اعظم خان کی اولاد سے ایک بزرگ تحصیل مظفر آباد چلے گئے جس کی اولاد پٹی آواناں (اعواناں) متصل گڑھی دوپٹہ میں موجود ہے اور اعوان کہلاتی ہے۔ میر دو ساخان اعوان اس قوم سے نمبر دار رہے ہیں۔ محمد دین فوق کہتے ہیں کہ ایک بزرگ جس کا نام فیض علی تھا یہاں سے (اعظم آباد) سے تحصیل مہڈر (مقبوضہ پونچھ) کے موضع ہجھلا میں چلے گئے۔ اس گاؤں کے رقبہ رام کنڈ میں ان کی کافی اراضی موجود ہے۔ تاریخ اقوام پونچھ کے مطابق محمد اعظم خان کی اولاد کاغذات مال میں ہندو بہت کے دوران اعوان کے جائے اپنے قومی لقب ”ملک“ کے نام سے درج ہو گئے اس لئے اب اسی طرح مشہور ہیں۔

فوق صاحب کا یہ کتا صحیح نہیں ہے کہ محمد اعظم خان کی اولاد سے کوئی شخص

مظفر آباد گیا تھا۔ درست بات یہ ہے کہ محمد اعظم خان کے بھائی باز کا بیٹا پیارا ڈوبال ضلع پکوال سے چھتر دو میل مظفر آباد گیا جہاں سے اس کی اولاد اعموان پٹی سمیت دیگر اطراف میں پھیل گئی۔ پیارا کے بھی دو بیٹے گوگر اور کوچی تھے۔ پیارے اپنے بیٹوں کے ہمراہ ڈوبال سے رخت سفر باندھا اور بکھلی ہزارہ پہنچا۔ جہاں اس نے مختصر قیام کیا اور کشمیر روانہ ہو گیا۔ اس نے برائے گڑھی حبیب اللہ حسن گلیاں کے علاقہ میں داخل ہو کر چھتر دو میل کے مقام پر مستقل قیام کا فیصلہ کیا۔ اس کے بیٹے گوگر نے دو میل سے ترک سکونت کر کے گڑھی دوپنہ کے قریب مالسی کے مقام پر رہائش اختیار کر لی۔ کوچی کے بیٹے حیدر کی اولاد بھی اعموان پٹی مظفر آباد میں ہے دوسرے بیٹے کاچم کے بھی دو فرزند کریم بخش اور کمال تھے۔ کمال کی اولاد اعموان پٹی اور کرناہ کے گاؤں مٹیاں اور مٹلی دھار میں ہے۔ کرم بخش کے بیٹے مراد بخش کے دو فرزند دیدار بخش اور خدا بخش تھے۔ خدا بخش کی جملہ اولاد مواضعات کوٹہ، کموڑی پنج گراں اور علاقہ ٹھراٹ ضلع مظفر آباد میں ہے۔ دیدار بخش کے تین بیٹے عباسو، دلاور اور محمد شریف تھے۔ عباسو پونچھ چلا گیا اور دلاور کی جملہ اولاد چھتر دو میل مظفر آباد میں ہے۔ محمد شریف کے پوتے نمانہ کا بیٹا منگا گڑھی دوپنہ چلا گیا۔ نمانہ کے دوسرے فرزند حسن خان کے چار بیٹے تھے۔ بہادر علی کی اولاد جہلم، بانڈی میں ہے۔ جیون علی روشن علی اور ہاشم علی چھتر دو میل میں آباد ہیں۔ نمانہ کے تیسرے بیٹے ڈوڈا کی جملہ اولاد بھی چھتر دو میل میں ہے اس خاندان میں ملک شیر زمان اور ملک محمد زمان نمایاں شخصیات مانے جاتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب صفحہ ۱۹۷ پر ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے گوگر نے چھتر دو میل کو چھوڑ کر مالسی کے مقام پر سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہاں ہی اس کی چوتھی پشت میں خدا بخش نام کے ایک بزرگ ہوئے جس کے چار بیٹے شیر خان، نور قلی، منسو، اور بیٹوں تھے۔ شیر خان کی اولاد اعموان پٹی کے گاؤں نکہ میں نور قلی اور منسو کی اولادیں اعموان پٹی کے گاؤں ارتاکھ میں آباد ہیں۔ منسو کی اولاد سے کچھ لوگ، مٹیاں اور ڈوڈنی دوپنہ زیریں اعموان پٹی میں ہیں اس خاندانوں میں ملک غلام حسین وزارت خارجہ پاکستان اور ملک محمد حسین سیکشن آفیسر پاکستان سفارت خانہ ناروے قابل ذکر شخصیات ہیں۔ خدا بخش کا چوتھا بیٹا بیٹوں خان ایک تاریخی شخصیت کا مالک تھا اس نے اعموان پٹی اور نواحی علاقوں پر مشتمل خود مختار سرداری قائم کی جس کی تفصیل اعموان پٹی مظفر آباد ایک خود مختار علاقہ کے عنوان سے الگ دی گئی ہے۔ بیٹوں خان کے تین بیٹے تھے گل محمد کی اولاد سے کچھ لوگ کھٹ پورہ میں، فتح محمد کی اولاد سے کچھ لوگ پونھی اور سرہ گلی میں آباد ہیں۔ فتح محمد کی اولاد سے کچھ لوگ وادی کاغان میں واقعہ بالا کوٹ کے علاقہ بانڈی اور میر اور میں بھی آباد ہیں۔ تیسرے بیٹے نور محمد کے پوتے مل خان کے فرزند سرانداز خان تھے۔ اس کی اولاد بکھلی ہزارہ میں ہے۔ مل خان کے بھائی ولی محمد کی چوتھی پشت میں حمد علی تھا جس کی اولاد سروٹ موضع مٹیاں میں ہے۔ کما جاتا ہے کہ مل خان کا پوتا بادل خان یساں سے نقل مکانی کر کے علاقہ کھاڑہ چلا گیا تھا اس کی اولاد کھاڑہ میں موجود ہے۔ بادل خان کا ایک بیٹا فقیر اعموان پٹی میں ہی رہ گیا۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۱۹۷ پر درج ہے۔

اعوان پٹی مظفر آباد کا خود مختار علاقہ

مرتل علی کلاں کی اولاد سے پندرہ سو برس پشت میں پیارا نام کا ایک شخص چکوال کے مقام ڈوبال سے چل کر اپنے اہل و عیال اور کچھ ہمراہیوں کے ساتھ پچھلی ہزارہ پہنچا۔ جہاں مختصر قیام کے بعد دیگر اعوان افراد و خاندانوں کی اتباع میں کشمیر روانہ ہوا۔ اور مظفر آباد شہر کے نزدیک چھتر دو میل کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ ستر سو برس صدی کا آخری یا اٹھارویں صدی کا ابتدائی زمانہ بتایا جاتا ہے۔ اعوان قوم کے لوگ انفرادی طور پر یا چھوٹے چھوٹے گروہوں میں اعوان کاری سے بد صغیر کے اندر مختلف علاقوں میں دین اسلام کی تبلیغ اور بہتر رہائشی سہولیات کی تلاش میں روانہ ہوتے رہے۔ اور جہاں کہیں آسائش میسر ہوئی آباد ہو گئے۔

بابا پیارا عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ آزاد منش اور مظاہر قدرت میں بے حد دلچسپی رکھتا ہے۔ یعنی وہ ہے کہ وہ اعوان کاری سے چل کر راستہ میں کہیں بھی قرار نہ پکڑے گا۔ چھتر دو میل گاؤں کو دریائے جلم نے تین اطراف سے گھیر رکھا ہے چاروں اطراف فلک لاس پہاڑی سلسلے کے وسط میں ایک وسیع و عریض میدان رہائشی سہولیات کیلئے بے حد مفید تھا۔ یہاں کی زرخیز و شاداب زمین انسانی ضروریات اور آسائشوں کیلئے سود مند اور قدرتی حسن سے مالا مال تھی۔ چنانچہ بابا کو یہ جگہ بہت پسند آئی تو اس نے اپنے مستقبل کیلئے اس جگہ کو منتخب کر لیا۔

پیارا کے چھ گھر یا گھروں نے دو میل سے نقل مکانی کر کے گڑھی دوپٹہ کے نزدیک دریائے جلم کے کنارے دائیں طرف واقعہ ماسی کے مقام پر رہائش اختیار کر

لی۔ اعوان لوگ جہاں بھی گئے انہوں نے اپنی حفاظت کے انتظامات کے ساتھ ساتھ دین کی ترقی و ترویج کو پیش نظر رکھا لہذا گو گرنے نے بھی ماسی کے مقام پر تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کیا۔ قرب و جوار کے علاقوں میں درس تدریس کے مراکز کھولے، مسجدیں تعمیر کروائیں اس کی اولاد کے لوگ اطراف کے دیہات میں پھیل چکے کچھ تو دین کی ترقی کے کام میں مصروف رہے لیکن غالب آباد کاروں نے زمینداری کا پیشہ اختیار کر لیا۔

اعوان پٹی کا علاقہ گڑھی دوپٹہ سے شروع ہو کر پٹی گاؤں جو نو سیری پنجوٹ کی سرحد پر واقع ہے پر ختم ہوتا ہے اس کی لمبائی تقریباً تیس کلو میٹر اور چوڑائی نالہ نمیاں سے نالہ جندر بہن تک دس کلو میٹر کے قریب ہے یہ دونوں نالے اعوان پٹی کے دائیں بائیں متوازی بہتے ہیں اور گڑھی دوپٹہ کے مقام پر دریائے جلم میں گرتے ہیں۔ گڑھی دوپٹہ جس کی سطح تین ہزار فٹ کے قریب ہے سے اعوان پٹی کا علاقہ شروع ہو کر مشرق میں بتدریج بلندی کی جانب مائل ہے۔ موضع پٹی تک اس کی اونچائی چھ ہزار فٹ سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ مزید مشرق میں واقعہ سلسلہ کوہ علاقہ کرناہ کو اعوان پٹی سے جدا کرتا ہے۔

گوگر کی اولاد سے چوتھی پشت میں خداحش کے نام کا ایک بزرگ تھا جس کے چار بیٹے شیر خان، منسو خان، ہڈوں اور نور قلی تھے۔ منسو خان، بیٹوں خان، اور نور قلی نے زندگی کی بہتر سہولیات کی تلاش میں ماسی سے نقل مکانی کر کے اعوان پٹی کی جانب رخت سفر باندھا۔ اعوان پٹی کا علاقہ سرسبز، شاداب لیکن غیر آباد تھا گھنے جنگلات سے اچھا تھا۔ جہاں کی وسیع و عریض سرزمین جو پہاڑی سلسلہ کے دامن میں

فطری سائنس کے ذہلوں پر مشتمل ہے قدرت کی تمام رعنائیوں سے مزین انسانی قدموں کے بوس و کنار کی منتظر تھی یہ علاقہ ان لوگوں کی طبعی و فطری ضروریات کیلئے بے حد مفید تھا۔ چنانچہ بنوں خان نے ہاڑی کلس میں، مٹھو خان ارا تاکہ میں اور نور علی نگر میں اپنے لاڈ و لشکر سمیت آباد ہو گئے۔ ان لوگوں نے جنگلات تلف کئے، زمین ہموار کی، قبر رانی کی، زمین کے بڑے حصہ پر فصلیں کاشت کیں اور زمین سونا اگلنے لگی تو نئے آباد کار اور ان کی اولادیں چین و سکھ کی زندگی بسر کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ اعروان پٹی کے جملہ علاقے اعروانوں کی دسترس میں آ گئے۔

خدا بخش کا پوتا مٹھو خان صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ان کی زندگی میں درجنوں لوگ ان کے آستانہ پر حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے رہے۔ بابا مٹھو موسم گرما میں ارا تاکہ اور سرما میں سلطان پور میں قیام فرماتے تھے۔ سلطان پور دریائے جہلم کے کنارے گڑھی دوپٹہ کے نزدیک زیریں اعروان پٹی میں واقع ہے ان کا مزار بھی سلطان پور میں مراجع الخلائق ہے۔

یوں تو خدا بخش کے تمام بچے گونا گوں خصوصیات کے حامل تھے لیکن ان میں بنوں خان دوسرے بھائیوں سے ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔ وہ فن سپاہ گری میں ماہر، تلوار کا دھنی اور گھوڑ سواری میں بد طوٹی رکھتا تھا۔ اسے اسلامی تعلیم پر سیر حاصل عبور تھا وہ اسلام دوست قوتوں کی حوصلہ افزائی کرتا اور تعلیم و تبلیغ میں بے حد دلچسپی رکھتا تھا۔ تصوف اور معرفت میں بابا بنوں بلند مقام پر فائز تھا انہوں نے ماسی اور پھر اعروان پٹی میں اپنے اور اپنے قبیلے کی حفاظت کیلئے چاک و چومد سپاہیوں پر مشتمل ایک دستہ قائم کر رکھا تھا۔ جو گرد و نواح کے علاقوں پر بھی نظر رکھتا تھا۔ بنوں خان نے اپنے علاقہ

میں فن سپاہ گری کے مراکز کھول رکھے تھے جن میں تیر اندازی، گنکا بازی اور تلوار چلانے کے گر سکھائے جاتے تھے۔ فوجی ٹریگ کے ہر قسم کے علوم پر کام ہوتا تھا۔ وہ ہمہ وقت ہر قسم کی مشکلات سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ کم از کم ایک ٹریننگ سنٹر ایسا بھی قائم تھا جہاں مدوق سازی اور پتھر کی گولیاں استعمال کرنے کی ٹریگ دی جاتی تھی۔ نصف صدی قبل تک ایسی مدوقیں ترقی یافتہ صورت میں زیر استعمال تھیں لیکن قسم اب مفقود ہے۔

اعوان پٹی پہنچ کر بابا بنوں نے اپنے حفاظتی دستہ کی تنظیم نو کی وہ بہترین منظم تھا اس نے اس ننھی سی ریاست میں مثالی انتظامیہ قائم کر رکھی تھی۔ اعروان پٹی کے مختلف دیہات و ملحقہ مواضع جن میں ارنیاں، دڑنی، دوپٹہ، پشسنی، ملیاں سیلہ، حویلیاں سنی کوٹ اور بانڈی جمعداراں وغیرہ شامل تھے میں انہوں نے اپنے نائبین اور مشیر مقرر کر رکھے تھے۔ جو انتظام سلطنت میں انہیں قیمتی مشورے دیتے تھے ان مشیروں میں شیر خان اور رحمت اللہ شامل تھے۔ دیگر دیہات و علاقوں سے بھی مشیران کرام بابا بنوں کی معاونت کرتے تھے لیکن ان کے متعلق تفصیلات دستیاب نہیں ہیں۔

اعوان پٹی کے متعلق زیادہ تر معلومات بابا شیر محمد خان آف ہاڑی اعروان پٹی نے فراہم کی ہیں جو کچھ عرصہ پہلے ۱۳۷۷ سال کی عمر میں وفات پانچے ہیں۔ مرحوم نے اعروان پٹی کی تاریخ میں طویل ترین عمر پائی موصوف کے روئے مبارک اور سروپا پر بڑھاپے کے اثرات نمایاں تھے۔ اس کے باوجود گفتگو میں معصومانہ چاشنی تھی۔ وہ درمیانہ قد و قامت کے حامل اور سادہ مزاج رکھتے تھے۔ موصوف پامد و صوم و صلوة اور صاحب ادراک بزرگ تھے۔

سلطان پلو علاقہ کا ایک بڑا جاگیر دار تھا جو عام طور پر پلو تری میں قیام رکھتا تھا۔ اس مقام کا نام غالباً سلطان کے اسم گرامی کے نام کی رعایت سے ہی "پلو تری" زبان زد عام ہوا ہو گا۔ ماسی اور لواسی میں بھی سلطان کی اقامت گاہیں موجود تھیں۔ سلطان پلو نے دو درجن سپاہ پر مشتمل ایک حفاظتی دستہ قائم کر رکھا تھا اس کی کوئی باقاعدہ فوج نہ تھی ضرورت پڑنے پر اپنی جاگیر میں آباد لوگوں سے استفادہ کرتا رہتا تھا۔ سلطان کے ساتھ بابائوں کے تعلقات دوستانہ اور باہمی احترام و اعتماد کی بنیاد پر پہلے سے ہی قائم تھے۔ سلطان حسب ضرورت اپنی رعایا اور کاشتکاروں کو قابو میں رکھنے کیلئے اموالوں کی فوجی امداد سے استفادہ حاصل کرتا تھا۔ جب سلطان عمر عزیز کے آخری حصہ میں پہنچا تو اسے ہمایوں نے آن گھیرا۔ وہ بے حد کمزور اور ضعیف ہو چکا تھا۔ انتظامیہ پر اس کی گرفت اچھلی پڑ گئی تھی جس سے اس کی جاگیر کا نظام متاثر ہو رہا تھا۔ اس کی رعایا کے لوگ اور کاشتکار سن مانی کاروائیوں پر اتر آئے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کشمیر میں مرکزی حکومت کی جزیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ انتظامیہ انتشار کا شکار تھی ریاست بھر میں افزائش فوجی کا دور دورہ تھا۔ دور دراز کے علاقوں میں خود ساختہ حکومتیں اور سرداریاں قائم ہو رہی تھیں۔ عرف عام میں اس زمانہ کو آپ راجی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لیچ کرناہ کے ایک سردار شیر احمد خان نے اپنی فوج کے درجنوں فوجی سپاہیوں پر مشتمل ایک دستہ کے ساتھ سلطان پلو پر حملہ کر دیا اور سلطان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ سلطان نے اپنی فوجی قوت کو منظم کرنے کیساتھ ساتھ بابائوں خان سے رابطہ کیا۔ بنوں خان اپنی فوج کے بہترین دستہ کے ساتھ سلطان کی مدد کو پہنچا۔ اسکی فوجی قوت اور کامیابیوں سے راجہ شیر احمد خان

اور اس کی فوج جنوب واقف تھے۔ چنانچہ بنوں خان کے وارد ہوتے ہی راجہ شیر احمد خان کے فوجیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ لہ پائی پر مجبور ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ راجہ تری کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنہ سامنا بھی ہوا اگرچہ راجہ شیر احمد خان ایک بھاری اور جنگجو شخصیت کا مالک تھا لیکن اسکی فوج اپنے علاقہ سے بہت دور راستہ میں پڑنے والے حائل اور شہر گندار پہاڑی سلسلوں کی موجودگی میں لڑنے سے قاصر تھی۔ لہذا وہ بغیر لڑائی کے ان پہاڑوں کو عبور کر کے واپس اپنے علاقوں کو لوٹ گئے۔

اس شاندار کامیابی اور فتح کے بعد سلطان پلو نے خوش ہو کر اپنی جاگیر کا کچھ حصہ بنوں خان کو دینے کی پیشکش کی۔ لیکن اسنے اس پیشکش کو دوستانہ رو لیا اور جذبہ خیر سگالی کے اظہار کے طور پر قبول نہ کیا اس طرح لواسی خاندان میں اموالوں کے اثر و سوغ میں معتدبہ اضافہ ہوا۔

حافظ جان محمد کی اولاد آزاد کشمیر میں

حضرت سالار قطب حیدر شاہ عرف سالار غازی کے بڑے بیٹے عبداللہ کو لڑکے کی چوبیسویں پشت میں حافظ جان محمد کے بیٹے قاضی عبدالکھور نام کے ایک بزرگ کو بالہ سے چند کلومیٹر جنوب میں دریائے جہلم کے دائیں کنارے واقع گاؤں سیروت میں آزاد کشمیر سے نقل مکانی کر کے رہائش پذیر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ قاضی عبدالکھور نیک سیرت اور جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب کشف بزرگ تھے۔ حافظ جان محمد کے پانچ بیٹے قاضی عبدالکھور معروف گوندل خان، حافظ محمود، حافظ شیخ محمد، قاضی عبدالغفور اور قاضی عبدالکریم تھے۔ اموال مشائخ عظام نے برصغیر میں تبلیغ

دین اور اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ حافظ جان محمد نے بھی ایسے ہی جذبوں کی تسکین کیلئے اپنے بیٹوں کی تعلیم و تربیت اس انداز میں کی کہ وہ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت اور ترقی و توسیع کر کے ان کی عزت اور عظمت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بن سکیں۔

حافظ جان محمد کے بڑے بیٹے قاضی عبدالشکور کے سات فرزندوں میں سے قاضی غلام محی الدین نے آزاد کشمیر کے علاقہ کھاوڑہ کے دیہات بھریاں اور کومی کوٹ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اولادیں نوابی دیہات صالح گلی جھنڈ گراں اور موہری ٹراٹ وغیرہ تک پھیل گئیں جبکہ ان کے دوسرے دو بیٹوں قاضی تاج محمد اور قاضی جان محمد کی اولادیں ضلع ایبٹ آباد کے گاؤں بیروٹ میں مستقل ہو گئیں۔ قاضی تاج محمد کے دوسرے بیٹے نور محمد کی اولاد بیروٹ میں "نور محمد آل کوٹ" سے مشہور ہے۔ قاضی نور محمد کے پوتے محمد عبدالجلیل کے بھی پانچ بیٹے ہیں جو ہمہ گیر صلاحیتوں اور خصوصیات کے مالک ہیں۔ ان کے دوسرے فرزند محبت حسین اعوان تاریخ ساز شخصیت ہیں۔ موصوف حکومت پاکستان کے محکمہ کسٹرز میں اعلیٰ عہدہ پر فائز کراچی میں مقیم ہیں۔ محبت حسین اعوان تنظیم الاعوان پاکستان کی پریم کونسل کے ممبر، الاعوان ویلفیئر ایسوسی ایشن سندھ کے نگران اعلیٰ اور ادارہ تحقیق الاعوان پاکستان کراچی کے منتظم ہیں۔ آپ متعدد تاریخی کتب کے مصنف اور مؤلف ہیں۔ آپ کا شمار علم و ادب کی جانی پہچانی شخصیات میں ہوتا ہے۔ حافظ جان محمد کے بیٹوں حافظ محمود اور حافظ شیخ محمد کی اولادوں کے متعلق معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ ان کے چوتھے بیٹے قاضی عبدالغفور کے سات فرزند تھے۔ ان کے بیٹے قاضی فتح

محمد کے پسر قاضی محمد حسین کی اولاد موضع قاضی بھند میں اور قاضی عبدالغفور کے دوسرے بیٹے قاضی شیر محمد کے فرزند عبداللہ کی جملہ اولاد موضع جو شریف علاقہ چکار مظفر آباد میں ہے۔ اس خاندان میں کرنل ریٹائرڈ الطاف حسین سابق ڈائریکٹر جنرل محکمہ سول ڈیفنس آزاد کشمیر معروف شخصیت ہیں۔ حافظ جان محمد کے پانچویں بیٹے قاضی عبدالکریم کی جملہ اولاد بھی کومی کوٹ ضلع مظفر آباد میں ہے۔ اس خاندان کا شجرہ نسب صفحہ ۳۸۶ پر ہے۔

۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی کشمیر

میں اعوانوں کا حصہ

سابق ریاست پونچھ، چار تحصیلوں خویلی، مہنڈر، باغ اور سدھنوتی پر مشتمل تھی۔ ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی کے نتیجے میں تحصیل مہنڈر کا دو تہائی اور تحصیل خویلی کا نصف مقبوضہ کشمیر میں چلا گیا جبکہ ریاست پونچھ کا باقی علاقہ اب اضلاع پونچھ اور باغ پر مشتمل آزاد کشمیر کا حصہ ہے۔ یہ مردم خیز خطہ ارضی جذبہ حریت اور احساس آزادی سے ہمیشہ مالا مال رہا ہے۔ یہاں آزادی پسند، غیور اور جنگجو قسم کے لوگ آباد ہیں۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ آٹھارویں صدی تک پونچھ کا سارا علاقہ ریاست کشمیر کا حصہ تھا۔ اندورنی بے اعتدالیوں اور بد نظمیوں کے باعث مرکزی حکومت کا اقتدار ختم ہوا تو یہاں کے مختلف قبائل نے خود مختار علاقے قائم کر لیے اور خود ساختہ نوابوں، راجاؤں اور سرداروں کے تحت اپنی اپنی حکومتیں قائم کر لیں جو اکثر ایک دوسرے سے دست و گریبان رہتے تھے۔ لوٹ مار، خانہ جنگیوں اور فسادات میں باہمی آویزشوں میں ان کی ہر اوقات ہوتی تھی اس لئے یہ لوگ ہمہ وقت جنگی اور دفاعی تیاریوں میں مصروف رہتے تھے۔ تاریخ اقوام پونچھ کے مطابق ”اس عجیب و غریب اور بے ترتیب حکومت کو آپ راجی سے موسوم کیا جاتا ہے۔“ دیگر علاقوں کا ذکر کرنے کے بعد محمد دین فوق آڑ میں لکھتے ہیں کہ ”تحصیل سدھنوتی میں سدھن اور بدھن (اعوان) قوم کے مختلف قبائل

باب سوئم

مصر ف ہو گئے تھے۔" ایسے حالات اور ماحول میں پروان چڑھنے والی نسلیں کسی غیر کے تسلط کو برداشت کرنے کی عادی نہیں تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کی جنگ آزادی کی ابتدا بھی ان ہی علاقوں سے ہوئی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ تحصیل سدھنوتی میں آباد اعران قبائل جن میں زیادہ تر گولہ اور کلکان شامل ہیں بدھن مشہور تھے۔

انیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں کشمیر پر ایک ہندو خاندان جسے عرف عام میں ڈوگرہ کہتے ہیں کے عمل دخل کے بعد ریاست پونچھ قائم ہوئی تو تاریخ اقوام پونچھ کے مطابق اس ریاست میں مسلمانوں کی آبادی ۹۶ فیصد تھی۔ ہندو اڑھائی فیصد اور سکھ اڑھ فی صد تھے۔ مسلمانوں نے ڈوگرہ حکومت کو کبھی بھی صدق دل سے قبول نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف اوقات میں اس ریاست کے مختلف علاقوں میں شورشیں برپا ہوتی رہی ہیں۔ ریاست میں غیر مسلم زیادہ تر تجارت پیشہ تھے۔ ریاستی انتظامیہ میں بھی ہندوؤں کو غلبہ حاصل تھا جبکہ مسلمانوں کی جملہ آبادی کا انحصار انگریزی مملداری کے علاقہ میں فوجی سروس، سول ملازمت اور دیگر خدمات پر تھا۔ جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۹ء اور دوم ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۵ء کے دوران یہاں کے لوگوں نے یارپ، افریقہ، ایشیا، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ملکوں میں فوجی خدمات کا شاندار ریکارڈ قائم کیا۔ دنیا کی دو بڑی جنگوں کے دوران اس علاقہ میں کوئی ایسا گم نہ تھا جس کے فوجی خدمات کے اہل جملہ مرد فوج میں شامل نہ تھے۔ ۱۹۴۵ء میں جنگ عظیم دوم کے خاتمہ کے بعد فوجیوں کی بڑی تعداد کو بیکدوش کر دیا گیا جو گھروں میں بیکار پڑے ہوئے تھے۔ یہی

وجہ ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جنگ آزادی شروع ہوتے ہی یہ لوگ بھاری تعداد میں اٹھ کھڑے ہوئے اور ڈوگرہ فوج کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ ان لوگوں نے پوری قوت اور شدت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور اسے شکست فاش دی۔ جس کے نتیجہ میں موجودہ آزاد جموں و کشمیر کی ریاست معرض وجود میں آئی۔

جوں جوں پاکستان کی منزل قریب آ رہی تھی ڈوگرہ حکمران بھی ممکنہ بے چینی

کے خلاف منصوبہ بندی کرتے رہے۔ وہ مسلمانوں کی اس زبردست تربیت یافتہ افرادی قوت کو بھانپ چکے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں ہی ڈوگرہوں نے علاقہ سے جملہ ہتھیار جن میں زیادہ تعداد لوہی دار ہندو قوں اور بارہ بارہ راکٹوں کی تھی جمع کروالے تھے۔ ریاست کے اہم راستوں پر فوجی ملک پہنچا کر وہ مطمئن تھے لیکن ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوتے ہی یہاں بھی بے چینی پھیلنا شروع ہوئی جو چند ہفتوں میں باقاعدہ جنگ کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ پاکستان نوزائیدہ مملکت تھی ابھی تک اس کے باقاعدہ دفاتر بھی قائم نہیں ہوئے تھے متحدہ ہندوستان کی جملہ دفاتر دہلی میں تھے۔ پاکستان کے مرکزی دفاتر کیلئے کراچی کو منتخب کیا گیا تھا جہاں دفتری اور رہائشی مشکلات کا سامنا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی کی آبادی اڑھائی تین لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ پس ماندہ علاقہ تھا شہر کے ارد گرد ایک جانب سمندر اور تین اطراف ریگستانی میدان، ٹیلے اور جھاڑیاں تھیں۔ پاکستان کی مرکزی حکومت کے ملازمین کو جہاں کہیں جگہ ملی اپنی گھر سے کاغذ پٹیل خرید کر دفاتر قائم کر لئے۔ پاکستان کے پاس فوج تھی نہ روپیہ پیسہ۔ اٹالوں کی تقسیم کے تحت پاکستان کے حصہ میں آنے والا بچپن کروڑ روپیہ ریزرو بینک

آف انڈیا کی تحویل میں تھا جو پاکستان کو منتقل نہیں ہو رہا تھا کیونکہ ہندوؤں نے تقسیم ہند کو بادل نخواستہ عارضی طور پر قبول کیا تھا۔ اس لئے دہلی کی ہندو حکومت پاکستان کو ختم کرنے کے درپہ تھی۔

مشرقی پنجاب میں مسلمانوں اور سکھوں کی آبادی تین تین تھی۔ ہندو بھی بڑی تعداد میں آباد تھے۔ قائد اعظم نے سکھوں کو دعوت دی تھی کہ وہ مسلم لیگ کی حمایت کریں تو ان کو ان کے اکثریتی علاقوں پر مشتمل سکھ ریاست دی جائے گی جو اندرونی طور پر خود مختار ہوگی۔ کانگریس نے بھی سکھوں کو اسی قسم کی دعوت دی بلکہ اس سے بھی زیادہ رعایتیں دینے کا وعدہ کیا۔ (تفصیلات مہاراجہ پنڈیالہ کی کتاب راونڈ اپاؤٹ فورنی سیمون میں درج ہیں) سکھ ہندوؤں کے جھانے میں آگئے تو انہوں نے پوری شدت سے پاکستان کے قیام کی مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ اپریل ۱۹۴۷ء میں ماسٹر تارا سنگھ نے لاہور کے مقام پر پاکستان کے خلاف سبسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑے ہونے کا اعلان کر دیا حالانکہ اس وقت پاکستان کی منزل صاف نظر آرہی تھی۔ پاکستان کا اعلان ہوتے ہی مشرقی پنجاب کے تمام علاقوں میں سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں پر قیامت برپا کر دی۔ دس لاکھ کے قریب افراد کو قتل کر دیا گیا جو باقی چھ وہ پاکستان آگئے۔ رد عمل کے طور پر مغربی پنجاب سے جو سکھ خاندان ہندوستان منتقل ہوئے انہیں کانگریسی ہندو حکومت نے یوپی، سی پی، بہار، مہاراشٹر اور جنوبی ہندوستان میں آباد کر دیا اور مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کی جائیدادوں پر ہندو مہاجرین کو آباد کر دیا۔ اس طرح سکھ اقلیت میں ہو گئے۔ تب انہیں سمجھ آئی کہ ان سے دھوکہ ہو گیا۔

سکھ قوم اس غلطی کا خمیازہ نہ جانے کب تک بھگتی۔

پاکستان کے حصہ میں آنے والی جملہ مسلم افواج ۱۹۴۶ء میں متحدہ ہندوستان میں قائم ہونے والی عبوری حکومت کے وزیر دفاع بلدیو سنگھ، وزیر اعظم نہرو اور انگریز وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی سازشوں سے ابھی تک مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ملکوں میں ڈیرے ڈالے پڑی تھیں۔ ادھر پاکستان کا اعلان ہوتے ہی بھارت میں ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا تو بھارت کے مختلف علاقوں خصوصاً مشرقی پنجاب سے خون میں نہائے ہوئے چھ کچے مسلمانوں کے قافلے پاکستان پہنچنا شروع ہوئے۔ فوج کی چند یونٹیں جو یہاں موجود تھیں ان کی آباد کاری اور بھارت سے باحفاظت پاکستان پہنچانے کے اہم کام میں مصروف ہو گئیں۔ ان حالات میں پاکستان کی جانب سے کشمیر کے لوگوں کو کسی قسم کی امداد ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح کشمیر کی جنگ آزادی یہاں کے لوگوں کو تنہا ہی لڑنا پڑی۔ جنگ آزادی میں حصہ لینے والوں میں بلا تخصیص اس علاقہ میں بسنے والے تمام چھوٹے بڑے قبائل کے لوگ شامل تھے جنہوں نے مقدور بھر قوت سے دشمن کا نہایت بہادری اور حوصلہ مندی سے مقابلہ کیا اور اسے مار بھگایا۔

پونچھ کے مختلف مراکز سے مجاہدین نے ابتدا ہی میں ڈوگروں کو چلا کر دیا تھا۔ میر پور اور کوٹلی کے مجاز کھلتے ہی پونچھ کے لوگ ان کی مدد کو پہنچے۔ البتہ ضلع مظفر آباد میں قبائلی پٹھانوں کے جتھے آئے۔ ان کے پاس درہ وال رائفلس بھی تھیں جو محدود تعداد میں دیگر علاقوں میں بھی منتقل ہوئیں جس سے مجاہدین کو تقویت ملی

اور ڈوگرہ فوج تیزتر ہو گئی ضلع مظفر آباد کے وسط سے گزرنے والی راولپنڈی سرینگر شاہراہ پر قائم شدہ اوڑھی محاذ پر تحصیل باغ کے مجاہدین نے دشمن کے پورے حملوں کو کامیابی سے پسپا کیا۔

اس جنگ آزادی میں اعرانوں نے اپنی تعداد، قوت، مہارت اور جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔ جنگ آزادی شروع ہوتے ہی باقاعدہ صف بندی نہیں ہوئی بلکہ انفرادی طور پر لوگ مختلف محاذوں کی جانب دوڑ پڑے۔ بعض مقامات پر جتنے مدد بھی ہوئی۔ مختلف مراکز میں بیٹھے ہوئے بعض بزرگ فوجیوں نے مل کر "وار کونسل" کے نام سے ایک ادارہ بھی قائم کیا جس کا مرکزی دفتر پلندری کے مقام پر قائم ہوا۔ یہ ادارہ مختلف محاذوں سے حالات اور واقعات پر مشتمل رپورٹیں جمع کرتا اور ان پر غور و فکر کے بعد مختلف کمانڈروں کو ہدایات بھی

جاری کرتا تھا۔ مجاہدین کی ضروریات بھی ممکنہ حد تک یہ ادارہ پوری کرتا تھا۔ اس ادارہ میں اعران برادری کی نمائندگی موجود تھی۔ لیفٹیننٹ لال خان ساکن دھاردھر چھ جو پلندری قصبہ کے مغرب میں چند میل کے فاصلہ پر ہے اعران برادری کا نمائندہ اور وار کونسل کا ممبر تھا۔ موصوف کے ذمہ راشننگ کا پورا نظام اور فوجیوں کے بھرتی کے محکمے تھے۔ لیفٹیننٹ لال خان نے اپنی جملہ ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے انجام دیا۔ یاد رہے کہ شہر پونچھ اور اس کے گرد و نواح میں خصوصاً شمال مغربی محاذ پر لڑنے والے مجاہدین کا تعلق ضلع باغ سے تعلق رکھنے والی فوج سے تھا۔ پلندری میں قائم ہونے والی وار کونسل کا اس محاذ سے کوئی تعلق یا رابطہ نہ تھا۔ یہ کونسل جنوبی محاذ کو

کنٹرول کرتی تھی۔

جنگ آزادی کا آغاز ہوتے ہی میجر مختار احمد خان اعران کی قیادت میں ہالیاں کے مقام پر ایک جتھہ ترتیب دیا گیا جس میں ہالیاں اور گرد و نواح کے مجاہدین شامل ہوئے۔ اس سے پہلے اطلاع مل چکی تھی کہ ڈوگرہ فوج براستہ کوٹلی پلندری پر حملہ کرنے کی سکیم پر عمل پیرا ہے۔ یہ فوج راستہ میں پڑنے والے مسلم دیہات کا سفایا کرتی جائے گی۔ چنانچہ ہالیاں میں ترتیب دیا گیا جتھہ کو ٹلی کی جانب روانہ ہو گیا۔ راستہ میں دیگر علاقوں کے جتھے بھی اس کے ساتھ شامل ہوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ ایک بڑی جمعیت من گلی۔

کوٹلی کے محاذ پر ڈوگرہ فوج کے ساتھ پہلی مرتبہ ٹکراؤ ۱۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سرساہ کے مقام پر ہوا جو کوٹلی سے چند میل شمال میں واقع ہے۔ مجاہدین کو خبر مل چکی تھی کہ ڈوگرہ فوج کا ایک دستہ کیل کانٹے سے لیس پلندری کی جانب بڑھنے کیلئے تیار ہے۔ میجر مختار احمد خان مرحوم نے راقم المعروف کوتایا کہ وہ خود، میجر محمد حسین خان آف ناہلیان اور راجہ سخی دلیل خان آف بختیڑہ موضع برہ میں ایک گھر کے اندر سوتے ہوئے تھے کہ رات کو ایک شخص آیا اور راجہ سخی دلیل خان کو جگا کر کچھ کہا اور واپس چلا گیا۔ اس کے بعد راجہ سخی دلیل خان سو گئے تو میں نے میجر محمد حسین خان کو جگایا اور یہ سارا واقعہ سنایا۔ ہم دونوں نے راجہ سخی دلیل خان کو بیدار کر کے اس شخص کے متعلق معلومات طلب کیں تو موصوف نے بتایا کہ یہ شخص ہمارا مہجر ہے انہوں نے بتایا کہ ۱۱۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کوٹلی سے ڈوگرہ فوج کا ایک دستہ پلندری فتح کرنے کیلئے وادی

بخیرہ سے گذرے گا۔ اس اطلاع پر مجاہدین نے سرسادہ کے نالہ کے دائیں کنارے بہناکھ کے مقام پر اپنی مورچہ بندی مکمل کر لی تھی۔ اس سے قبل مرکز نالیاں رقبہ بانڈیاں سے حوالدار خادم حسین اور قاضی سید عالم خان رقبہ اکھروٹ کی قیادت میں کچھ لوگ ہتھیار حاصل کرنے کیلئے کوٹہ راولپنڈی کے نزدیک پنجاز کے مقام پر پہنچے۔ ان لوگوں نے دریائے جہلم لکڑی کے تیرتے ہوئے تختوں پر بیٹھ کر عبور کیا اور ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بارہ درہ وال رائٹس حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو سرسادہ کے معرکہ میں یہی ہتھیار کام آئے۔ حوالدار خادم حسین نے ایک مشین گن اور چار مارک فور رائٹس ہندو فوج سے چھین کر اپنے کمانڈر میجر مختار احمد خان کے حوالے کیں جو اگلے محاذوں پر خادم حسین کی کپنی کیلئے بہت کارآمد ثابت ہوئیں۔

۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو صبح دس بجے کے قریب ڈوگرہ فوج کی ایک کپنی جو پوری طرح آلات حرب سے لیس تھی کے استقبال کیلئے میجر مختار احمد خان آف نالیاں، میجر محمد حسین آف ناہلیان اور راجہ سخی دلیل آف بخیرہ اپنے اپنے جتھوں کے ہمراہ موضع سرسادہ کے رقبہ بہناکھ میں نالہ سرسادہ کے دائیں کنارے پر موجود تھے۔ مجاہدین مورچہ بند ہو کر ڈوگرہ فوج کی آمد کے منتظر تھے کہ دفعتاً بخیرہ کے ذیلدار سیف علی خان کی سرمدی میں ڈوگرہ فوج کا قافلہ جس میں پیدل جوانوں کے علاوہ فخریں، گھوڑے اور بارہ داری کے دیگر جانوروں کی بڑی تعداد شامل تھی نظر آیا۔ یہ قافلہ بڑا اعتماد اور فوجی طریقہ کار پر محتاط انداز میں شمال کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس نالہ کے دونوں کنارے کافی اونچے تھے یہاں نالہ کی چوڑائی بھی کافی زیادہ تھی اس لئے قافلہ

والوں کو کنارے پر رک کر انتظار کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑی اور وہ اسی رفتار سے نالہ میں اتر آئے۔ فوجی قافلہ جب مکمل طور پر نالہ میں اتر چکا تو مجاہدین نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ قافلہ والوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ زخمیوں کی چیخ و پکار سے پورا نالہ گونج رہا تھا۔ چونکہ ڈوگروں کی پوری فوج مجاہدین کی گولیوں کی زد میں تھی اور مجاہدین خود محفوظ مورچوں سے فائرنگ کر رہے تھے اس لئے دشمن کا بے حد جانی و مالی نقصان ہوا۔ نالہ کے دونوں کنارے اتنے اونچے تھے کہ گولی کی زد سے بچ کر اوپر چڑھنا ممکن نہ تھا۔ انہوں نے اپنے دفاع میں گولہ باری کی جس سے چار مجاہدین شہید ہو گئے ان تمام شہدا کا تعلق مرکز نالیاں سے تھا۔ کہتے ہیں کہ دوران کارزار مرکز نالیاں کے رقبہ ناہلی کے ایک مجاہد حوالدار جوانوں خان نے بڑھ کر نالہ سرسادہ کے اوپر کی جانب واقع پن چکی کی چمبری میں مورچہ قائم کر لیا تھا۔ ڈوگرہ فوجی بدحواسی کے عالم میں پن چکی کی جانب بھاگتے رہے جو یکے بعد دیگرے جوانوں خان کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ جب یہ مجاہد باہر آیا تو اس جگہ پر پچیس لاشیں بھری پڑی تھیں۔ دشمن کا ایک کپتان زخمی حالت میں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ مجاہدین نے بڑھ کر کوٹلی شہر کے دامن میں پہنچنے والے دریائے پونچھ کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ اونچی پہاڑیوں پر مورچے جمالیے۔ یہ انتظام آخر نومبر ۱۹۴۷ء تک قائم رہا۔ اس دوران میجر مختار احمد مرحوم آف نالیاں اس محاذ کے نگران اعلیٰ تھے۔ جب محاذ کافی وسیع ہو گیا تو وار کونسل پلندری کے ایک سینئر ممبر کرنل شیر احمد خان مرحوم نے میجر مختار احمد خان مرحوم سے چارج سنبھالا اور جتھوں کو نئے سرے سے ترتیب دیا۔

ذوگرہ فوج جو پلندری فتح کرنے کیلئے مکمل تیاری کے ساتھ روانہ ہوئی تھی کی مبادی کی خبر کو ٹلی پہنچی تو وہاں کھلبلی مچ گئی۔ ذوگرہ فوج نے متعدد بار دریا عبور کرنے کی کوشش کی لیکن اس کنارے پوزیشن میں بیٹھے ہوئے مجاہدین نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ اس جگہ میں مشین گنیں اور مارک فور رائفلوں کی بڑی تعداد مجاہدین کے ہاتھ لگی۔ ذوگرہ فوج کے حوصلے پست ہو رہے تھے اور ہندو آبادی کو ٹلی شہر خالی کر کے جموں کی جانب بھاگ رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ زخمی کپتان جس کی ایک آنکھ میں گولی لگی تھی نے کو ٹلی میں بیان کیا کہ اس کی آنکھ میں لگنے والی گولی سیدھی نہیں آئی بلکہ گھوم کر اس کی آنکھ میں پڑی ہو گئی۔ جس سے ہندو فوج میں زبردست سراسیمگی پھیلی۔

یعنی شاہدوں کا بیان ہے کہ بلدیو سنگھ پنجاہیہ جو جموں کا گورنر تھا ان دنوں پونچھ کے علاقہ میں تھا وہ یہاں سے ایک بڑی فوج لے کر کو ٹلی کی جانب بڑھا جب وہ کو ٹلی شہر میں داخل ہو تو مجاہدین نے دریا عبور کر کے کو ٹلی شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اپنے گورنر اور محصور فوج کو چھڑانے کیلئے دیگر تدابیر کے علاوہ کو ٹلی کے بڑے میدان میں ہوائی جہاز بھی اتارنے کی کوشش کی گئی لیکن ہر تدبیر ناکام ہوئی۔ ہندوؤں کو جب یقین ہو گیا کہ مجاہدین کے پاس ٹینک جنک ہتھیار نہیں تو وہ ٹینکوں کے ایک قافلے کی مدد سے محصور فوج اور ہندو سولین آبادی کو آسانی سے نکال لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جنگ آزادی میں بلا تخصیص و تفریق اس علاقہ میں رہنے والے جملہ جموں بڑے قبائل نے حصہ لیا۔ بارل، جھے چمن اور لوہائی

دیہات کے لوگوں نے صومیدار محمد شیر خان آف بارل کی قیادت میں علم جہاد بلند کیا۔ حوالدار حاجی مصری خان اعوان تحفہ مجاہد حیدری انعام یافتہ کا اظہار ہے کہ جنگ آزادی میں ان کے علاقہ میں رہنے والے سدھن، اعوان، کشمیری، بیھٹی اور گلگھڑ وغیرہ برادریوں نے مشترکہ طور پر حصہ لیا۔ دار کو نسل پلندری کی جانب سے صومیدار محمد شیر خان آف بارل کو حکم دیا گیا کہ وہ پنجاڑ سے درہ وال رائٹس حاصل کرے۔ موصوف نے اعوان برادری کے مولوی بلاول خان اور حوالدار مصری خان کی قیادت میں اعوان قبیلہ کے کچھ اشخاص کو پنجاڑ تحصیل کھوڑ ضلع راولپنڈی روانہ کیا۔ کیونکہ افزاتفری کی اس دور میں یہی لوگ اس کے اعتماد پر پورا اترتے تھے۔ بعد میں دیگر لوگ بھی اس مہم میں شامل ہو گئے۔ ۳ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو بارل سے چل کر پانہ گاؤں نزد آزاد تپن پہنچے اور وہاں کے مقامی تیراکوں کی مدد سے تیرنے والے تختوں کے ذریعے دریا نئے جہلم عبور کیا۔ دریا سے پنجاڑ کا راستہ پیدل چل کر چند گھنٹوں میں طے ہو گیا۔ پنجاڑ میں رائٹس حاصل کرنے کیلئے ہمیں تین دن انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران روپیہ پیسہ ختم ہو گیا۔ آخری دن سردار خان نامی ایک شخص کا گھاس کاٹ کر دو وقت کا کھانا حاصل کیا۔ تین دن بعد اونٹوں کا ایک قافلہ راولپنڈی کی جانب سے آیا جس پر رائٹس لوڈ تھیں۔ یاد رہے اس زمانہ میں راولپنڈی سے کوئٹہ تک ایک غیر پختہ سڑک موجود تھی اس کے آگے تمام راستے پیدل ہی تھے۔ ۶ اکتوبر کو رائٹس حاصل کی گئیں پنجاڑ سے رائٹس حاصل کرنے میں مرکز تالیاں کے لوگ بھی موجود تھے۔ ہر شخص کو چار رائٹس دی گئیں یہ اسلحہ لے کر ہم دریا کے کنارے پہنچے اور حسب سابق دریا عبور کیا۔

بارل پہنچنے پر ہتھیار تقسیم کیے گئے۔ تمام لوگ ہتھیار بند ہو کر جتھہ کی صورت میں پلندری پہنچے۔ ۱۶ اکتوبر کو جہاد کا آغاز ہوتے ہی پلندری اور آزاد تین میں متیم ڈوگرہ فوج بھاگ چکی تھی۔ چنانچہ صوبیدار محمد شیر خان کی قیادت میں لوگوں نے ڈوگرہ فوج کا تعاقب کیا اور جھیرہ کے جنوب مغرب میں ایک اونچی پہاڑی دیوی گلی پہنچے۔ دشمن جھیرہ میں کھپ لگائے ہوئے تھا اور چونکہ پھاڑی کے سامنے سے مجاہدین گزرنے لگے تو وہ مقام ہندو افواج کی فائرنگ کی زد میں تھا۔ چنانچہ ان کی فائرنگ سے ہمارے جتھے میں شامل قریش قبیلہ کا ایک مجاہد عبدال خان شہید ہو گیا۔ وہاں ایک اور رات قیام کے بعد ہم لوگ پلندری واپس آگئے۔ یہاں پہنچنے پر ہمیں بتایا گیا کہ ذیلدار سیف علی خان آف جھیرہ کی قیادت میں ڈوگرہ فوج پلندری پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہی ہے جو براہ راست کوٹلی سرسادہ پلندری کی جانب بڑھے گی۔ اس اطلاع پر تمام مجاہدین کو دوبارہ منظم کیا گیا اور کوٹلی کی جانب روانہ ہوئے۔ ستر پیدل ہی تھا۔ راستہ میں ہمیں معلوم ہوا کہ سیف علی خان وغیرہ مع فوج کے مجاہدین کے ساتھ جنگ میں سرسادہ کے مقام پر ہلاک ہو چکا ہے تو ہمارا جتھہ کوٹلی شہر کا محاصرہ کرنے والی فوج میں شامل ہو گیا۔

پلندری اور ملحقہ علاقوں میں جہاد ڈوگرہ فوج کے دستے موجود تھے بے چینی شروع ہونے کے ساتھ ہی فوجی تیاریاں شروع ہو گئیں تھیں۔ موضع چوکیاں کے مقام ہتھک احوان آباد سے صوبیدار میجر برہان علی خان صوبیدار دوست محمد خان اور صوبیدار دین محمد خان و متعدد جوئیر کمیشن آفیسران نے سابقہ احوان فوجیوں کو جمع کر کے دو پلانوں میں منظم کیا اور انہیں فوجی تربیت دی۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی ابتدا میں یہ

معلوم ہونے پر کہ دیوی گلی کے مقام پر مجاہدین کا اجتماع ہونے والا ہے یہ جتھہ تزار کھل کی جانب روانہ ہو گیا۔ راستہ میں اطلاع ملنے پر کہ صوبیدار فروز خان ساکن تالاباڑی بھی چند افراد کے ساتھ اور حوالدار رائے سلطان محمد خان ساکن نیریاں ایک پلانوں کے ساتھ ڈنہ میر خاں میں موجود ہیں۔ صوبیدار میجر برہان علی خان جو اس وقت حوالدار میجر تھے کی کمان میں یہ جتھہ جو دو پلانوں پر مشتمل تھا ڈنہ میر خان پہنچا۔ صوبیدار فروز خان جو بعد میں ہلالین کمانڈر ہوئے سے مل کر دیوی گلی پہنچے۔ وہاں ہندو فوج موجود تھی۔ مجاہدین کے ساتھ پہلی جھڑپ میں ہی یہ فوج جھیرہ کی جانب پسا ہو گئی۔ جھیرہ پہنچ کر ڈوگرہ فوج نے اردگرد کی تین پہاڑیوں پر مشین گنیں نصب کر دیں۔ پلندری کی جانب سے کچھ مجاہدین دیوی گلی پہنچ چکے تھے یہاں ڈوگرہ فوج کے ساتھ جھڑپیں جاری تھیں کہ پلندری میں قائم شدہ وار کونسل کا پیغام ملا کہ چوکیاں کی دونوں پلانوں میں پلندری رپورٹ کریں۔ پلندری پہنچنے پر میجر حسین خان آف گورہ اور لیفٹیننٹ لال خان احوان آف دھار دھر چھ نے دونوں پلانوں کو درہ وال رائٹس فراہم کر کے صوبیدار میجر برہان علی خان کو حکم دیا کہ ایک پلانوں کے ساتھ وہ سہسہ چلے جائیں۔ صوبیدار دین محمد خان نے یہ جملہ معلومات بتاتے ہوئے کہا کہ مجھے دوسری پلانوں کے ساتھ سرسادہ میں میجر مختار احمد خان کو رپورٹ کرنے کا حکم ملا۔ ہم پلندری سے پیدل چل کر ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی شام کو سرسادہ پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ڈوگرہ فوجیوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ تب ہم میجر مختار احمد خان کی فوج میں شامل ہو گئے۔

کوٹلی کے محاذ پر اعمانوں کی تین باقاعدہ کپینیاں اور سینکڑوں سپاہی متفرق یونٹوں میں مصروف جہاد رہے ہیں۔ اعمان مجاہدین کی کمان میجر مختار احمد خان، لیفٹیننٹ ولی محمد خان، لیفٹیننٹ خان محمد خان، کپتان مکھن خان، صوبیدار نور محمد خان، نائب صوبیدار مردان علی خان، نائب صوبیدار ختی محمد خان اور نائب صوبیدار فروز دین خان جیسے کہ نہ مشق لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جو جنگ عظیم دوئم میں یورپ، افریقہ اور مشرق بعید میں اپنی بہادری کا لوہا منوا چکے تھے۔ یہ جملہ لوگ مرکز نالیاں سے منسلک تھے۔

کوٹلی کا محاصرہ اور یہاں سے ڈڈگروں کا بھاگنا، مجاہدین کی پیش قدمی، مشہور قصبہ سریاہ کا فتح ہونا اور نوشہرہ تک پہنچنے میں جنگی اہمیت کے بے شمار دلچسپ جنگی اور فوجی واقعات رونما ہوئے ان کا مفصل تذکرہ مضمون ہذا کی طوالت کے پیش نظر یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ لیکن یہاں میں ایک ایسا واقعہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو بے مثال ہے اور لاجواب بھی۔

جنگ آزادی کے دوران اس علاقہ میں ایک ہی سڑک تھی وہ بھی غیر پختہ۔ جو جموں سے نوشہرہ سڑکی تھی، سریاہ، کھوئی رنہ، اور کوٹلی سے ہوتی ہوئی پونچھ شہر کو جاتی تھی اور وہاں سے براستہ علی آباد درہ حاجی پیر کو عبور کر کے اوزی کے مقام پر راولپنڈی سٹیٹ شاہراہ سے مل جاتی تھی لیکن شہر پونچھ کے جنوب اور شمال مغرب میں چند میلوں کے سوا یہ تمام سڑک کھوئی رنہ سے اوزی تک مجاہدین کے قبضہ میں تھی جس سے دشمن کو شدید مشکلات کا سامنا تھا۔ دشمن نے اس سڑک پر قبضہ کرنے

کیلے ۱۹۴۷ء کے آخر میں ٹینکوں پر مشتمل ایک دستہ سریاہ سے کھوئی رنہ کی جانب روانہ کیا جو دھوئیں کے غبار کے پردہ میں اس غیر پختہ اور تنگ سڑک پر آہستہ آہستہ مگر اطمینان سے آگے بڑھ رہا تھا۔ دشمن کو علم تھا کہ مجاہدین کے پاس ٹینک شکن ہتھیار نہیں ہیں اس لئے انہیں یقین تھا کہ وہ کوٹلی پر جو یہاں سے بیس بائیس کلومیٹر دور ہے بلا روک و رکاوٹ قبضہ کر لیں گے۔ اس قافلہ کو روکنے کیلئے بظاہر ہتھیاروں کی جنگ کا کوئی امکان بھی نہیں تھا۔ ٹینکوں اور بجز مد گاڑیوں کا یہ دستہ اگر مجاہدین کے حصار کو عبور کر لیتا تو کوٹلی سے پہلے اس کا روکنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔

جب یہ قافلہ کھوئی رنہ سے چار میل جنوب میں کٹھھی کے مقام پر پہنچا جہاں لیفٹیننٹ ولی محمد خان اعمان کی کپنی تعینات تھی تو اس کپنی کی پلانٹوں تین کا ایک مجاہد فتح محمد اعمان نمبر ۳۳۲۳ بھی فرنٹ لائن میں ڈیوٹی پر تھا۔ وہ آگے بڑھا اور دھوئیں کے غبار میں جست لگا کر راہ بر ٹینک پر چڑھ گیا اور عملہ کو ہلاک کر کے ان کے ہتھیاروں سمیت دھوئیں کی اسی چادر کی اوٹ میں طیر و خوبی واپس آگیا۔ اگلا ٹینک رکنے سے سارا قافلہ رک گیا جب ہندو افواج کو اپنے عملہ کی ہلاکتوں کا علم ہوا تو وہ واپس لوٹ گئے۔

یہ کارنامہ جو بہادری اور جانثاری کی بہت بڑی عمدہ اور اعلیٰ مثال ہے وہاں جذبہ حریت، وطن اور قوم پر قربان ہونے اور خدا کی راہ میں جان دینے کی مومنانہ فراست اور عزم اور حوصلہ کا روح پرور منظر بھی ہے۔

فتح محمد اعمان نیک سیرت، راست گو، پابند و صوم صلوة اور دلیری اور

حوصلہ مندی کا پیکر تھے۔ اس کے کمانڈر لفٹیننٹ ولی محمد اعوان مرحوم نے راقم کو بتایا تھا کہ فتح محمد اعوان جذبہ حریت سے بے حد سرشار تھا۔ وہ مشکل سے مشکل مہم پر جانے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ وہ گن مین تھا ۱۹۳۸ء کی عید الفطر کا چاند نظر آیا تو ۱۰۔۱۱ پہاڑی واقعہ طلاقہ سریاہ کھوئی ریل کے مورچے سے دشمن پر آگ ببارا تھا۔ دشمن بھی پوری شدت سے اس پہاڑی پر فائرنگ جاری رکھے ہوئے تھا کہ دفعتاً ایک برسٹ آیا اور فتح محمد مجاہد کے سینے سے پار ہو گیا۔ اس کی میت کو عید الفطر کے دن اس کے آبائی گاؤں چبہ گلی واقع یونین کونسل چوکیاں ضلع پونچھ میں اس کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**

سالن ریاست پونچھ کا جنوب مشرقی محاذ جس میں تحصیل مہنڈر اور اس کے ملحقہ علاقے شامل تھے میں بھی اعوان مجاہدین نے دشمن کیخلاف متعدد لڑائیوں میں حصہ لیا۔ پلندری میں بے چینی پیدا ہونے کے ساتھ ہی جیمہ کے علاقہ میں دشمن کے خلاف سرگرمیاں شروع ہو گئیں۔ صوبیدار صاحب دین اعوان جو جنگ آزادی دوئم میں افریقہ اور یورپ کے محاذوں پر متعدد لڑائیوں میں حصہ لے چکے تھے آزمودہ کار سپاہی کی حیثیت سے میدان میں کود پڑے۔ رکز، منڈھول، نکوٹ اور پھگوئی کے لوگوں پر مشتمل مجاہدین کا جتھہ ترتیب دیا اور دو راندی اور رکز کے درمیان ایک اونچی پہاڑی کناس پر مورچے جمالیے۔ صوبیدار صاحب دین کی ہدایت پر موضع نری کے نزدیک پہاڑی پر بھی کچھ مجاہدین مورچے بند ہو گئے۔ یہ جتھہ سینکڑوں لوگوں پر مشتمل تھا جس میں جملہ بھارتیوں کے افراد شامل تھے اور اعوان قبیلہ کے لوگ غالب

اکثریت میں اس محاذ پر موجود تھے۔ پلندری اور مغربی علاقوں سے پونچھ شہر کی جانب بھاگنے والی ڈوگرہ فوج جیمہ میں جمع ہو رہی تھی۔ صوبیدار صاحب دین اعوان نے مدار پور جیمہ سڑک پر قبضہ کر کے جیمہ میں موجود فوج کا محاصرہ کر لیا تھا۔ یہ سڑک نری گاؤں سے گذر کر جیمہ جا رہی تھی۔ ادھر پلندری کے لوگ ڈوگرہ فوج کے تعاقب میں دیوی گلی پہنچ چکے تھے۔

دیوی گلی جیمہ کے جنوب مغرب میں واقع ایک اونچی جگہ کا نام ہے۔ دیوی گلی میں موجود ہندو فوجی بھاگ کر جیمہ آگئے تھے۔ اس محصور فوج کی مدد کیلئے پونچھ شہر کی جانب سے ایک فوجی دستہ ہتھیاروں سے لیس تین ٹرکوں اور راشن سے لدی ہوئی خچروں سمیت نری سے گذرنے لگا تو مجاہدین نے فائر کھول دیا۔ اس معرکہ میں درجنوں ہندو فوجی مارے گئے اور تینوں ٹرک بھی تباہ ہو گئے۔

مجاہدین کے پاس ضرورت کے مطابق ہتھیار نہ تھے۔ سر بیست یافتہ افراد کی کمی تھی۔ دشمن فوج جانی اور مالی نقصان اٹھانے کے باوجود جیمہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ اب ڈوگرہوں کی متحدہ فوج سے مقابلہ ممکن نہ تھا۔ ڈوگرہ فوج نے مدار پور کے مقام سے دریائے پونچھ کو عبور کیا تو دریا کے بائیں کنارے مورچے بنائے۔ مجاہدین نے بھی دریا کے دائیں کنارے مورچے بندی کر لی تھی۔ کناس پہاڑی سے مجاہدین مدار پور کی جانب بڑھے تو ڈوگرہ فوج اپنے مورچے چھوڑ کر رات کی تاریکی میں شر پونچھ کی جانب پسپا ہو گئی۔ یہ معرکہ جاری تھا کہ مہنڈر سے محمد افضل نامی شخص نے ڈوگرہ فوج کے خلاف مدد کی اپیل کی۔ چنانچہ صوبیدار صاحب دین اعوان نے اپنے بھائی فروز خان

اور صوبیدار شیر محمد خان اعوان کی زیر کمان ایک دست مہنڈر روانہ کر دیا جس نے دس سال پہنچ کر تحصیل مہنڈر کے دفاتر اور ہینڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا۔ یہ واقعہ اکتوبر ۱۹۳۷ء کے پہلے ہفتے میں پیش آیا۔ صوبیدار صاحب دین اعوان کی اعلیٰ کارکردگی اور کامیاب کارناموں کے نتیجے میں حمضہ شجاعت دیا گیا۔

اس واقعہ کے بعد پلندری میں قائم وار کونسل کی جانب سے صوبیدار ہدایت خان جوہد میں ہالین کمانڈر ہوئے ایک پلاٹون کے ساتھ وارد ہوئے اور ککوٹ کے مقام پر اپنا ہینڈ کوارٹر قائم کر لیا۔ اور صوبیدار صاحب دین اعوان کی فوج کے ساتھ لڑائی میں شریک ہو گئے۔ صوبیدار صاحب دین اعوان اور صوبیدار ہدایت خان نے مزہ کر درہ دلیاں، کھنیز اور کٹوئیاں کے علاقوں میں مورچے سنبھال لیے۔ یہاں ڈوگرہ فوج کے ساتھ ایک معرکہ میں صوبیدار صاحب دین کے سکریال دھڑہ کے مرزا محمد اکرم شہید ہوئے۔ یہاں ہی جتوں کو منظم کر کے پلاٹون، کپتیاں اور بالآخر ہالین کو معرض وجود میں لایا گیا۔ صوبیدار ہدایت خان کو ہالین کمانڈر اور صوبیدار صاحب دین کو ڈی کمپنی کی کمان دی گئی۔ حکومت آزاد کشمیر کے معرض وجود آنے کے بعد صوبیدار ہدایت خان کو پکتان اور صوبیدار صاحب دین کو لیفٹیننٹ ہا دیا گیا۔

لیفٹیننٹ صاحب دین اعوان اس محاذ کے نزدیک ترین رہنے والے واحد فوجی افسر تھے جو اس محاذ کے جملہ نشیب و فراز کو اچھی طرح جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی کوششوں اور کارکردگی سے تحصیل مہنڈر کا بہت سا علاقہ فتح ہو کر آزاد کشمیر میں شامل ہوا۔

لیفٹیننٹ صاحب دین اعوان نے جنگ عظیم دوئم میں مصر، لیبیا اور سوڈان میں فوجی خدمات سر انجام دیں۔ وہ یورپ میں آسٹریا اور بیجرس میں بھی تعینات رہے۔ آخر میں ان کی پوسٹنگ مشرق وسطیٰ کے ملک شام میں ہوئی جہاں سے وطن واپس آئے اور فوج سے سبکدوش ہوئے۔ موصوف کے طویل فوجی اور جنگی تجربہ کی وجہ سے بہتر منصوبہ بندی ہوئی جس کے نتیجے میں سابق ریاست پونچھ کی تحصیل حویلی اور مہنڈر کے بہت سے علاقے آزادی کی نعمت سے مالا مال ہوئے جو اب آزاد کشمیر میں ہیں۔

جنگ آزادی میں سنگولہ کے اعمانوں کا کردار

پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پہلے ہی ریاست جموں و کشمیر کے مہاراجہ نے راولا کوٹ اور سابق ریاست پونچھ کے دیگر مقامات پر اپنی فوج تعینات کر دی تھی۔ راولا کوٹ میں ڈوگرہ فوج کی تعداد کم و بیش ایک بریلیئڈ پر مشتمل تھی۔ عوام کو ہر اسمال کرنے کے لئے راولا کوٹ سے دن کو فوجی کالم نکل کر ڈوگرہ فوج کے دیہاتوں میں لوٹ مار اور آتش زنی کی وارداتوں میں مصروف رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں مقامی ہندو اور سکھ ڈوگرہ فوج کی معاونت کرتے تھے۔ مسلمانوں نے اپنے بچاؤ کے لئے ہر دیر میں سابق فوجیوں پر مشتمل رضا کار دستے تعینات کئے ہوئے تھے۔ جن کے پاس تلواریں، گھنٹیاں، توڑا اور ہندو قبیلوں میں جیسے جیسے درہ وال رائفلس بھی مل گئی تھیں۔

ڈوگرہ فوج کی راولا کوٹ میں موجودگی سنگولہ کے عوام کے لئے بھی اسی قدر خطرے کا باعث تھی جتنی راولا کوٹ کے ملحق دیگر علاقوں کے لئے تھی۔ سنگولہ کے اعمان فطری طور پر جنگجو تھے وہ فوجی کچھ سے خوب آشنا تھے۔ اس لئے وہ وقت ضائع کئے بغیر اپنے دفاع اور اپنی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

ملاقات سنگولہ جس میں درجن بھر دیہات شامل ہیں سابق ریاست پونچھ کی تحصیل باغ کا حصہ تھا جہاں کی آبادی خالص اعمان اور رہتی پر مشتمل ہے۔ اس کی سرحد راولا کوٹ شہر سے صرف تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ راولا کوٹ میں مقیم ڈوگرہ فوج سنگولہ کو بھی اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بناتی رہتی تھی۔ اپنے دفاع اور حفاظت کیلئے

لوگوں نے سابقہ فوجیوں پر مشتمل رضا کار دستے تیار کیے اور انہیں راولا کوٹ سے ملحق سرحد پر تعینات کر دیا۔ ساتھ ہی غیر تربیت یافتہ افراد کی فوجی ٹریننگ شروع کر دی۔ چند ہفتوں کے اندر سنگولہ میں اس قدر تربیت یافتہ افرادی قوت تیار ہو گئی جو سنگولہ کے علاوہ گردونواح کے دیہات کی بھی حفاظت کرنے کے قابل تھی۔ رضا کار دستوں کو منظم کرنے اور تربیت دینے کے سلسلہ میں کیپٹن علی اکبر خان اعمان اور صوبیدار محمد اکبر خان اعمان سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے۔ ان رضا کاروں کے حوصلے بہت بلند تھے۔ راولا کوٹ کے کیپٹن حسین خان کی وساطت سے انہیں چند درہ وال رائفلس بھی مل چکی تھیں۔ ان دستوں نے ڈوگرہ فوج کو راولا کوٹ میں ہی محصور رکھا۔

سنگولہ کی شمال مغربی سرحد پر کرنل عالم شیر خان اعمان کی کوششوں سے رضا کار دستے تیار ہو چکے تھے جو باغ کی جانب سے آنے والی ڈوگرہ فوج پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ ان حالات میں ہر آنے والے ڈوگرہ فوج کیلئے سوبان روح تھا۔ بالآخر فوج نے ہندو آبادی کو باحفاظت علاقہ سے نکالنے اور خود بھی راولا کوٹ سے بھاگنے کا پروگرام طے کیا۔ چنانچہ ۹، ۸ نومبر ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب کو سول آبادی کا قافلہ راولا کوٹ سے براستہ سنگولہ اتولی پور پونچھ شہر کو روانہ ہوا جس کی حفاظت پر ڈوگرہ فوج مامور تھی۔ جدید ترین اسلحہ کے زور پر ہندو فوج نے مجاہدین کا محاصرہ توڑ دیا تو یہ قافلہ پونچھ شہر کی جانب نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ سنگولہ کے مجاہدین ڈوگرہ فوج کا تعاقب کر رہے تھے۔ باوجود بے سروسامانی کی دشمن کو کافی جانی نقصان پہنچایا۔ رضا کاروں کو

دھوکہ دینے کیلئے ڈوگرہ فوج نے رات کے اندھیرے میں نعرہ بکبیر بلند کیا جس پر رخصا کار انہیں اپنے ساتھی سمجھ کر ان کے قریب ہو گئے تب ڈوگرہ فوج نے ان پر قاز کھول

دیا جہاں محمد رشیم خان اعوان سمیت کچھ مجاہدین شہید ہوئے اور ایک مجاہد محمد شریف اعوان کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ ڈوگرہ فوج نے اپنی لاشیں جلائے کیلئے راستہ میں پڑنے والے دیہات دین اور ہاناڑی کے درجنوں مکانات نذر آتش کر دیئے۔

کرئل غلام رسول اعوان مرحوم جو بعد میں ہمالین کمانڈر ہوئے سنگولہ کے ملحق قصبہ بن بھک کے رہنے والے تھے۔ وہ دکن حیدرآباد کی فوج میں تھے جہاں سے سبکدوش ہو کر ۱۹۳۷ء میں گھر آ گئے۔ وہ نڈر، تجربہ کار، بہادر اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک فوجی آفیسر تھے۔ ان کے آنے سے پہلے ہی ڈوگرہ فوج تتر بتر ہو کر علاقہ سے جا چکی تھی۔ کرئل غلام رسول نے کرئل عالم شیر، کیپٹن علی اکبر اور صوبیدار محمد اکبر خان کے علاوہ دیگر فوجی آفیسران سے صلاح مشورہ کیا اور جملہ رضا کار دستوں کو ساتھ لے کر ہاڑی گھل بھپ میں چلے گئے جہاں تنظیم نو کا آغاز ہوا۔ تنظیم نو کا عمل کرئل جمل حسین کی نگرانی میں مکمل ہوا۔

تنظیم نو کے بعد باغ میں چھ ہمالین پر مشتمل فوج تیار کی گئی۔ ہمالین نمبر ایک کی کمان محمد سعید خان آف دھیر کوٹ اور ہمالین باغ دو کی کمان منصب داد خان آف کوٹہ (پاکستان) کو دی گئی جو انڈین نیشنل آرمی کے آزموہ کار فوجی آفیسر تھے۔ ہمالین باغ تین کی کمان کیپٹن عالم شیر خان اعوان آف سنگولہ کو اور فور تھ ہمالین کا کمانڈر کرئل غلام رسول آف سنگولہ کو مقرر کیا گیا۔ ہمالین باغ تین اور چار میں غالب اکثریت سنگولہ

کے اعوانوں کی تھی۔ ہمالین باغ پانچ کے کمانڈر سید ابراہیم شاہ اور ہمالین باغ چھ کی کمان میجر محمد ایوب خاں آف باغ کو دی گئی۔ اس کے علاوہ تحصیل حویلی اور قبائلی پٹھانوں پر مشتمل دو ہمالین فرسٹ فاروقی ہمالین اور سیکنڈ فاروقی ہمالین بھی منظم ہوئیں۔ جن کے کمانڈر بالترتیب میجر خزیں شاہ اور مبارک شاہ دو قبائلی پٹھان تھے۔ تنظیم نو کے بعد کل آٹھ رھمنٹس معرض وجود میں آئیں۔ باغ فرسٹ، باغ سیکنڈ، فاروقی فرسٹ اور فاروقی سیکنڈ پر مشتمل باغ میں بریگیڈ قائم ہوا جس کی کمان بریگیڈیئر نصر اللہ خان کو سونپی گئی اس بریگیڈ کو پونچھ محاذ پر تعینات کیا گیا جس کی مختلف یونٹیں سی، بی، سیڑھیال، دیگوار، چھڑی، بی، شاہ پور، مندھار اور منڈی وغیرہ کے علاقوں میں تعینات ہوئیں۔ سیکنڈ باغ ہمالین کی سی کپنی کے کمانڈر کیپٹن علی اکبر اعوان کا تعلق بھی سنگولہ سے تھا اس ہمالین کی دوسری کپنیوں میں بھی کثیر تعداد میں سنگولہ کے فوجی موجود تھے جن میں صوبیدار محمد افسر خان آف بنسی، صوبیدار لال خان آف بھمب، نائب صوبیدار محمد اکبر (شہید) صوبیدار محمد امیر خان آف دین نائب صوبیدار محمد فاضل (شہید) آف ہاناڑی، صوبیدار محمد اکرم خان اور صوبیدار شیر احمد خان آف آگرہ قابل ذکر ہیں۔

کرئل غلام رسول باغ فور تھ ہمالین کے کمانڈر تھے جس کا کوڈ نام چاند تھا جو بعد میں ۱۳۲ء کے رجمنٹ مشہور ہوئی۔ کرئل غلام رسول کی اعلیٰ صلاحیتوں اور فقید المثال شہرت کے پیش نظر باغ تھرڈ اور فٹھ اور سکتھ ہمالین کو انتظامی طور پر ان کی تحویل میں دے کر انہیں اوڑی محاذ پر تعینات کر دیا گیا۔ یہاں کرئل موصوف نے

شاہد کارنامے سرانجام دیئے۔

آزاد کشمیر میں قائم جملہ محاذوں میں اوزی کا محاذ زیادہ اہمیت کا حامل اور حساس علاقوں پر مشتمل تھا۔ راولپنڈی سرینگر شاہراہ اسی محاذ کے پچوں پچ گذرتی ہے۔ مئی ۱۹۴۸ء کے اوائل میں ہندوستانی فوجوں نے چکو نھی سے صرف چھ میل آگے حملہ کیا تو کرنل غلام رسول کے زیر کمان مجاہدین دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ دشمن بھاری نقصان اٹھا کر پسا ہو گیا۔ یہاں چھ مجاہدین شہید ہوئے۔ کرنل غلام رسول اعوان نے یوسیوں، مورا، کومراپاز، کوہ قاضی ناگ اور دیگر اہم محاذوں پر فقید المثال کارنامے انجام دیئے۔

۲۲، ۲۱ مئی کی درمیانی شب سرینگر مظفرآباد شاہراہ پر دشمن کا دوسرا زبردست حملہ ہوا جس میں ۳۱۶ راجپوت رجمنٹ اور ۱۱ سکھ رجمنٹ نے حصہ لیا۔ جب دشمن مجاہدین کے علاقہ میں داخل ہوا تو کرنل غلام رسول کے زیر کمان بٹالین کی ایک کمپنی جو کپتان نور حسین اعوان کے زیر کمان تھی نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا تو دشمن کے ساتھ دست بدست لڑائی شروع ہوئی جس میں دشمن کے درجنوں فوجی مارے گئے۔ بھرتی مالی کی پہاڑی پر دشمن کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ دشمن بھاری جانی نقصان اٹھا کر پسا ہو گیا۔

اس خوف ناک معرکہ میں صرف ایک سپاہی سید محمد اعوان ساکن پکھر

سنگولہ شہید ہوا۔ بعد ازاں پیر کنٹھی، لیدی گلی اور میسلی کھلا کے پہاڑی مورچوں پر دست بدست لڑائیوں میں مجاہدین نے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ میسلی کھلا

پہاڑ پر دشمن کی سینکڑوں لاشیں رہ گئیں اور دشمن پسیا ہو گیا۔ اس لڑائی میں ۱۹ مجاہدین شہید ہوئے۔ اس معرکہ میں کرنل غلام رسول اعوان کو فخر کشمیر اور شیر جنگ کے اعزازات سے نوازا گیا۔

ملک محمد یعقوب اعوان آف سنگولہ نے ۱۹۴۳ء، ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں اعوانان سنگولہ کے شہیدوں کی تفصیلات بتاتے ہوئے لکھا کہ ۱۹۴۳ء میں چالیس، ۱۹۶۵ء میں بیس اور ۱۹۷۱ء کی جنگ میں انیس افراد شہید ہوئے۔ ان میں ایک صوبیدار، چار نائب صوبیدار، چار حوالدار، پندرہ نائیک، چھیالیس سپاہی اور انیس مجاہد کل ۷۹ افراد شہید ہوئے۔ ان سب شہد اکا تعلق اعوان برادری اور صرف سنگولہ سے ہے۔ آزاد کشمیر میں کوئی ایسا علاقہ موجود نہیں جہاں کے لوگوں نے وطن اور قوم کی آزادی کی خاطر اتنی بڑی قربانی پیش کی ہو۔

کتاب ”شیر جنگ“ مرتبہ پروفیسر غلام مرتضیٰ بن بہک سنگولہ میں کرنل غلام رسول مرحوم کی زندگی کے حالات درج ہیں۔ ”شیر جنگ“ کے مطابق کرنل غلام رسول ۱۸۹۸ء میں بن بہک سنگولہ کے ایک معزز خاندان میں زمان علی خان اعوان کے گھر میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں بلوچ رجمنٹ میں بھرتی ہوئے۔ جنگ عظیم اول کے دوران اور بعد میں بغداد، مصر، فرانس، چین اور مشرقی افریقہ میں تعینات رہے آپ نے ہڈوٹگ اور شنگھائی میں بھی فوجی خدمات انجام دیں۔ آپ افغانستان میں بھی تعینات رہے۔

۱۹۳۴ء میں ان کی خدمات اگن میڈر آف فوٹو شعاری میں۔ ان کی

پوسٹنگ فرسٹ ایفٹری ہٹالین کی کپنی نمبر ایک آصف صابہ میں بطور نائب صوبیدار ہوئی۔ ۱۹۳۳ء میں صوبیدار اور ۱۹۳۵ء میں صوبیدار میجر ہوئے۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں انیس لیفٹیننٹ کے عہدہ پر ترقی دی گئی۔

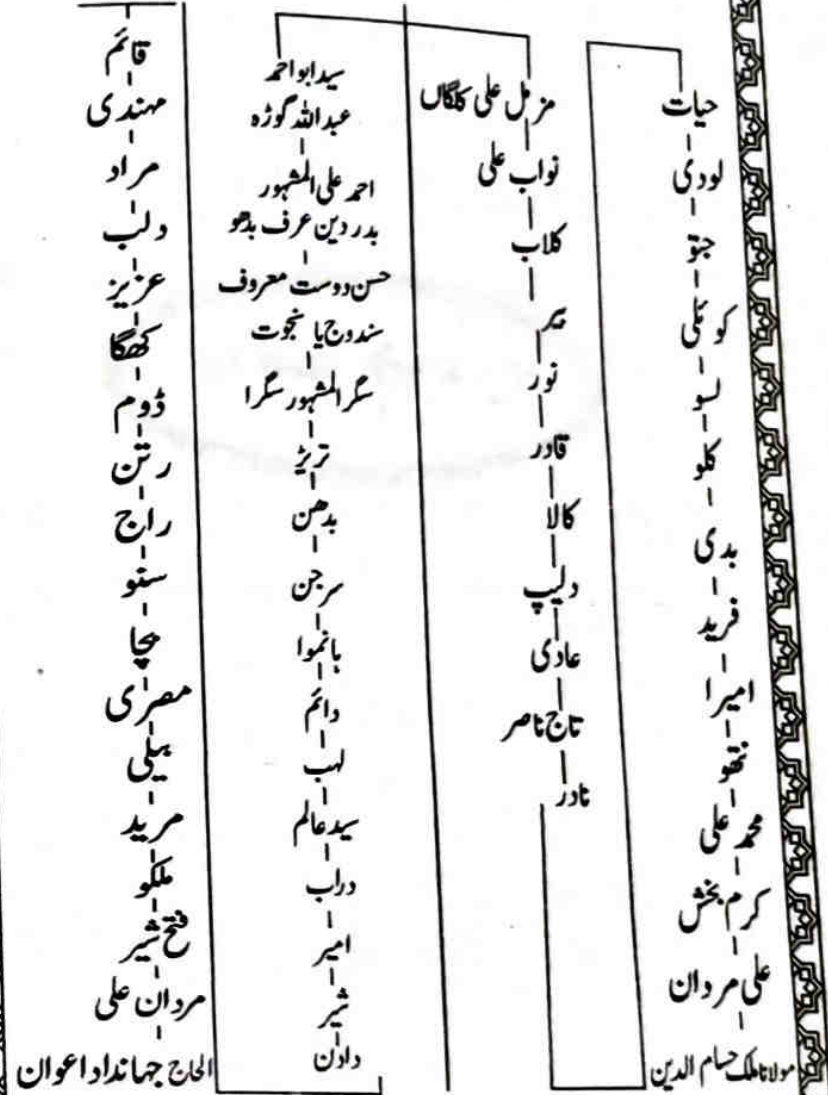
جنگ عظیم دوئم میں دکن حیدرآباد کی فرسٹ ہٹالین کو انگریزی کمان میں دیا گیا تو ان کو کپٹن کے عہدہ پر ترقی دے کر ہٹالین کمانڈر بنا دیا گیا۔ برما محاذ پر جنگی قیدی ہو گئے تو انیس ٹو کیو کی ایک جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ انہوں نے سہاش چندریوس کی انڈین نیشنل آرمی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ پروفیسر غلام مرتضیٰ کے مطابق کرنل غلام رسول اعوان جنگی حکمت عملی کے ماہر مانے جاتے تھے۔ وہ جنگ عظیم اول اور دوئم کے آزمودہ کار فوجی آفیسر تھے۔

جنگ آزادی کے دوران مرحوم کے دلیرانہ اقدامات اور بہترین حکمت عملی سے جموں و کشمیر کے اوڑی محاذ کا بہت سا علاقہ فتح ہوا جو اب آزاد کشمیر کا حصہ ہے۔

☆☆☆☆

باب چہارم

سالار سید میر قطب حیدر شاہ
المعروف عون قطب شاہ



۲۳۴

اس کا بیٹا سامان صد ۲۳۷ دھنگ صد ۳۴۷

عسزیز

اس کا بیٹا موم نقل مکانی کر کے میر پور چلا گیا

گھگھا

ڈوم

اس کا بیٹا لال صد ۲۳۸

رتن

اس کے بیٹے مکو صد ۲۳۵ عینی صد ۲۸۷ امین صد ۲۴۸ جگیس صد ۲۴۹
سید صد ۲۸۳ زوجہ صد ۲۸۹ میرت صد ۳۱

راج

سنو

اس کا بیٹا شیر صد ۲۴۲

بچا

اس کے بیٹے فقیر کلی، نیکا صد ۲۴۳ صد ۲۴۴ علی شیر صد ۲۴۴

جد اعلیٰ مصری
قبیلہ مغول

بیلی

مرید

جد اعلیٰ قبیلہ مگھوال

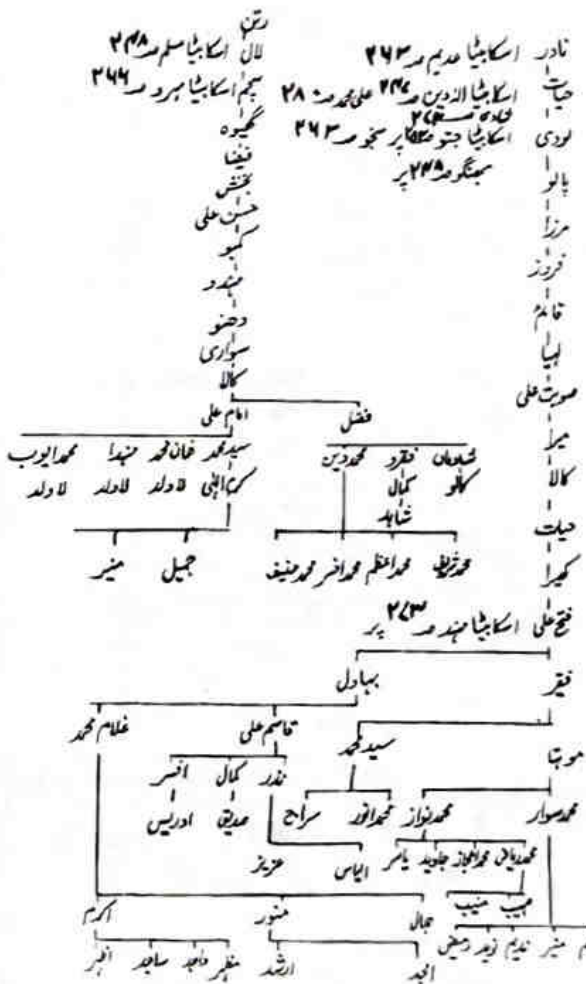
ملکو

بھادر علی نواب فتح شیر اہلیا

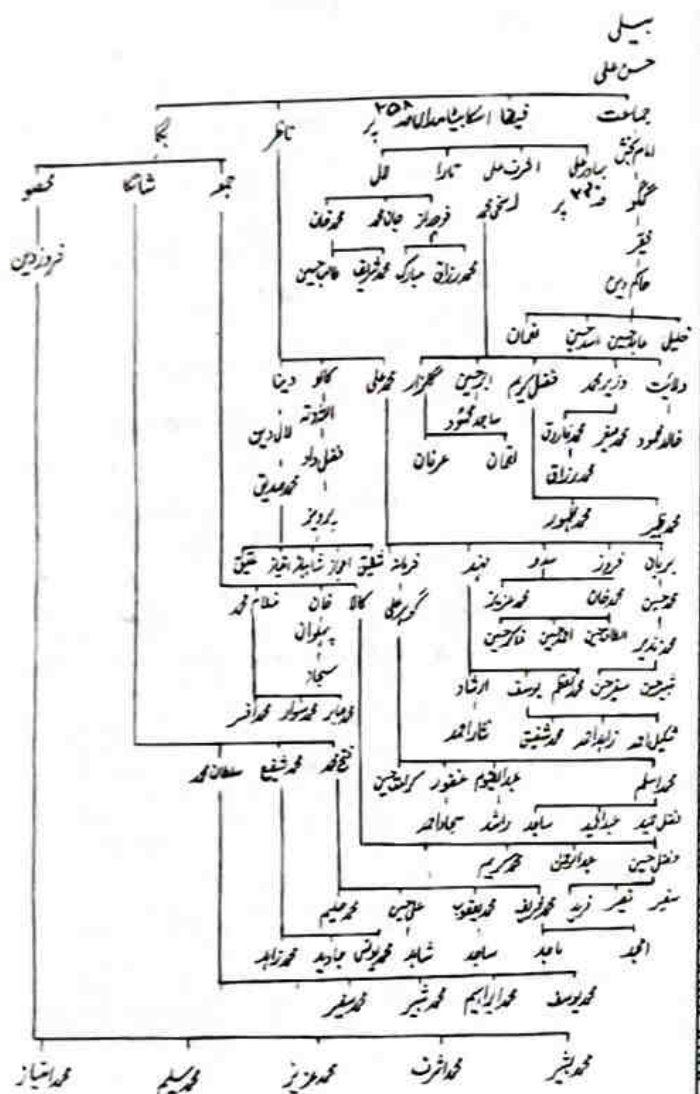
جملہ بھائی صد ۲۳۴ پر

۲۳۸/۱۳

نالیان
۲۳۵



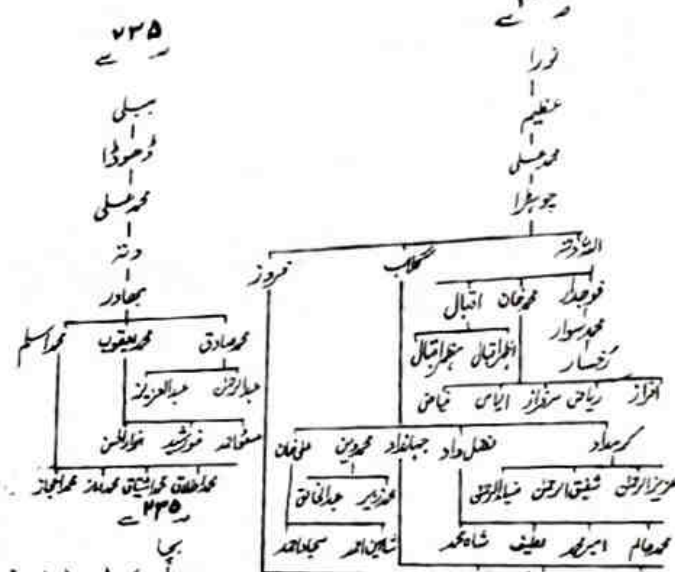
نالیان
۲۳۵



اچھ

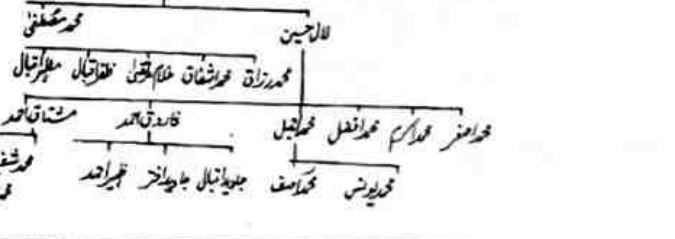
۲۳۵

نورا
عظیم
محمد علی
جو ہارا



نور محمد
عظیم
محمد علی
جو ہارا
محمد صادق
محمد باقر
محمد تقی
محمد سلیمان
محمد حسن
محمد زین العابدین
محمد جعفر
محمد موسیٰ
محمد علی

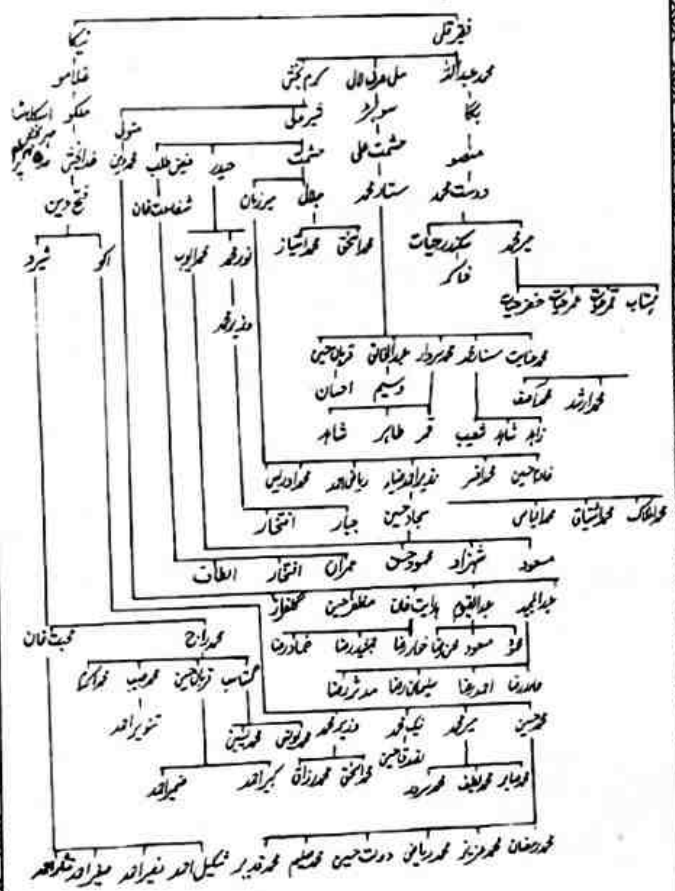
۲۳۴
محمد صادق
محمد باقر
محمد تقی
محمد سلیمان
محمد حسن
محمد زین العابدین
محمد جعفر
محمد موسیٰ
محمد علی



اچھ نالیاں

۲۳۵

معری

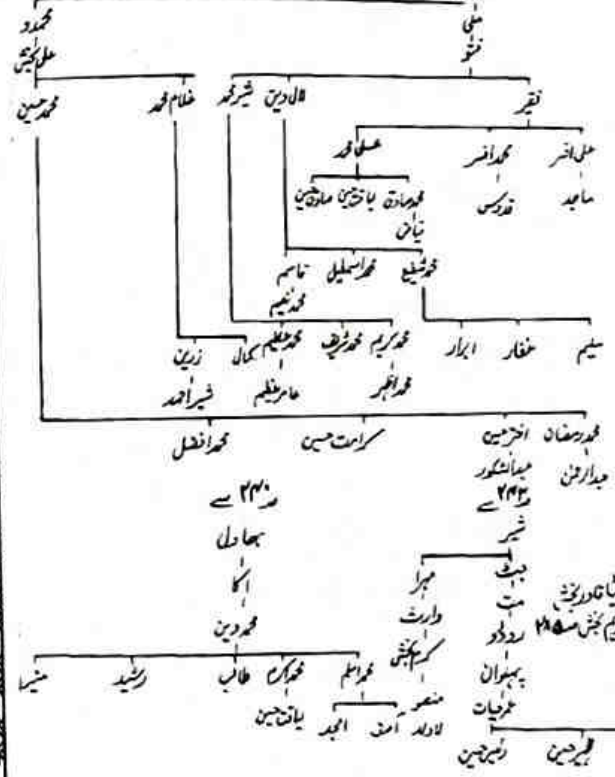


محمد صادق
محمد باقر
محمد تقی
محمد سلیمان
محمد حسن
محمد زین العابدین
محمد جعفر
محمد موسیٰ
محمد علی

اکھروڑ

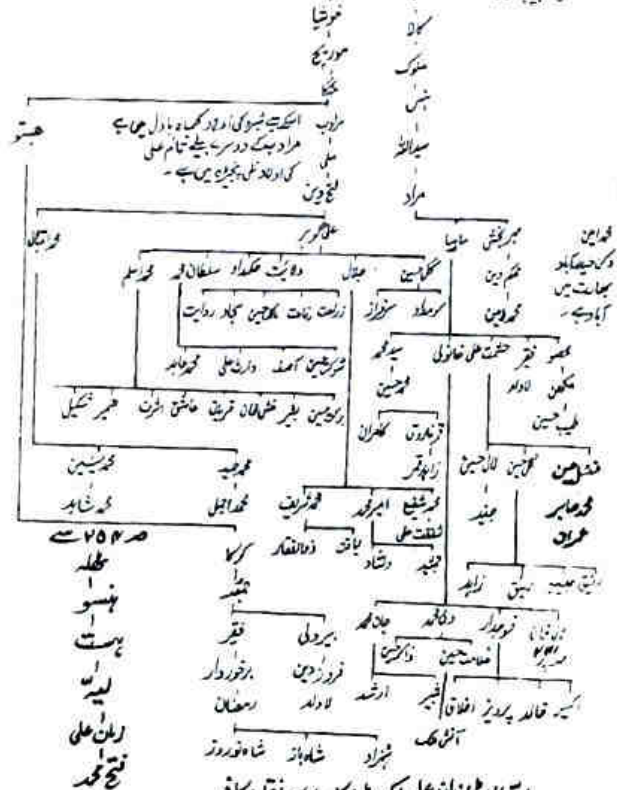
۲۳۷

سازان
 بیجا — اسکا بیٹا بتا ۲۳۶
 ساہیو — اسکا بیٹا بھن ۲۵۶
 راہو — اسکا بیٹا افسان ۲۷۸



اکھروڑ

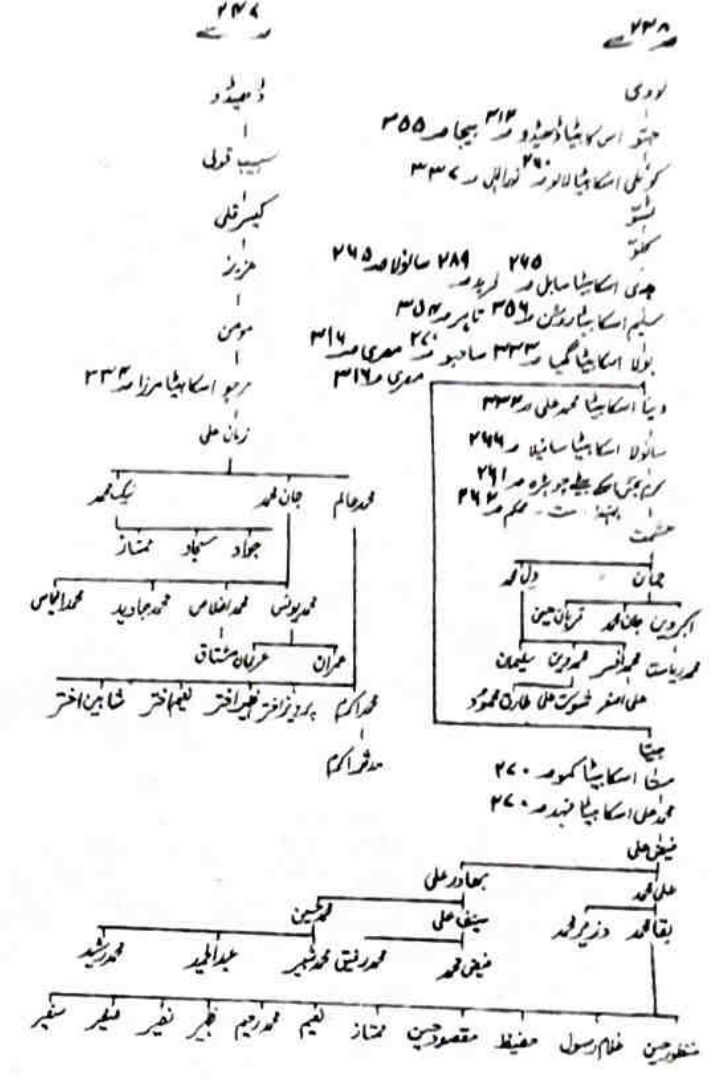
۲۳۷ سے
 بیجا
 اسکا بیٹا سب قرلی ۲۵۲
 ۲۳۸ سے
 بیات
 اسکا بیٹا سب قرلی ۱۵۶ سحر ۳۱۹



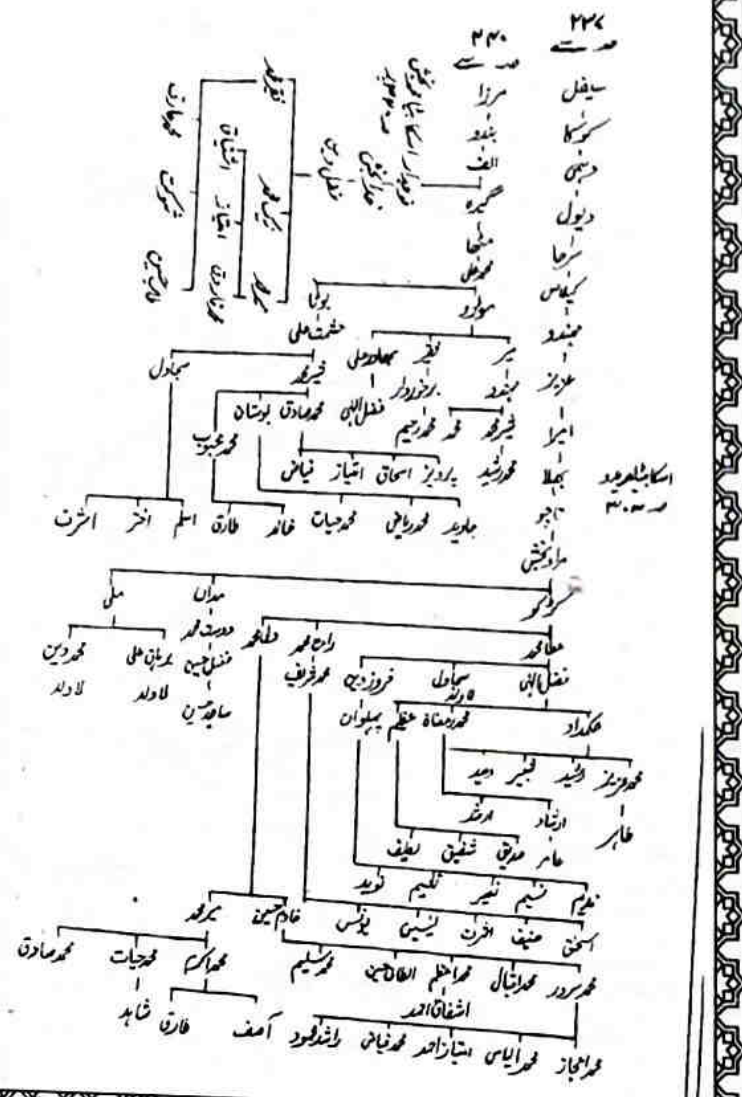
یہ لایا بیٹا زمان علی اکھروڑ دکھرا سے نقل مکانی کر کے لوہان پڑھی شہر میں آباد ہوا۔

تیسویں روزی ناصر پور

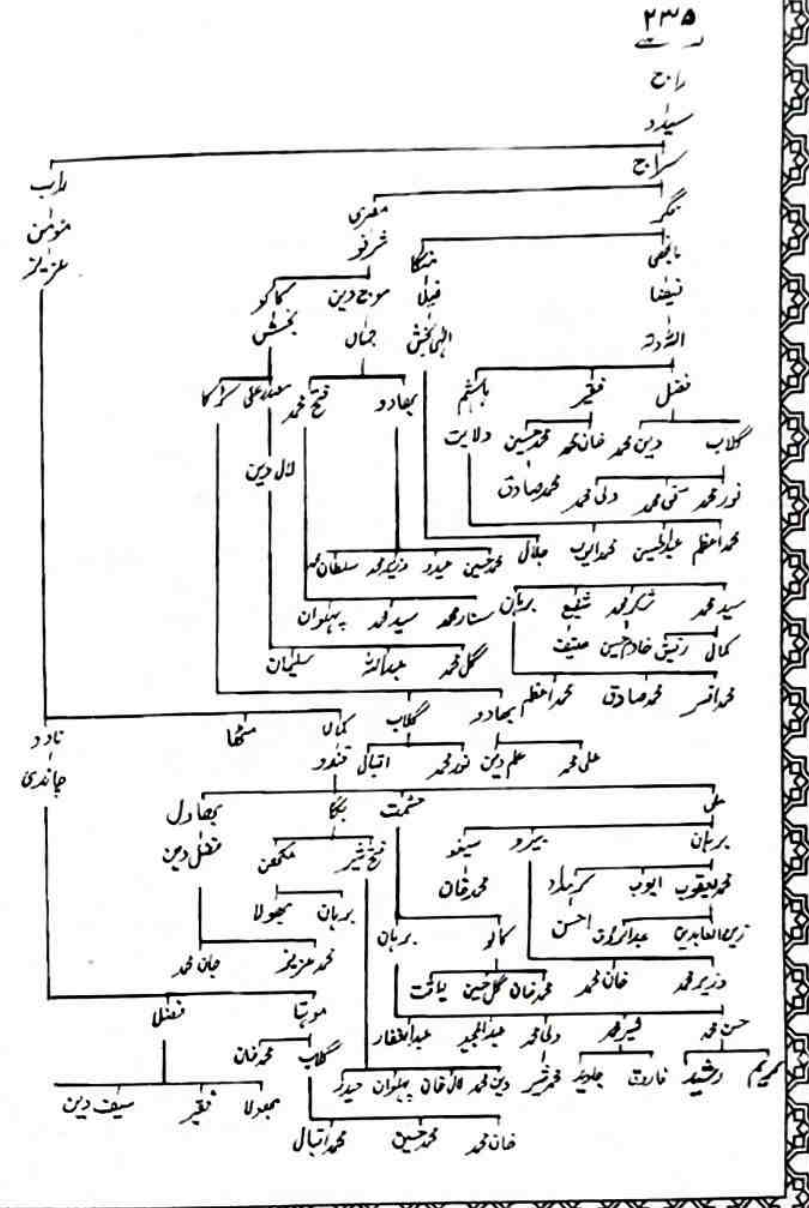
گروه شری سال



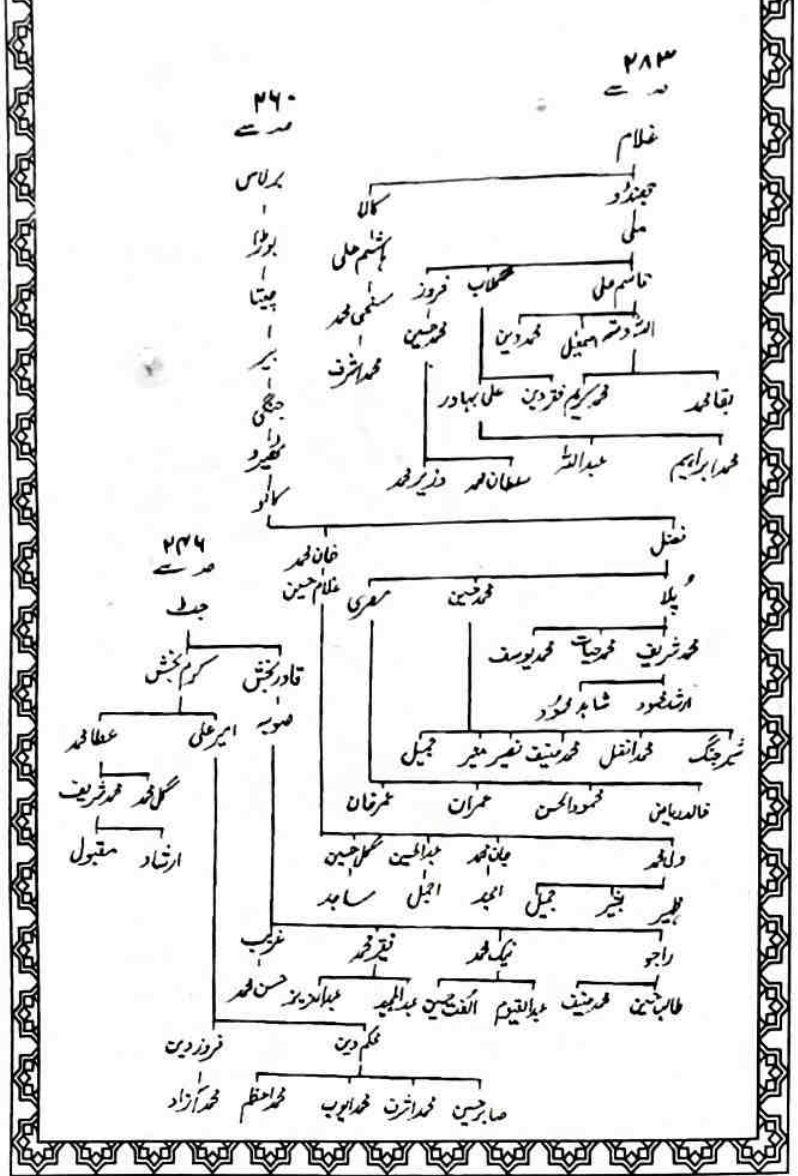
باندھیان اسپه سزی گوهردکیلی بن



گنجنا - بسوڑ



گنجنا - بن - بسوڑ

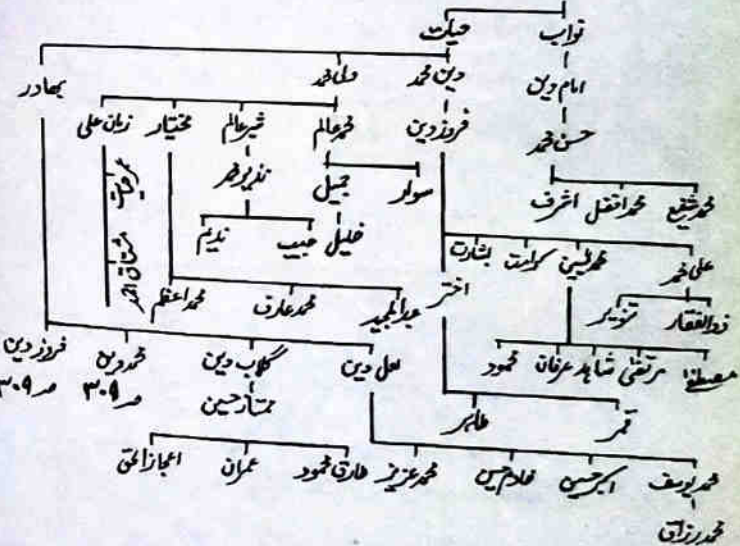


ماجومان - نیریاں

۲۳۵ سے

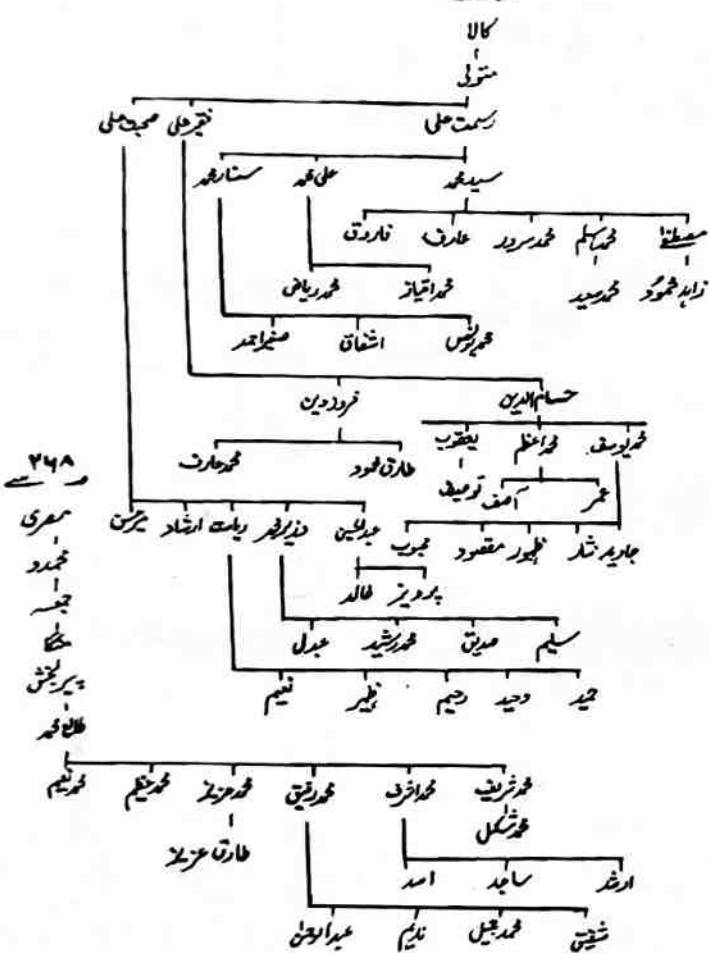
راج
بیر
سٹھا
علی جان اس کا بیٹا باریت پتوڑہ فتح کر لیں آباد ہے۔
کھو
سوہر
محمد علی
شادا
پیرا

کالا اس کا بیٹا ستولی ص ۳۱۱



ماجومان پڑی

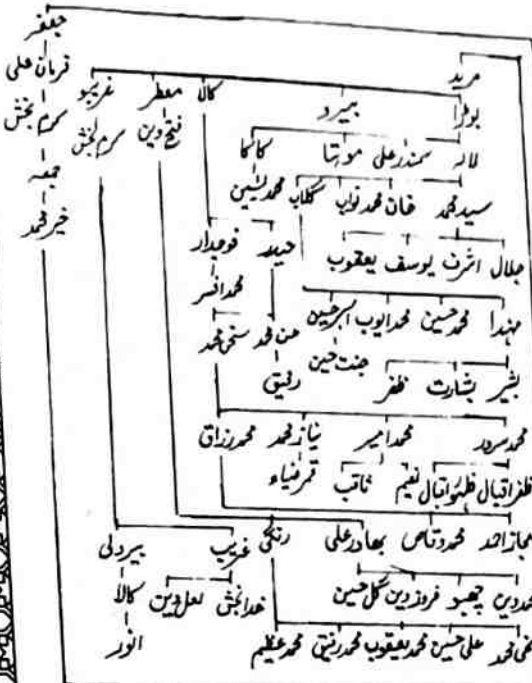
۳۱۱ سے



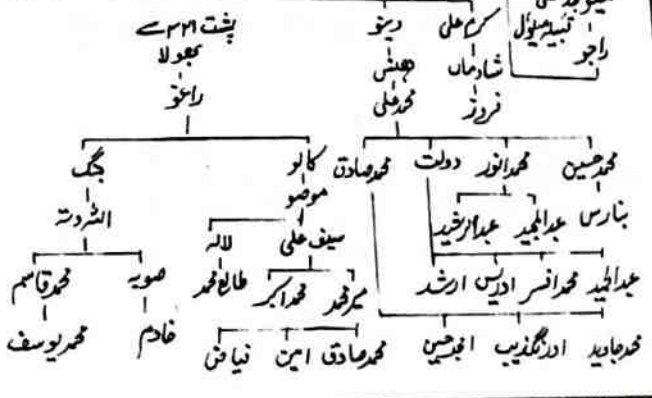
۲۴۸ سے

معری
محمد
جسہ
پیر
کالا

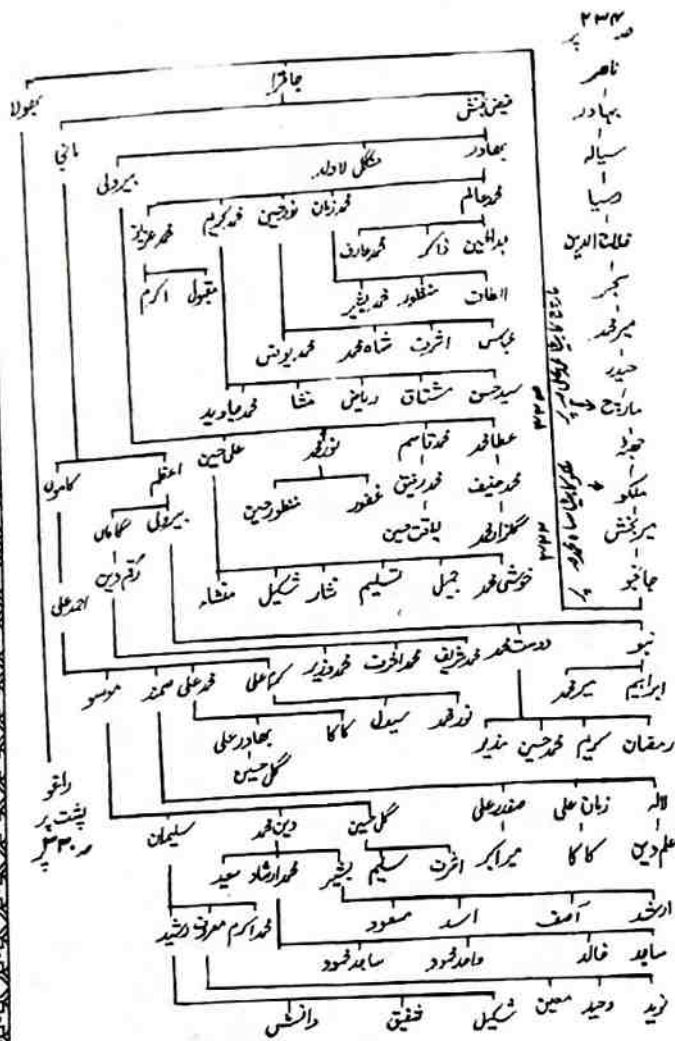
گوراه



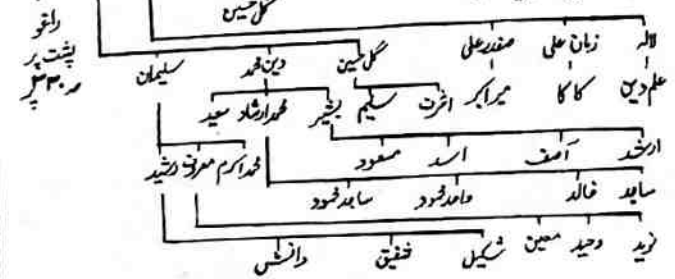
- ۲۳۳۲
- تایم
- شان
- دوست محمد
- مهند
- میرزا
- المدو
- شفاعت
- شایخ
- عسری
- محمد علی
- میرزا
- تجدیل
- هیل
- منگیا
- میلوله احمد علی
- تجدیل
- راجو



گوراه

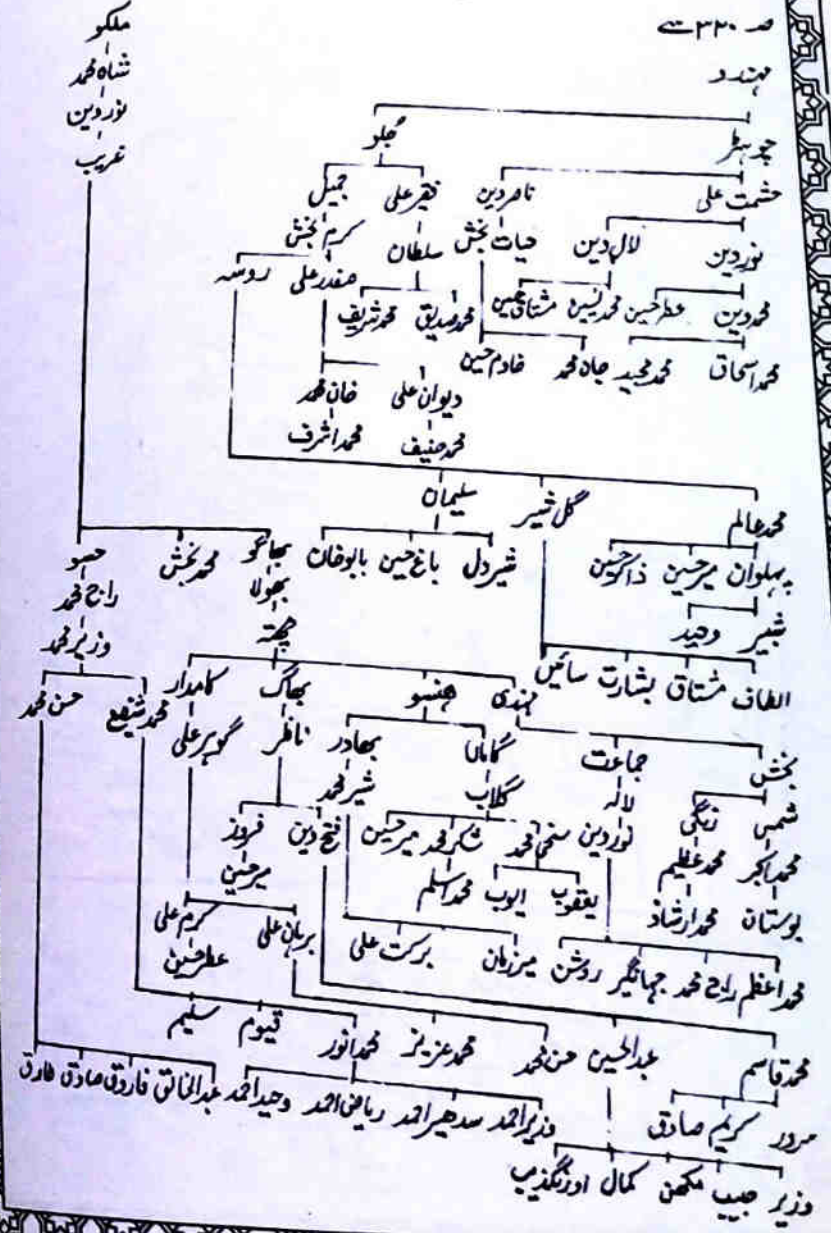


- ۲۳۳۳
- ناهر
- بهادر
- سیال
- صبا
- خلعت الیرین
- سیر
- میر محمد
- حیدر
- ماریج
- حیدر
- سلطان
- برکتش
- جانپور
- نور
- ابراهیم
- رسقان
- لاله
- علم دین
- ارشد
- ساید
- زید



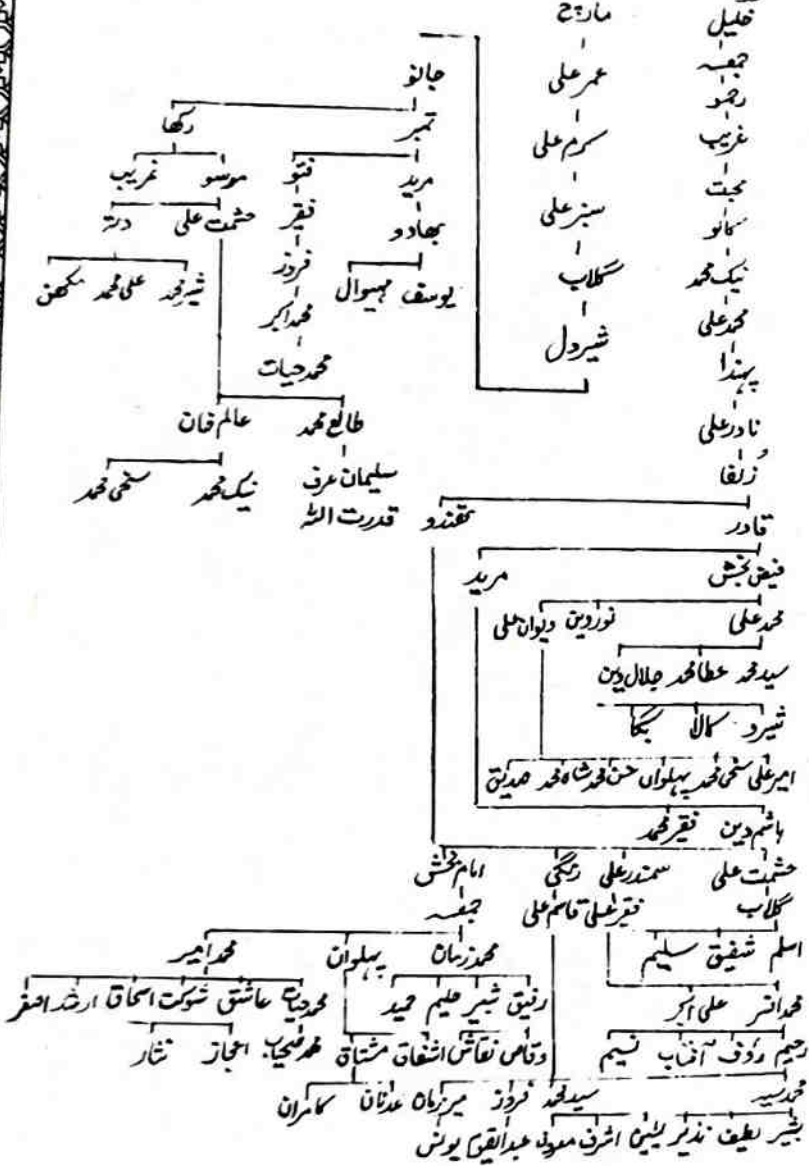
گوراه

ص ۳۲۱

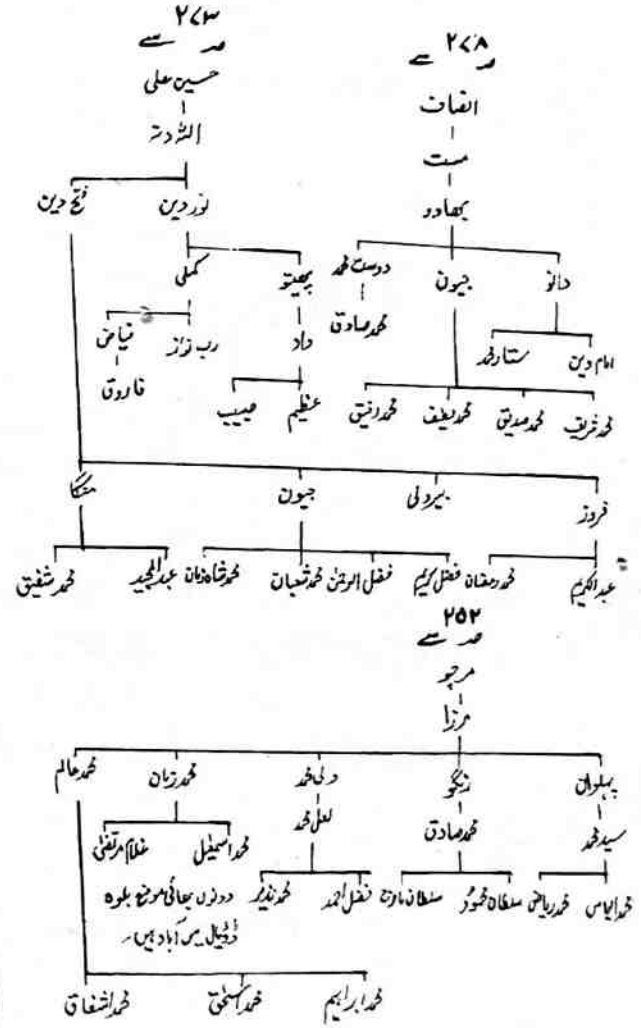


گوراه

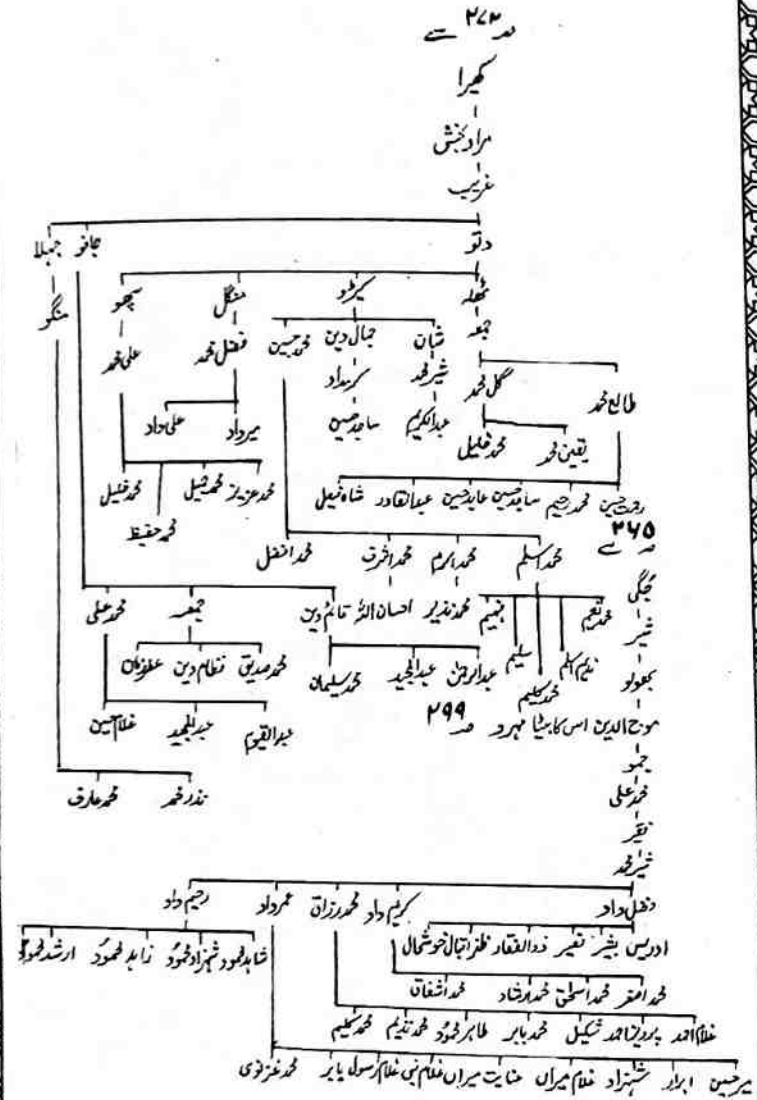
ص ۳۲۱ ۲۵۴



ماکرملی اوردے۔ دیول سہنسہ

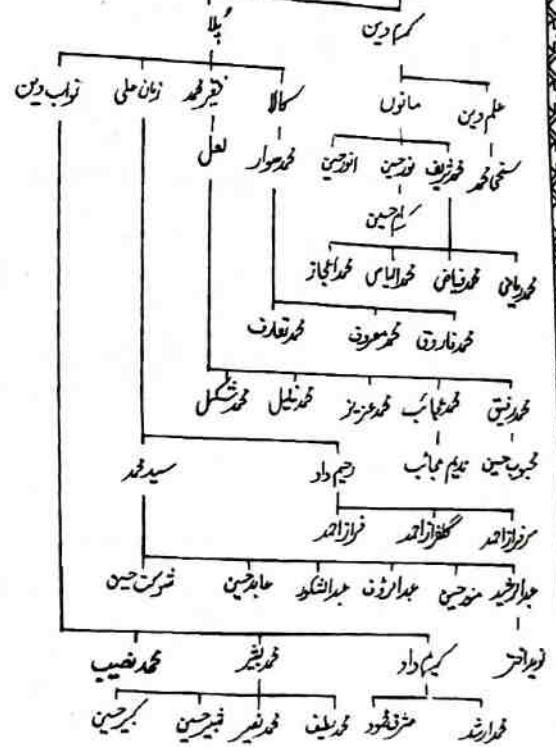


نئی علاقہ پیر پڑہ ایٹی دیول۔ پرچہ علاقہ سہنسہ



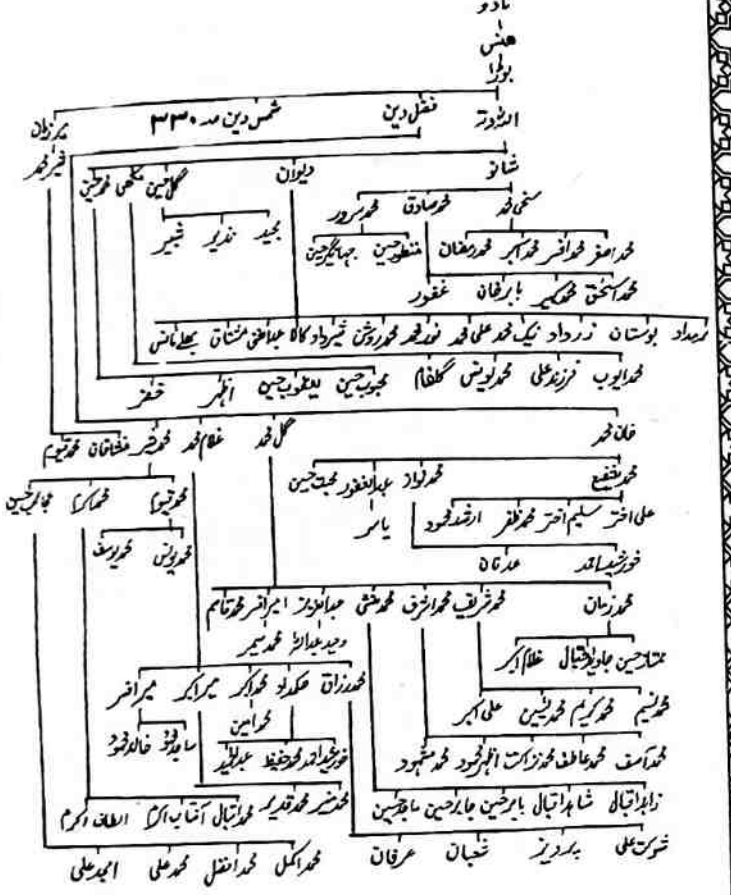
نسب سہنسہ

پایرد اسکے بیٹے سنغوی اولاد انکیا راوندی اور جہڑوں کی اولاد سنگی گلہ نیرمال ہے۔



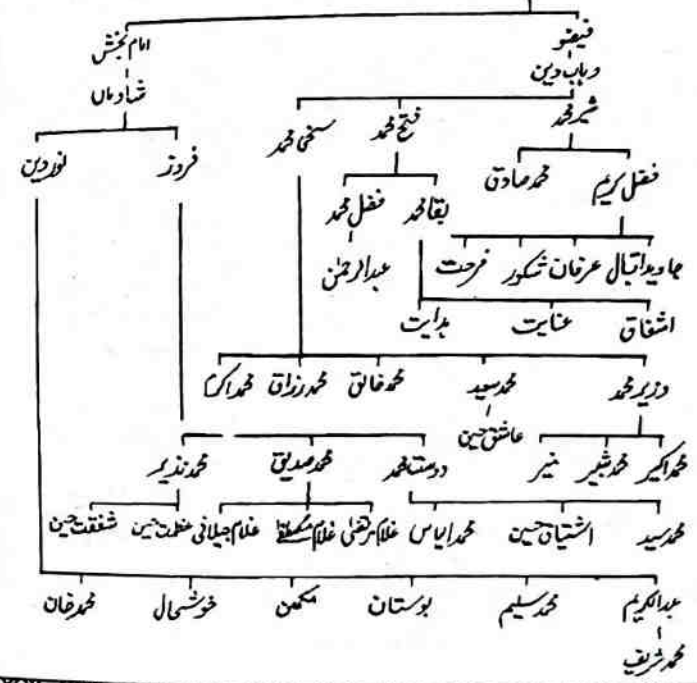
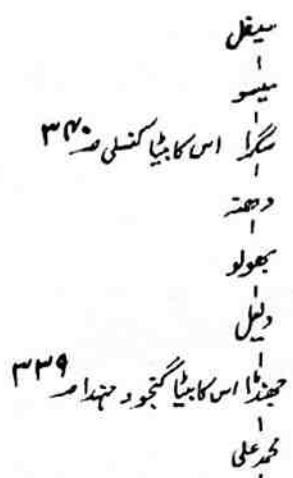
پلو مٹھ

۲۵۲ سے
سرگولی
نرانی اس کا بیٹا مورخین کا ملا دسیاہ بھتیانہ جو میل پندری میں ہے۔
نیفن محمد اس کا بیٹا جد کی اولاد دھار دھر جو تحصیل پندری میں ہے۔



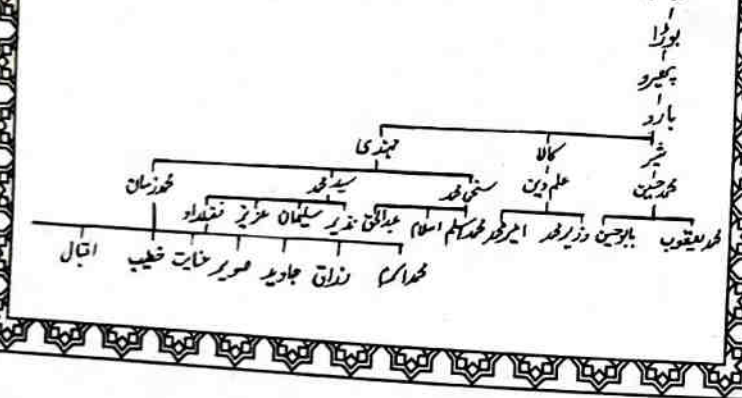
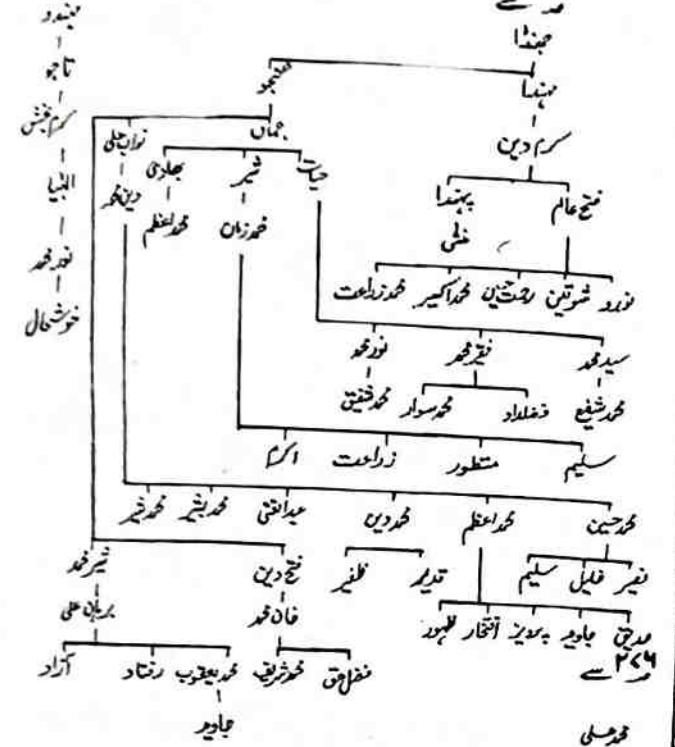
چنبه گلی

۳۳۷

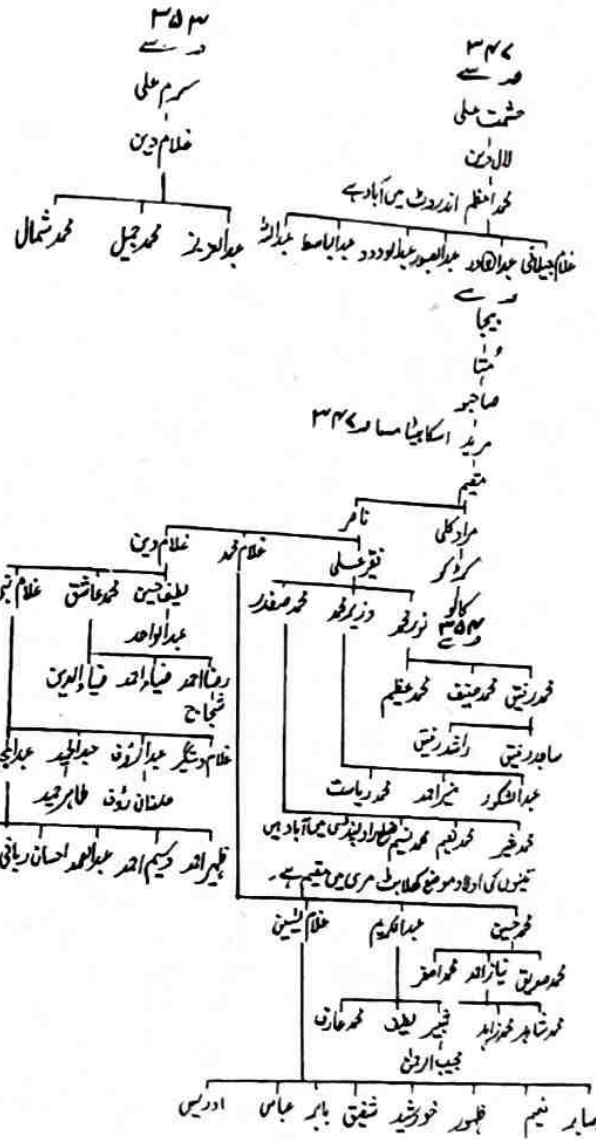


چنبه گلی / خواص

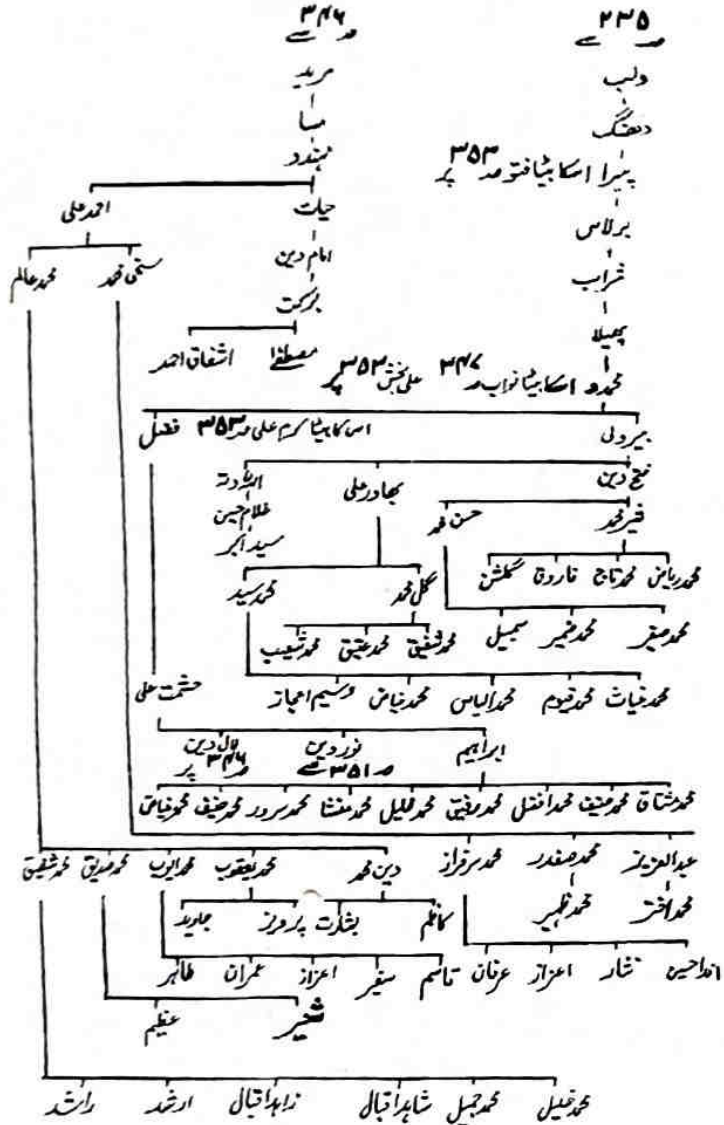
۳۳۷



منڈھول



گکوٹہ / منڈھول



سرول رکرط

۳۴۴
 سرول
 قادری
 مابو
 معری
 خلیل
 مزرا

ملک علی اسکاتیارم بخش راولپنڈی جلگیا
 غلام حسن
 غلام حسن
 غلام حسن
 غلام حسن
 غلام حسن
 غلام حسن

جو پورا
 کالو
 غلام حسن
 غلام حسن
 غلام حسن

۳۴۶
 نعل
 سر علی اسکاتیارم بخش
 ابوالدین کورن میر آباد

محمد تاج محمد نازق محمد عارف محمد عین سیلمه
 کمال
 جمال
 محمد آراز محمد عزیز
 طاہر زاہد محمد ارباب محمد یعقوب محبوب محمد حفیظ حبیب

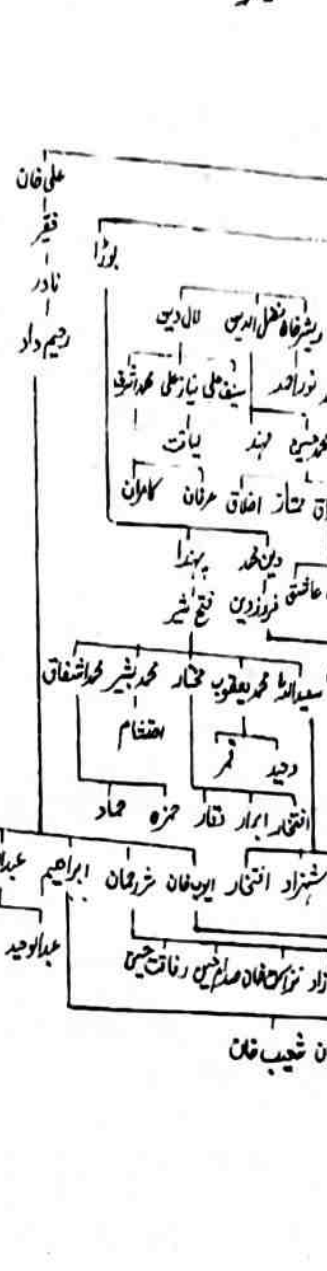
حسی محمد
 عبدالقادر عبدالرحمن واجد
 محمد حسین
 گل حسین
 عبدالحید
 محمد عارف
 محمد عارف
 محمد عارف
 محمد عارف

عبدالحمید
 محمد عارف
 محمد عارف
 محمد عارف
 محمد عارف
 محمد عارف
 محمد عارف
 محمد عارف

رکرط

اسمعیل
 فوز دین
 مصطفی
 شوکت
 اسمعیل
 علی داد
 بلور
 احمد دین
 شورشین
 عظیم الله
 صفدر
 علم دین
 کمال خان
 محمد حیات
 غلام رسول
 غلام نبی
 چارو
 سید محمد
 جام خان
 عالی خان
 بلور دین

عزیز قطب شاه
 جهان شاه درویش
 محمد حسن علی
 سرمد میلو شاه
 سکندر شاه
 صفدر شاه
 حیات شاه
 کمال شاه
 مهمم الدین
 سید سائیں سید الله
 لال دین
 احمد یار
 بال خان
 شیر باز
 نور عالم
 شمشیر
 گل فراز
 بان خان
 انشا باد
 کمال
 لالو



بن بیک

حضرت ابوالقاسم بن حسن بن علی بن ابراهیم خان

ابو قاسم خان

درویش خان

ابدریس خان

فیروز خان

شیارخان ذبیحیخان سلطنت خان

ناوند نیل مظفرآباد

چین خان کرکوتخان کیکاخان کمالخان جردخان

بندخان بگلخان فوطرخان صخرخان نیکنان سلا بنخان کوه کرم دلو

سندیخان صرغخان تاج خان قائم دار دامن

نظام خان فیروز ابرو بناری ستی مشکلیخان موربان

حیات بخش فرخنده سلطان سلطان پسران

چین علی سندی قندیل فرزندان فرزند فرزند علی

بازخان سندی مودبان بیرون مودخان فرزند

کدراخان سکوتخان رشیدخان ابر علی

دولان علی مود علی تاسم علی سوسم علی

فرزاد رودرگور علی سید علی رودرگور علی رودرگور علی

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

رزقان خردخان مستان علی جابرقان وارث خان

برمنگ و همسایه ریز بن

منزل ملکان

زبان مل العرب اردو

شریف خان

حیات خان فیض الله المعروف حیدر خان امرانی

سیاب خان محمد سیاب خردی

میان نقل اسکا بیبا غلام حیدر مر ۳۶۶ محمد بخش

غلام حسین غلام علی

نورین حیدر علی بن محمد علی

بان حسین محمد رشید برکت حسین

نذیرین محمد بشیر محمد علی محمد سلیم

محمد صدیق محمد امین محمد باقر حیدر زوی

محمد ابراهیم محمد رشید

برین محمد نوید برکتین محمد محمد رشید

نور افشار افشار نثار محمد نثار

فضل دین محمد رشید

نقادین رشیدین یوسف دین

سلمان دین محمد رشید

غلام بن محمد رشید

مادان دارث

اشفاق

مادان دارث

اشفاق

مادان دارث

اشفاق

مادان دارث

اشفاق

مادان دارث

اشفاق

مادان دارث

اشفاق

مادان دارث

جهانگ

بال

بسیلم

میر

فرزاد

آرم

نوروز

سید ملک

اجد

محمد علی

زبان

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

محمد علی

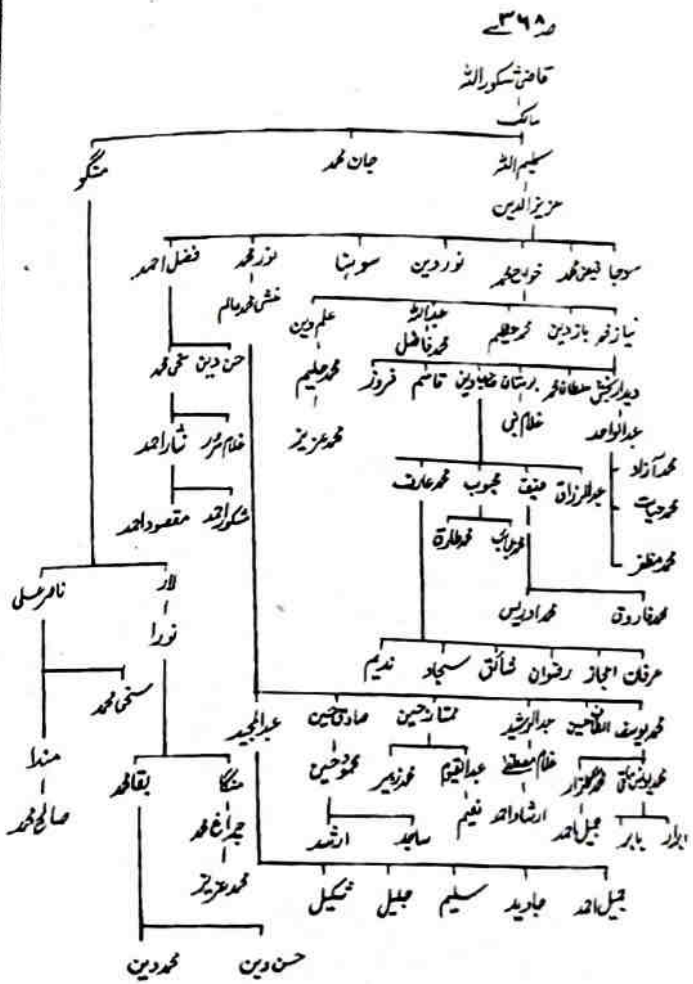
محمد علی

محمد علی

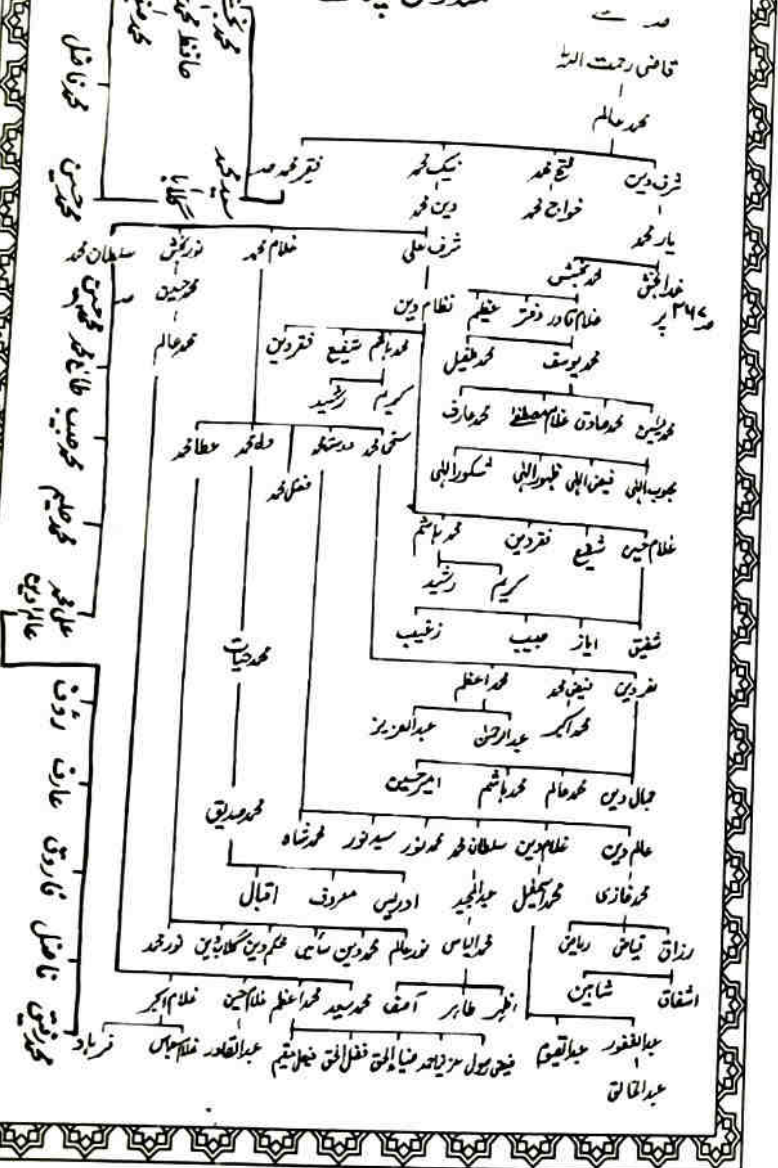
محمد علی

محمد علی

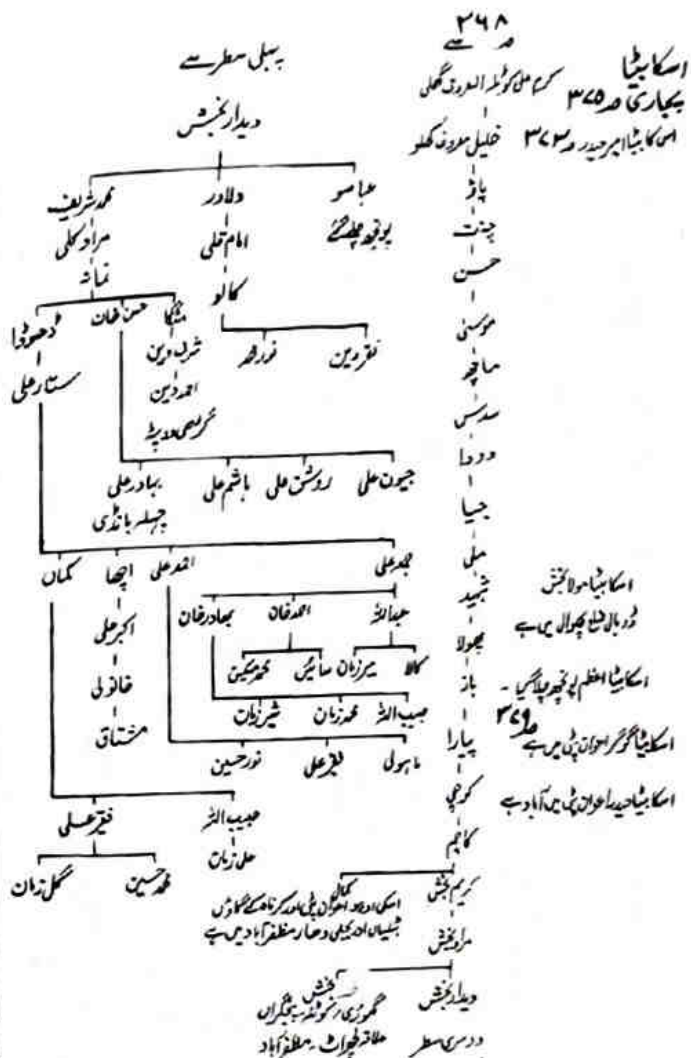
دهک پدر مستوی چشمتی



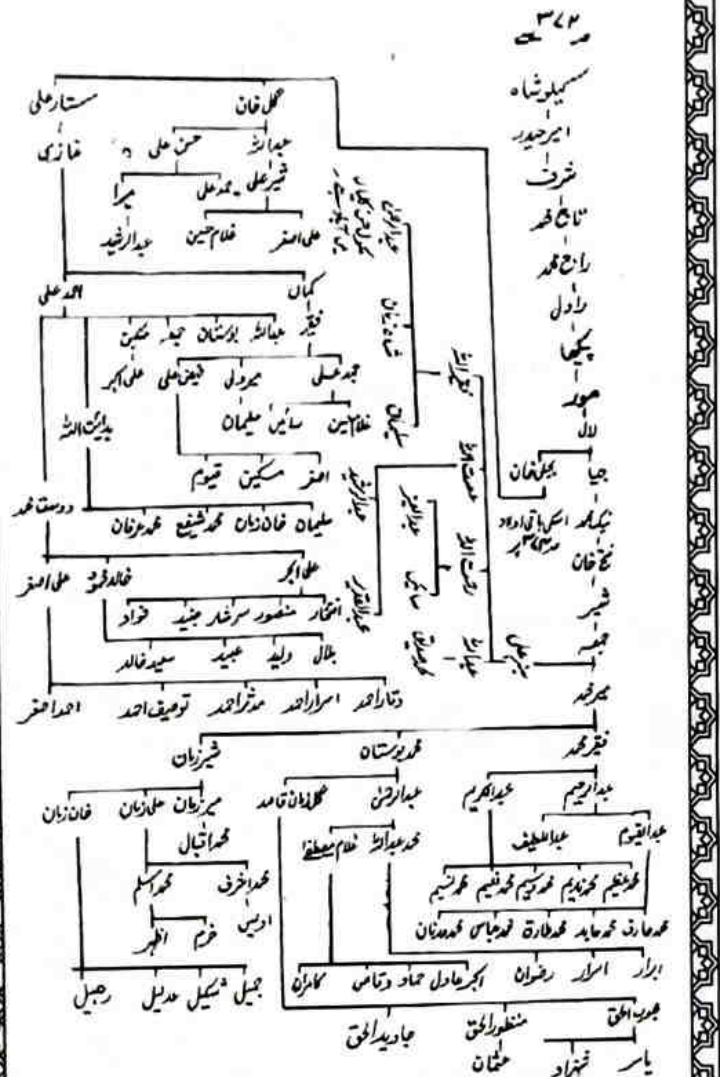
پیل - چوڑ جسمولیاں - چلبیری منذری چناٹ



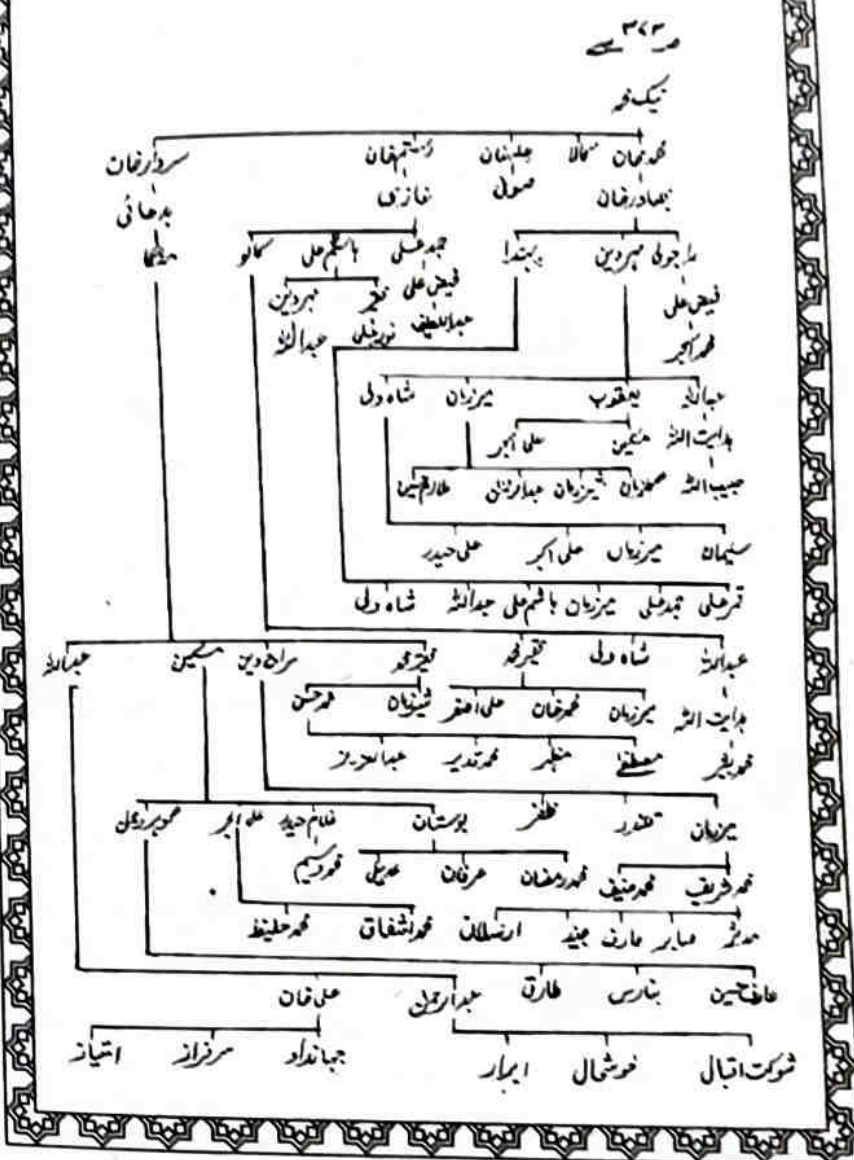
چھترود میں منظر آباد



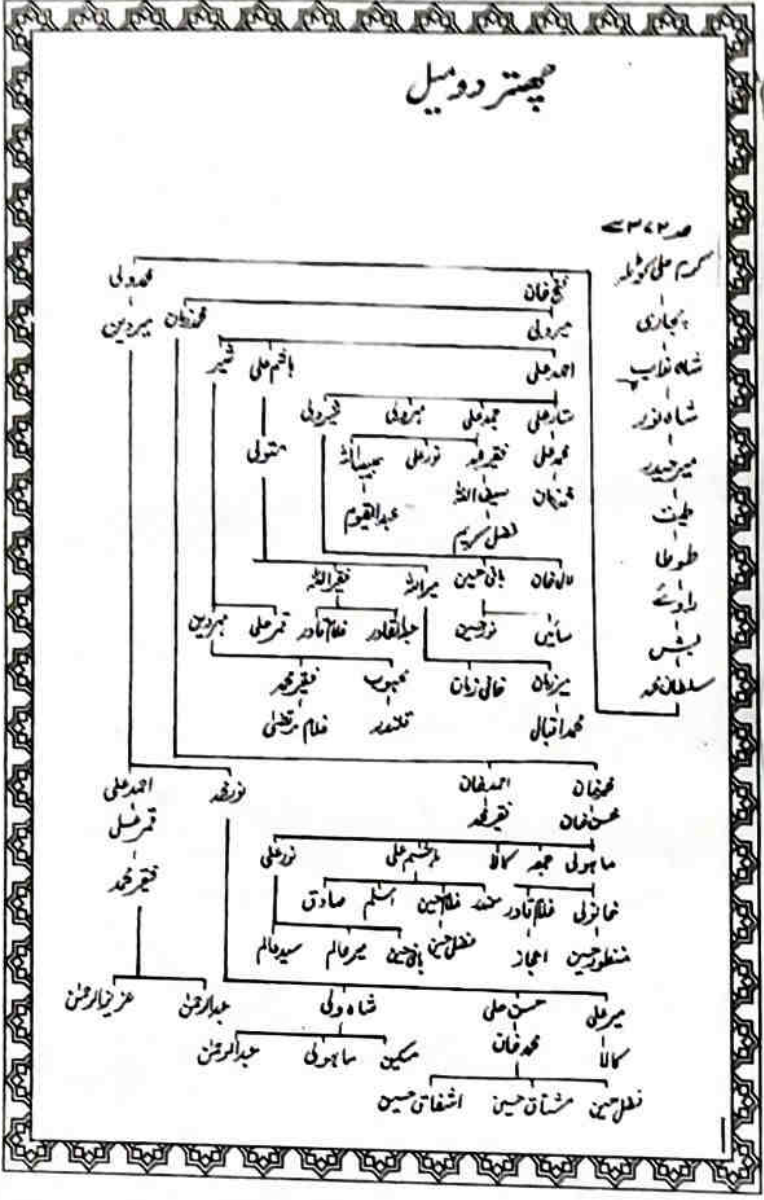
چہلمہ بانڈی / پھیاں چھترود میں منظر آباد



حسن گیلیاں مظفر آباد



چیترو دیل



علی شاد
غزات
محمد
اندر حیدر
بخاری
شاد و اب
شاد
فتح محمد
محمد خان
دار علی خان
راج خان
بجگ خان
معراج
کمال
راد ایل
پیشی محمد
سلطان محمد

بسیاں بالا ضلع مظفر آباد

۲۳۴ سے

مزیل علی کلکان

غازی مزیل دین شاہ

غازی نعمت شاہ

غازی مسود شاہ

غازی عبدالرحمن شاہ

عمران شاہ

غزہ ملا دین شاہ غازی منہرہ شاہ سلطان خان
العرفۃ مبادا شاہ اولاد آرزو کبیر میں ہے امان اللہ اولاد اسحاق بی بی میں ہے۔

غازی علم الدین غازی نظام الدین شیرخان
دونوں کی اولاد ضلع مظفر آباد میں ہے۔

غازی احمد شاہ غازی غلام مجتبیٰ حافظ زرالحق
ترکستان چلے گئے بعد از چلے گئے۔

تامن عبداللہ حافظ بکت آباد حافظ بکت آباد
ہوتی مروان سوہروردی کی یاد ہیں۔ کہہ سیمان کے واس میں آباد ہیں۔

تامن جمال دین عباد اللہ شاہ فیض اللہ شیرخان المروغ
اولاد حیدر آباد میں ہے اولاد کثیر میں ہے بلا شاہ

تامن محمد قاسم تامن غلام حسن تامن غلام حسین تامن تقی الدین
اولاد پٹوہ میں ہے اولاد اسیان کاری میں ہے دونوں کی اولاد حیدر آباد دکن میں ہے

العرفۃ تامن فریاد حافظ انان اللہ حافظ انان اللہ
ان کی اولاد دکن میں ہے ان کی اولاد دکن میں ہے اولاد کثیر میں ہے۔

تامن محمد عظیم حافظ انان اللہ تامن غلام الدین تامن غلام محمد
تامن غلام محمد تامن غلام محمد تامن غلام محمد تامن غلام محمد

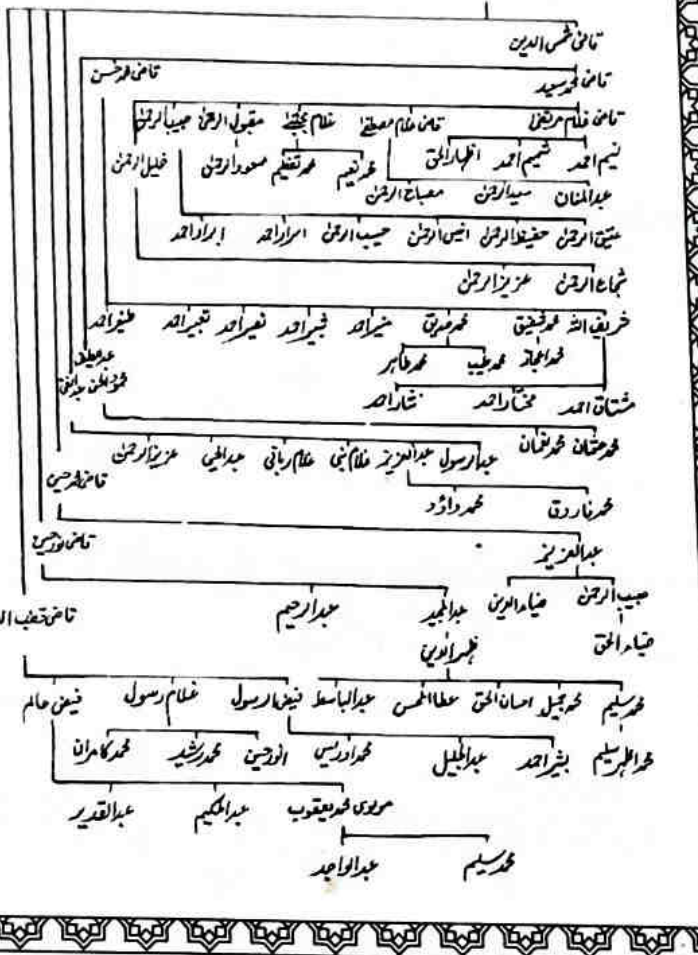
تامن جمال الدین عالم الدین عالم الدین
عمر دین عالم الدین عالم الدین

محمد مہمان یعقوب یعقوب
عبدالرشید محمد کبیر محمد کبیر
محمد اسحاق محمد زید محمد زید

بسیاں بالا

۳۷۶ سے

تامن سیاں اچھا



بیابان بالا منظر آباد

اعوان پٹی زیریں

ص ۲۳۲ سے

مزل علی گلخان

غلام علی موذن گاہرے

کاموں

ارجن

چند

فواب

اسند

سقد

دختر

بدھو

چند

نوشتر

سکھن

حسن نغان

عاتق

منی موذن گن

ابرخان

ملوک خان

سند

گھوڑو

خرم

نعمت

قالو

شیر علی

عطا محمد

فخر علی

امیر علی

علی محمد

شرکت علی اجد علی تنویر علی عابد علی

رحمت اللہ

سکھ

زر محمد

رضاح محمد

صویر خان زینار

فخر علی

تاج محمد

ایک بیٹے فخر محمد غلام محمد دست محمد ۳۸۳

شیر محمد عبید اللہ میرزا خان حمد علی

حسن اللہ منظر علی لاہور محمد رفیق محمد آرم علامت محمد ایسا

محمد اتال محمد بکر محمد مہار محمد رفیق محمد شفقت محمد ارشاد

محمد رفیق محمد اتھل ظفر شرکت محمد رفیق

اعوان پٹی

ص ۳۷۲ سے

بیابان

گجر

محمد

صدر

درویش

قدرت خان

شیر خان

نور علی

اور دستا محمد

اعوان پٹی میں ہے

نواب خان علی انور محمد یوسف

ظہیر

نوٹ۔ سسکو اولاد سے کچھ لوگ پھلان۔ ورتی دیو پڑ زریسی اعوان پٹی میں آباد ہیں انکو اولاد میں علامتین وزارت نامہ حکومت پاکستان اور قومیں یکٹن آئیر پاکستان سہات فائنڈا ریس میں تقیبات ہیں۔

گل محمد اسکی اولاد کچھو پوس ہیں سید محمد نور محمد اسکی اولاد سید محمد نور محمد اسکی اولاد سید محمد نور محمد اسکی اولاد

علما قزیری بائدری میرا وارو معلقہ باہ کوٹ میں ہیں ہے۔

سراغزخان احمد خان محمد علی اسکی اولاد بیابان میں ہے۔

نور علی اور دستا محمد اعوان پٹی میں ہے

نواب خان علی انور محمد یوسف ظہیر

نور علی اور دستا محمد اعوان پٹی میں ہے

نور علی اور دستا محمد اعوان پٹی میں ہے

نور علی اور دستا محمد اعوان پٹی میں ہے

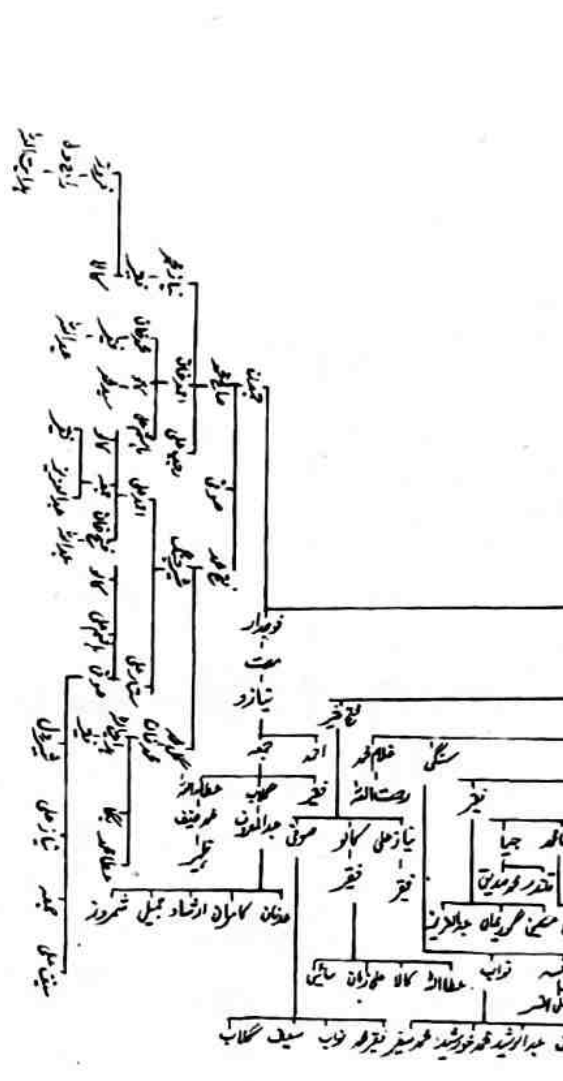
نور علی اور دستا محمد اعوان پٹی میں ہے

نور علی اور دستا محمد اعوان پٹی میں ہے

Handwritten signature or mark at the bottom of the page.

موضع شوخته (منده باندی) مظفرآباد

۲۳۳
عبدصبوح



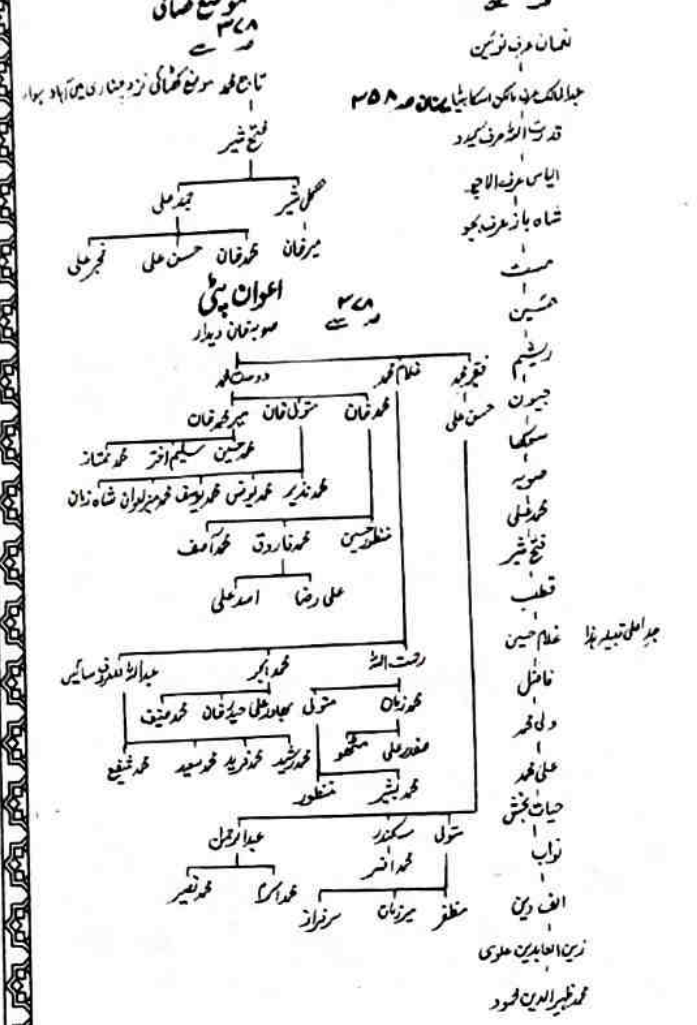
قنود
تور
سالا
گور
جیلا
مورا
فہمت
صالح
سلمان

تیر

نیاز علی
صوفی
عبدالرحمان
ابیر
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق

عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق
عبدالرزاق

شجره نسب زین العابدین علی سید پور را در پستوی شجره نسب صوفی خان دلداراخوان علی
جہا جزو موضع ننگالی ضلع پونچھ مقبوضہ کشمیر تاج محمد موضع کٹانی مظفرآباد



۲۶۸

نعمان بن نوین

جلال اللہ بن مکن اسکا بیٹا من ۳۵۸

قدرت الزورف کبیر

ایاس زورف الہی

شاہ با زورف بچو

حسنت

حسین

رشید

جیون

سککا

صوبہ

محمد علی

فتح شیر

قطب

غلام حسین

فاضل

دل محمد

علی محمد

حیات بخش

زیاب

الف دین

زین العابدین علی

محمد ظہیر الدین شود

۳۷۸

موضع کٹانی

تاج محمد سورنگ کٹانی نزد مناری میں آباد ہوا

فتح شیر

محمد علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

عزیز علی

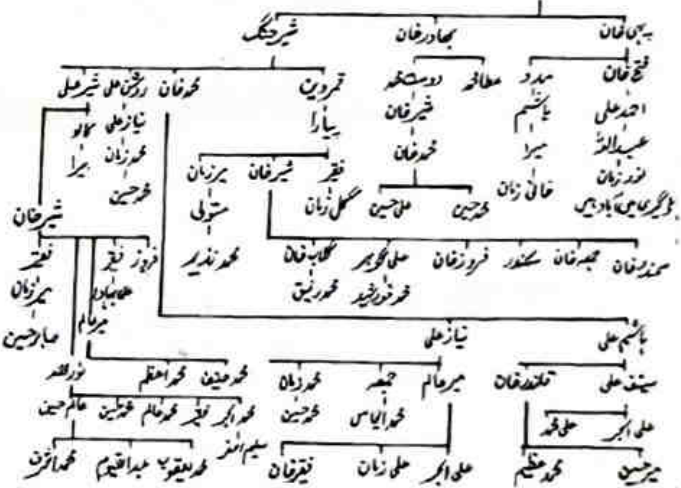
عزیز علی

میره پور در منظر آباد

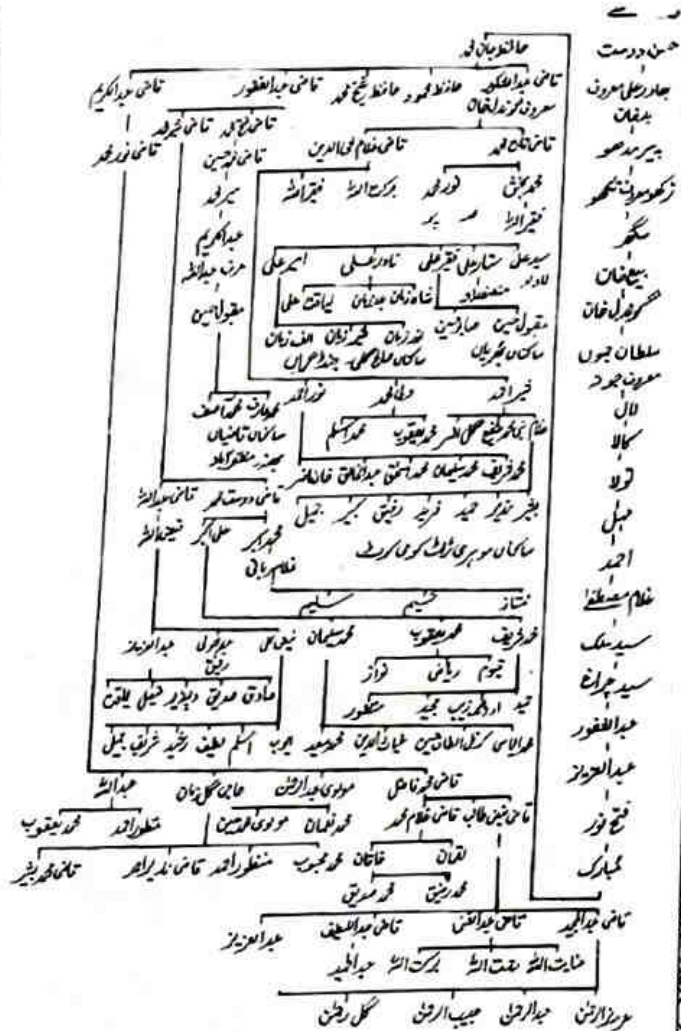
۳۴۴
س

احمد علی معروف بدارین

- نادر
- بساط
- عقلمند
- سرب خان
- قور
- رستم
- مظفر خان
- رازی بی بی
- فرید
- عقل
- نامدار
- نماش



صالح گلی - چند گراں - تانقیان - موبهری طراش - علاقه کارد و ضلع منظر آباد

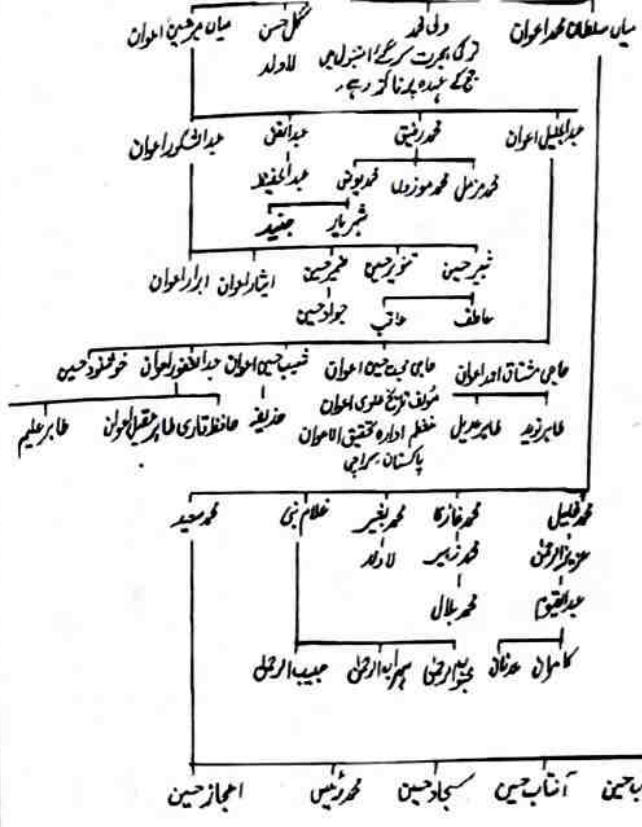


شجره نسب حاجی محبت حسین اعوان

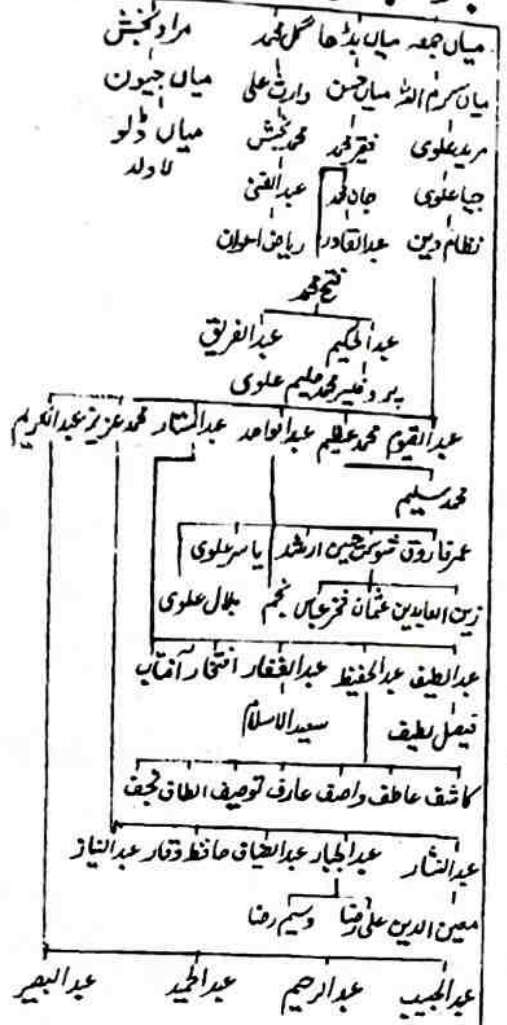
سکن بیروت - ضلع ایبٹ آباد پاکستان

۳۸۵
تاریخ نام

تاجی نور محمد علی گوت نزد محمد آل



شجره نسب شوکت حسین علوی دریا گلی مری



عون قطب شاه
زبان علی گھوگر
اجید یا اجن
حضر
اسمیت
درودیش
مکبری
سرن شاه
عبدلی شاه
پسر و شاه
قائم شاه
میان مالک
میان حشمت
میان مدی
میان مل
میان جمال
میان نیکو
میان نکودر
میان دلدار
میان بساہ
میان شیکا
میان عظمت
میان درگاہی
میان بادل
میان پیرعلوی
اپیر گوت

حرف آخر

آزاد جموں و کشمیر میں اعوانوں کی آبادی لاکھوں میں ہے مختلف اوقات میں مختلف لوگ مختلف راستوں سے ان علاقوں میں داخل ہوتے رہے اور جہاں کہیں آسائش میسر آئی آباد ہو گئے۔ سابق ریاست پونچھ کے جنوب مغربی گوشہ میں آباد کچھ اعوان خاندانوں کا شجرہ نسب مولانا ملک حسام الدین خان بساڑوی نے مرتب کر کے نسب الاعوان کے نام سے ۱۹۳۴ء میں شائع کیا۔ قبل ازیں نہ صرف ریاست پونچھ بلکہ پورے جموں و کشمیر میں آباد اعوان قوم کا کوئی مستند طبع شدہ تاریخی مواد موجود نہ تھا۔ منشی محمد دین فوق نے ۱۹۳۴ء میں تاریخ ”اقوام کشمیر“ اور ۱۹۳۶ء میں تاریخ ”اقوام پونچھ“ شائع کیں۔ جن میں دیگر قوموں کے ساتھ ساتھ اعوانوں کے متعلق بھی کچھ معلومات درج ہوئیں۔ تیس کی دہائی میں آبادی بہت ہی کم تھی۔ مولانا حسام الدین خان نے نسب الاعوان میں اس وقت کے صرف عمر رسیدہ لوگوں کے ہی اسماء گرامی شامل کئے جو تھوڑے عرصہ میں دنیا سے اٹھ گئے۔ گزشتہ ساٹھ ستر سالوں میں آبادی گنی گنا بڑھ گئی اور پانچ چھ پشتوں کا واضح فرق قائم ہو چکا ہے۔ موجودہ ترقی یافتہ دور میں روابط میں اضافہ کی وجہ سے نئی نسل کا ہر پڑھا لکھا فرد قومی تاریخ اپنی خاندانی

روایات اور نسب نامہ کے متعلق بہت کچھ جاننے کا خواہشمند ہے۔ مولانا نے اپنے وقت کے لحاظ سے صرف شجرہ نسب کی تحریر و تکمیل پر ہی اپنی توجہ مرکوز رکھی کیونکہ اس کے پس منظر کی تفصیلات حاصل کرنے کیلئے حوالہ کی مستند کتب موجود نہ تھیں اور نہ ہی اس زمانہ کے نسبتاً پسماندہ ماحول میں باہمی رابطوں سے روایات و دیگر معلومات جمع کرنا آسان تھا۔ راقم نے اس کمی کو پورا کرنے کیلئے مولانا حسام الدین صاحب کے چھوڑے ہوئے کا کو آگے بڑھانے کی ابتدا کی تو بظاہر آسان نظر آنے والے کام بہت ہی کٹھن ثابت ہوا۔ اس لئے کہ تاریخی مواد اکٹھا کرنے میں تجربہ، فارغ البالی، انتھک محنت اور زبردست جستجو کی ضرورت ہے۔ اعوان قوم کا مفصل شجرہ نسب ضبط تحریر میں لانا بڑا مشکل کام ہے بہر حال راقم نے اس کی ابتدا انالیاں سے کی ہے۔ گردونواح میں آباد اعوان خاندانوں کا شجرہ نسب نقل کیا ضلع پونچھ بلکہ آزاد کشمیر بھر سے چیدہ چیدہ حضرات نے جو شجرے پیش کئے ان کی چھان بین کی گئی۔ مختلف اعوان گوتوں اور خاندانوں کے متعلق متعدد تاریخی کتب کی مدد سے ضروری معلومات اور واقعات جمع کئے گئے جو مربوط صورت میں کتاب ہذا میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ تاکہ نئی پود اپنے اسلاف کے تاریخی کارناموں سے کما حقہ واقف ہو سکے۔ راقم کو یقین ہے کہ کتاب ہذا کے مندرجات کی روشنی میں لوگوں کو نہ صرف قومی تاریخ جاننے اور اپنا شجرہ نسب مکمل کرنے میں آسانی ہوگی بلکہ قومی روایات کو زندہ رکھنے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں ہوگا۔

زمانہ آپ راجہ میں جب نقل مکانی عروج پر تھی اپنی حفاظت و بقا کے سلسلہ میں برادری ہندی جتھابندی اور گروہ ہندی عروج پر تھی نیز آزاد کشمیر کے معرض وجود میں آنے کے بعد مہاجرین کا سیلاب آیا تو بعض لوگ جن کا سابقہ ریکارڈ موجود نہیں تھا ضرورت اور ماحول کے تحت بااثر برادریوں میں شامل ہو گئے۔ موجودہ پارلیمانی جمہوریت کے دور میں سیاستدانوں کی ووٹ کی ضرورت سے ماحول کے تحت برادری اور قوم کے بدلنے کے رجحان کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ اب تو محکمہ مال کے بنیادی ریکارڈ میں قومیت کا خانہ حذف ہو چکا ہے جس میں قومیت کی پہچان مشکل ہو رہی ہے اس کے باوجود ہم نے باریک بینی اور جانفشانی سے پوری چھان بین کے بعد معیار پر پورے اترنے والے نسب ناموں کو ہی درج کیا ہے۔

اس ملک میں نام کے آخر میں ”خان“ کا اضافہ عزت، وقار اور بڑائی کے اظہار کے طور پر ہوتا رہا ہے لیکن نئی پود اور موجودہ پڑھے لکھے ماحول میں یہ لفظ زیادہ پرکشش نہیں رہا۔ اسے بدرجہ ترک کیا جا رہا ہے۔ ہم نے شجرہ ہائے نسب میں اس لفظ کو صرف وہاں درج کیا ہے جہاں یہ نام کا حصہ ہے۔ ”خان“ کا لاحقہ چنگیز خان اور ہلاکو خان سے منسوب بتایا جاتا ہے جن کا دور تاریخ میں سیاہ ترین اور وحشت و مہربیت کا دور مشہور ہے۔ اس لئے اعموان لوگ اسے لکھنا پسند نہیں کرتے۔ اعموان قوم کے متعلق جس قدر کتابیں اور شجرے لکھے گئے ان میں اسماء گرامی کے ساتھ خان کا اضافہ درج نہیں کیا گیا۔

ہزاروں لوگوں کے اسماء گرامی زیر ترتیب نسب ناموں میں اس لئے درج نہیں ہوئے کہ کسی ایک فرد کیلئے اعوان قبیلہ کی جملہ آبادی کا شجرہ تیار کرنا ممکن ہے اور نہ ہی قابل عمل۔ البتہ نمایاں خاندانوں کے کچھ افراد کا شجرہ جو مختلف مرحلوں پر عون قطب شاہ کی اولاد سے ملتی ہیں درج کر دیا گیا ہے۔ جن خاندانوں کے نسب نامے مولانا حسام الدین صاحب نے مکمل کئے تھے ان میں سے بعض کو موجودہ نسل تک وسیع کر دیا گیا ہے تاکہ دیگر لوگ بھی ان کی روشنی میں اپنا شجرہ مکمل کر سکیں۔

آزاد کشمیر میں عام طور پر اور پونچھ میں بالخصوص عون قطب شاہ کے دو بیٹوں عبداللہ گولڑہ اور مزمل علی کنگال کی اولادیں زیادہ تعداد میں چلی ہیں صفحہ نمبر۔۔۔ پر دونوں شاخوں کا شجرہ درج ہے۔ ضلع پلندری میں بسنے والے اعموانوں کے نسب نامے عام طور پر حضرت عون قطب شاہ کی اولاد کی مختلف شاخوں سے ملتی ہیں جن کو مناسب ترتیب کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

ہم نے شجروں کی چھان بین میں اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے صرف ان ہی لوگوں کے نسب نامے درج کئے ہیں جو قطب شاہی اعموان ہیں۔ اس کے باوجود ایسے سینکڑوں خاندان رہ گئے جو اعموان تو ہیں لیکن ان کے پاس شجرہ مکمل نہیں اسکے علاوہ ہزاروں لوگوں نے شجرہ مکمل کروانے میں دلچسپی نہیں لی۔ اس لئے ان کا اندراج بھی نہیں ہوا۔ تاریخی کتب اور ذرائع ابلاغ سے حاصل ہونے والی معلومات کی جانچ پڑتال کی گئی۔ غیر ضروری مواد کو چھوڑ دیا گیا جہاں تنقید یا

توصیف کی ضرورت تھی کی گئی۔ بے لاگ تبصروں کے بعد کسوٹی پر پورے اترنے والے واقعات کو ہی باقاعدہ حوالوں سے اس کتب میں شامل کیا گیا ہے۔

نسب ناموں کی ترتیب مولانا حسام الدین صاحب کے وضع کردہ موضع وار طریقہ کار پر ہی رکھی گئی ہے۔ نسب ناموں کو طوالت سے چلانے کیلئے ان میں صرف ان ہی لوگوں کے نام درج ہوئے جن کی اولاد آگے چلی ہے۔

کتاب ہذا میں لائے ہوئے حالات و واقعات کی جانچ ترتیب اور انہیں صحیح خطوط پر استوار کرنے میں غلطی کے امکانات کو رد نہیں کیا جاسکتا۔ خصوصاً شجرہ ہائے نسب کی توسیع و ترتیب ایک مشکل اور پیچیدہ کام ہے۔ اس میں سو بھی ہو سکتا ہے لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے وہ غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں ان کی تصحیح کی جاسکے۔

تاریخی سفر کا عمل جاری ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات کی چھان بین بھی جاری ہے مستقبل کا مورخ بہتر معلومات کو منظر عام پر لانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ تنقید اگر صحت مند دلائل و براہین کے ساتھ کی گئی ہو تو اسے عوامی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ ماضی کے اندھیروں میں لپٹے ہوئے واقعات کو صفحہ قرطاس پر لانے کیلئے بے لاگ محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ اس میں مزید تحقیق کی گنجائش موجود اس لئے دلچسپی رکھنے والے اعوانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی تحقیق و جستجو کو جاری رکھیں۔ ہر اعوان فرد کو اپنے اسلاف کی تاریخ اور شجرہ جاننا ضروری ہے جو

قومیں اور افراد ماضی سے سبق حاصل کرتے ہیں وہی کامیابی اور کامرانی سے بہکنار بھی ہوتے ہیں۔

آخر میں میں رب ذوالجلال کا بے حد و حساب شکر گزار ہوں جس نے باوجود وسائل کی کمی، بے سروسامانی اور کم مائیگی کے مجھے نسب الصالحین لکھنے اور مکمل کرنے کی توفیق بخشی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ
بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّحِمِينَ ه

حاجی جہانداد اعوان

(نالیان)



تاثرات

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

پیش نظر کتاب نسب الصالحین محترم الحاج ملک جماناد خان اعوان تالیان پلندری آزاد کشمیر کی تالیف، تصنیف اور ترتیب ہے۔ موصوف کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ کتاب کی تیاری کے دوران کچھ حصوں کا مطالعہ کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی تیاری میں بڑی محنت، لگن اور جانفشانی سے کام کیا گیا ہے۔ اعوان قوم کی سابقہ تواریخ کے مطالعہ کے بعد جہاں ضرورت پڑی قارئین کی سولت کیلئے حوالہ جات بھی درج کیے گئے ہیں۔ کتاب کا غور و فکر سے مطالعہ کر کے اعوان قوم کی تاریخی معلومات میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اعوان قوم کے حالات اور واقعات پر اب تک بے شمار کتب شائع ہو چکی ہیں کچھ مفصل ہیں اور کچھ مختصر مگر موصوف کی یہ کتاب ان میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

مصنف کی ذاتی ملاقاتوں اور خطوط کے ذریعے استدعا کرنے کے باوجود برادری کے ارباب علم و فضیلت نے اس سلسلہ میں توقع کے مطابق تعاون اور رہنمائی کا شرف حاصل نہیں کیا اس کے باوجود موصوف نے معلومات کا جو عظیم الشان ذخیرہ اس کتاب میں بھیلایا ہے یہ ایک بہت بڑا اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو مقبول خواص و عام بنائے۔

حاجی ملک گلزمان قاصد اعوان

اعوان ہمسرہ اچھلہ بانڈی،

مظفر آباد آزاد کشمیر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نسب الصالحین ایسی قیمتی، تحقیقی اور مستند تاریخی دستاویز ہے جس کے مطالعہ سے عام قاری اعوان قوم کی تاریخ و ارتقاء سے بخوبی آگاہ ہو سکتا ہے۔ موصوف نے نہایت عرق ریزی سے اور محققانہ طرز تحریر کی شکل میں مستند تاریخی شواہد سے اعوان قوم کے مفصل شجرہ نسب کو بیان کرتے ہوئے تاریخی حقائق و معروف شخصیات کے بارے میں کلام کیا ہے۔ بلاشبہ موصوف کی یہ عظیم و کامیاب کوشش ایک مستند تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف جناب الحاج ملک جماناد خان اعوان کو اس مساعی جلیلہ پر اجر عظیم عطا فرمائے (آمین)۔

پروفیسر ڈاکٹر دل محمد ساجد

ڈگری کالج پلندری۔

صدر الاعوان ویلفیئر سوسائٹی

آزاد کشمیر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملک جماناد خان اعوان صاحب کی کتاب نسب الصالحین میری نظر سے گذری۔ میں نے جتہ جتہ اس کا مطالعہ کیا بالخصوص وہ حصہ جو تاریخی حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ اور اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے کتاب ہذا کی ترتیب و تالیف میں بڑی محنت

کی ہے۔ اور اعموان قبیلہ کے نسب اور ان کی شخصیات کے کارناموں کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ میں نے شجرہ نسب کو نہیں دیکھا مگر چونکہ وہ اس کتاب کا حصہ ہے اور یہ بڑا دقیق، انتہائی توجہ طلب اور مشکل کام ہے جو موصوف کے حصے میں ہی آیا ہے۔ مگر ایک بات جو مبنی بر حقیقت ہے کہ اتنی جستجو کے بعد بھی اگر کسی اعموان خاندان کا نام اس کتاب میں نہیں لکھا گیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اعموان نہیں ہے بلکہ یہ ایک تاریخی دستاویز ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام کی تمام تاریخ سنٹ کر اس کے اندر آجائے۔

اعوان قبیلہ پر کثیر تعداد میں لکھی جانے والی کتابیں ایک بڑے ذخیرے کے طور پر دنیا بھر کی بے شمار لائبریریوں میں موجود ہیں مختلف زبانوں میں ہیں اور تحقیق و تدقیق کا شوق رکھنے والے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یقیناً یہ کتاب بھی اس ذخیرے کا حصہ ہے اور ایک علمی سرمایہ ہے۔ جو بعد میں آنے والی نسلوں کیلئے قابل فخر یادگار ہوگی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے بہت سی تاریخی کتب کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ مواد جمع کیا ہے جس میں بابائے قوم ملک حسام الدین کی کتاب نسب الاعموان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے جس کا ذکر کشمیر کے مشہور مصنف محمد دین فوق نے تاریخ اقوام پونچھ میں کیا ہے۔

جمانداد اعموان صاحب نے سورۃ حجرات کی ایک آیت مبارکہ کے مطابق یہ کتاب لکھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قوموں اور قبیلوں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور تقویٰ اختیار کرو اس لئے نہیں کہ تم جاہلی تقاخر کو اپنا شعار بناؤ لہذا قبائل کی شناخت اور ان کی حفاظت ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنے

نسب کو خلط ملط کر دیا اور اس نے اپنے آپ کو کسی اور کی طرف منسوب کر دیا تو وہ سخت گناہ گار ہوگا کیونکہ جو شخص اس راہ پر چلتا ہے اسکی منزل اللہ تعالیٰ کی رضا نہیں بلکہ من پرستی اور بے اصل شہرت کی ہوس ہے۔

جمانداد صاحب کی کتاب ایسے تمام عیوب سے مبرا ہے اور فی الواقع یہ کتاب بر صغیر کے اعموانوں کی باہم پہچان کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوگی۔

نسب الصالحین جمانداد صاحب کی مخلصانہ کوشش ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا مگر قرآن و سنت کے علاوہ کوئی کتاب بھی تنقید سے بالاتر نہیں ہوتی، تحقیق اور طلب و جستجو کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور یہ بعد آنے والے خامہ فرسایک دوسرے سے بڑھ کر تحقیقی خدمات سر انجام دیتے ہیں اور یہ شرف صرف انسان کو حاصل ہے کہ وہ جو کچھ پڑھتا ہے، دیکھتا ہے یا سنتا ہے اسے لکھ کر محفوظ کر لیتا ہے اور بعد میں آنے والے انہی خطوط پر چلتے ہوئے آگے کی راہیں متعین کرتے ہیں اور اسی کوشش میں انسان کیلئے کائنات کا مطالعہ آسان کر دیا ہے۔ اسکے برعکس کو صدیوں پہلے جس گھونسلے میں رہتا تھا آج بھی اسی میں رہتا ہے کیونکہ وہ کیسے گئے کام کو محفوظ نہیں کرتا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمانداد صاحب کی اس کتاب کو ترقی کے راستوں کی بنیاد ثابت کرے اور اسکے ذریعے سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

منجانب :

مولانا ضمیر احمد ساجد

فاضل درس نظامی تنظیم المدارس پاکستان

ایم اے (عربی) بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تاریخ کا ادنیٰ شاگرد ہونے کی وجہ سے ایک عرصہ سے میرے دل میں اس بات کی خواہش رہی ہے کہ اعوان قوم کی ایک مکمل تاریخ اور اعوانوں کے اہم اور جنگی کارناموں پر مشتمل ایک عظیم کتاب مرتب کرنی چاہیے۔ لیکن وقت کی کمی اور وسائل کی قلت کی وجہ سے میری خواہش دل ہی دل میں رہی اور عملی طور پر کچھ نہ کر سکا۔

جناب ملک جماند خان اعوان صاحب کی کتاب نسب الصالحین کا مسودہ سرسری نظر سے گزرا اللہ کرے بہت جلد منظر عام پر آجائے۔ یہ عظیم کتاب جو چار ابواب پر مشتمل ہے اس سے جہاں آزاد کشمیر میں اعوان قبائل کی نشاندہی کی گئی ہے وہاں جنگ آزادی کشمیر میں اعوانوں کے کردار کے باب نے اس عظیم کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جنگ آزادی کشمیر ۱۹۴۷ء شروع ہوتے ہی اعوان قبیلہ نے بھرپور حصہ لیا جن میں کرنل غلام رسول اعوان شیر جنگ جنہیں حکومت برطانیہ نے وکٹوریہ کر اس بھی عطا کیا تھا اسکے علاوہ کرنل عالم شیر اعوان وغیرہ نے مل کر کشمیر کے مختلف محاذوں پر جھنڈوں اور رجمنٹوں کو منظم کرنے کے بعد دشمن کو پے در پے شکست سے دوچار کیا یہ سب اعوان قبیلہ کی نڈر اور بہادر قیادت اور اعلیٰ صلاحیتوں کی وجہ سے سینکڑوں اعوان سپوتوں نے جام شہادت نوش کر کے وطن عزیز کی مٹی کی حفاظت کی خاطر اپنی جانوں کا آخری نظر لہہ پیش کیا اس عظیم کتاب میں ملک صاحب نے شجرہ جات کے عنوان سے ایک باب رقم کر کے اعوان قوم کو ایک لڑی میں پرو دیا۔

موجودہ دور میں قبائل پر اس طرح کی کتابیں لکھنا ایک کٹھن اور مشکل کام ہے آج کے اس دور میں ایک عام آدمی وقت اس کام میں صرف کرتا ہے جہاں اسے زر کی آمد ہو

اس بات سے قطع نظر طویل عرصہ جہد و جہد کرنے کے بعد No Profit No Loss کی بنیاد پر شائع کرنا قوم کیلئے ناقابل فراموش کارنامہ ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے قبل مختلف مصنفین نے علاقائی سطح پر چھوٹے چھوٹے کتابچے تحریر میں لائے لیکن مکمل تاریخ نہ ہونا ایک افسوس ناک پہلو تھا۔ ملک صاحب نے بڑھاپے میں یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر قوم کو دیگر اقوام کے ہم پلہ کھڑا کر دیا۔ یقیناً ملک صاحب کا یہ عظیم کارنامہ آنے والے وقت میں سترے حروف میں لکھا جائے گا اور یہ عظیم کتاب تاریخ کے طلباء کیلئے گراں قدر قیمتی اثاثہ ثابت ہوگی۔

آخر میں یہ بات فخر سے کہوں گا مجھ سمیت آنے والے وقت میں جو بھی کشمیر کے اعوانوں کے بارے میں لکھنا چاہے گا وہ ملک صاحب کی کتاب سے استفادہ ضرور کریگا۔ میں ملک صاحب کے اس عظیم خلوص کا دل کی گہرائیوں سے قدردان ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جناب ملک جماند خان اعوان صاحب کا سایہ ہمارے اوپر ہمیشہ قائم رکھے تاکہ ہم ان سے مزید استفادہ حاصل کر سکیں۔ (آمین)۔

خاکسار

محمد کریم خان اعوان آف سنگولہ

فی کام، بی ایڈ، ایم اے تاریخ اسلام

ایم اے بین الاقوامی تعلقات، ایل ایل بی

مولف شجرہ جات سنگولہ پونچھ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تاریخ کی اہمیت مسلمہ ہے۔ تاریخ کے حوالہ سے ہم اپنے اسلاف کے بارہ میں واقفیت حاصل کرتے ہیں اپنی مثبت اور تعمیری روایات، اپنی پہچان اور شناخت کے پیش نظر تنظیم نو یقین محکم اور باہمی اتفاق و اتحاد پیدا کرتے ہوئے مستقبل کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ جو قومیں اور برادریاں ماضی کے حالات سے صرف نظر کرتی ہیں وہ بد نظمی اور منافرت کا شکار ہو کر رویہ زوال ہو جاتی ہیں۔

میں الحاج جماند خان اعوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اعوان قوم کی نبض پہچان کر ان کی کم مائیگی پسماندگی اور تاریخ حقائق سے ناواقفی کو محسوس کیا۔ انہیں رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ چلنے اور تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کرنے اور ایک متحرک و محترم قوم بنانے کیلئے اپنی قوم کا سہارا لیا۔ آزاد کشمیر بھر میں آباد اعوان برادری کی معتبر اور باخبر شخصیات سے شجرہ نسب اور معلومات کا وسیع ذخیرہ جمع کر کے نسب الصالحین کے نام سے قوم کے سامنے پیش کیا بعض اعوان قبائل اور خاندانوں کے شجرہ نسب کو باب چہارم میں جمع کر کے ان کے پس منظر، ان کے مشاہیر اور کارناموں سے قوم کو آگاہی دی۔ حضرت علی المرتضیٰ اور عون قطب شاہ کی اولاد ہونے کے حوالے سے انہیں ایک لڑی میں اس طرح پرودیا کہ اعوان برادری کا ہر فرد ان شجروں کی مدد سے آزاد کشمیر کے طول و عرض میں کہیں بھی موجود اپنے قبیلے کو تلاش کرنے پر قادر ہے۔

جنگ آزادی کے دور سے موصوف نے باب سوئم میں ایسی معلومات منظر عام پر لائیں جو جہنی برحق اور اعوان مجاہدین کے جذبہ حریت اور جاہلی درخشندہ مثالیں ہیں اور اعوان قوم کی عظمت اور وقار کی روشن داستانیں ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاجی جماند خان اعوان کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

اشفاق احمد ہاشمی

پرائیویٹ سیکرٹری

سرور سڑک پارٹمنٹ،

مظفر آباد۔ آزاد کشمیر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

ہر قوم اپنے کارناموں اور اعلیٰ کردار سے اپنی تاریخ رقم کرتی ہے۔ جو آنے والی نسلوں کیلئے راہنمائی مہیا کرتی ہے۔ اس تناظر میں ملک حسام الدین اعوان مرحوم کی پوری زندگی اعوان قوم کی خدمت اور اصلاح احوال میں گزری۔ اعوان برادری کیلئے ان کی بیش بہا خدمات ہیں جو ہمیشہ زندہ و جاوداں رہیں گی۔ ان کی تصنیف ایک بہت بڑا اثاثہ ہے جو ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ اسی طرح ان کے فرزند ارجمند ملک عبدالرحیم مرحوم جو وسیع سیاسی فہم و فراست کے مالک تھے نے بھی اعوان قوم کی بہت بڑی خدمت کی۔ وہ بڑے ذہین، دور اندیش اور مدبر انسان تھے۔

ان کے بعد ملک جماند خان اعوان کی خدمات اعوان برادری کیلئے ناقابل فراموش ہیں۔ ”نسب الصالحین“ کی تصنیف ان کی محنت، لگن اور تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے جس عرق ریزی اور خلوص سے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس پر وہ سلام عقیدت کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنی تحریر کو شجرہ تک ہی محدود

نہیں رکھا بلکہ اعوان قوم کے اجتماعی کارکردگی اور پس منظر کو بھی منظر عام پر لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

عمر رسیدہ ہونے کے باوجود ملک صاحب باہمت اور جوان عزم ہیں۔ ان میں آگے بڑھنے کا جذبہ ہے اور وہ تہناک مستقبل کیلئے پوری برادری خصوصاً نوجوانوں کو ساتھ لے کر چلنے کیلئے پر عزم اور پر امید دکھائی دیتے ہیں۔ الاعوان ویلفیئر سوسائٹی آزاد کشمیر (رجسٹرڈ) بھی ان کی انتھک محنت اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین)

ملک محمد یوسف خان

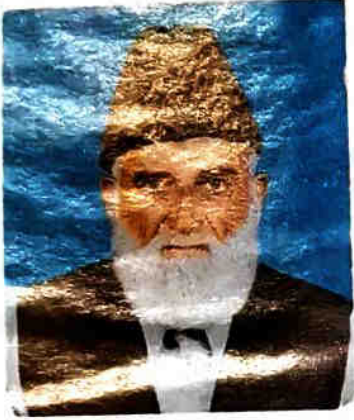
چیف وارنٹ آفیسر (ر)

اے۔ جے پرنٹنگ پریس راولپنڈی۔

☆☆☆

نسب الاعوان مولانا ملک حسام الدین خان لہاڑی، پونچھ	۱-
تحقیق الاعوان از محمد خواص خان، ایبٹ آباد ہزارہ	۲-
تاریخ الاعوان از ملک شیر خان کالاباغ پاکستان	۳-
تذکرہ الاعوان از ملک شیر خان کالاباغ پاکستان	۴-
تاریخ اقوام کشمیر از محمد دین فوق	۵-
تاریخ اقوام پونچھ از محمد دین فوق	۶-
تاریخ پونچھ از سید محمد آزادباغ آزاد کشمیر	۷-
نبی رحمت از مولانا ابو الحسن علی ندوی	۸-
خلفائے راشدین از مولانا شاہ رکن الدین الوری	۹-
تفسیر قرآن پاک از مولانا احمد یار خان بدایونی	۱۰-
رسالہ ماہ نامہ الاعوان لاہور	۱۱-
رسالہ ماہ نامہ اعوان اسلام آباد	۱۲-
تاریخ ہزارہ از ڈاکٹر شیر بہادر خان پٹی ہری پور	۱۳-
اعوان القاری از فضلہ اوعارف کاکوٹی، ایبٹ آباد	۱۴-
اعوان تاریخ کے آئینے میں از محبت حسین اعوان، کراچی	۱۵-
کتاب رحمت للعالمین از قاضی محمد سلیمان سلما منصور پوری	۱۶-

تعارف



مصنف کتاب ہذا ۱۲۱۱ھ - اپریل ۱۹۲۷ء کو
 نالیال کے ایک مصنف اور باوقار خاندان
 میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی مراحل کی تکمیل
 سے پہلے ہی ۱۹۲۲ء میں رائل انڈین
 نیوی میں بھرتی ہو گئے۔ کراچی میں
 تربیت مکمل ہوتے ہی بحریہ کے ہیڈ کوارٹر
 واقع ممبئی میں پوسٹنگ ہوئی جہاں سے
 ۱۹۳۴ء میں ستلج نامی بحری جنگی جہاز میں

تبادلہ ہوا جو برما کے محاذ پر برسر پیکار تھا جس کا ہیڈ کوارٹر کولمبو میں تھا۔ ۱۹۳۵ء میں
 جنگ عظیم دوم ختم ہوتے ہی ستلج کورٹس پیفک فلیٹ میں شامل کیا گیا تو ۱۹۳۶ء کا
 پورا سال جاپان میں ٹوکیو، کوپے، ہیروشیما، ناگاساکی اور دیگر معروف بندرگاہوں اور
 شہروں میں واقع نیول تنصیبات میں گزرا۔ ممبئی سے روانگی کے بعد راستہ میں ملائیشیا کی
 مشہور بندرگاہ پینانگ کے علاوہ سنگاپور اور ہانگ کانگ کی بندرگاہوں میں قیام رہا۔ مارچ
 ۱۹۴۷ء میں ممبئی واپسی کے بعد بصرہ (عراق) کا دورہ کیا۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو پاکستان
 کا اعلان ہوا تو جولائی میں کراچی کے نیول ہیڈ کوارٹر میں تعیناتی ہوئی جہاں پاکستان نیوی
 کے شعبہ تعلیم کے ایجوکیشن سٹنٹ ون میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کی اور یہاں سے ہی
 ستمبر ۱۹۴۹ء میں سبکدوش ہوئے۔

اکتوبر ۱۹۴۹ء میں مصنف نے ڈپٹی کمشنر پونچھ (پلندری) کے دفتر میں بطور

جو نیئر کلرک ملازمت اختیار کی۔ بعد ازاں سول سیکرٹریٹ مظفر آباد میں، محکمہ تعمیرات عامہ اور محکمہ برقیات آزاد کشمیر میں بطور نگران دفتر تعینات رہے۔ دوران پنجاب یونیورسٹی لاہور سے امتیازی حیثیت میں گریجویشن کی۔ ۱۹۷۲ء - ۱۹۷۱ء تک محکمہ آڈٹ و اکاؤنٹس میں ان کی خدمات مستعار لی گئیں جہاں ڈویژنل اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ مارچ ۱۹۷۵ء میں محکمہ تعمیرات عامہ کی سروس آفس میرپور سے جہاں وہ آفس سپرنٹنڈنٹ تعینات تھے پنشن پر ریٹائر ہوئے۔

موصوف نے پہلا حج بیت اللہ ۱۹۸۳ء میں اور دوسرا ۱۹۹۲ء میں ادا کیا اور ۱۹۸۶ء کے رمضان المبارک میں عمرہ ادا کرنے کی بھی سعادت حاصل کی۔

الاعوان ویلفیئر سوسائٹی آزاد کشمیر کا قیام الحاج جہانداد خان کا تاج ساز کار نامہ ہے۔ موصوف کی زیر نگرانی اس فلاحی تنظیم نے آزاد کشمیر کے ساتوں اضلاع کے سینکڑوں طلباء کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ جن میں ڈاکٹرز، انجینئرز، وکلاء اور دیگر شعبوں کے گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ افراد کی بڑی تعداد شامل ہے۔ الحاج جہانداد خان الاعوان تنظیم الاعوان پاکستان کے منتخب مرکزی نائب صدر بھی ہیں۔ آزاد کشمیر کی الاعوان برادری نے موصوف کو الاعوان ویلفیئر سوسائٹی کا تاحیات سرپرست اعلیٰ منتخب کر کے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

طارق زمان اعوان

بی اے، ڈی سی ایس

الرحمن گرافکس،

مری روڈ راولپنڈی



اعوان کا کردار ہے اسلام کی تصویر
قرآن ہے سینوں میں توہنوں پہ ہے عجیب
شہیر جہاں گیر سے باطل کو مٹایا
اسلام کا پیغام نمانے کو ستایا
سیلاب بسا رہے یہ فتح و ظفر کا
گرداب فلکسوس ہے یہ موجِ بحر کا
اعوان کا ہر فرد جزوِ خوں ہے نزل سے
ہمت کے سینہ کا یہ عنوان ہے نزل سے
تاریخ کے اوراق یہ دیتے ہیں گواہی
اس طبقے کا ہر فرد جو اس مرد سپاہی
پیہ خیل جگر دار شجاعت کا امین ہے
یہ رزم گم دہر میں نصرت کا امین ہے
سرمایہء اخلاق و شرافت ہے جہاں میں
سرچشمہ الطاف و حقیدت ہے جہاں میں
اک روح اخوت ہے محبت کا خزانہ
اخلاص کی موجوں میں مردت کا سفینہ
سرگرم عمل پھر ہے یہ اعوان کی رو میں
انہرا ہے یہ قرطاس صحافت کے جلو میں
اسلاف کی عظمت کے تجسس میں رواں ہے
اجداد کی سلطوت کیلئے نگر جہاں ہے
اعوان کے افکار ہیں آمادہ تنظیم
ہموار ہوا چاہتا ہے جادہ تنظیم
اعوان یہ اللہ کا کرم ہو کے رہے گا
شیرازہ اسلام بہم ہو کے رہے گا
پھر جنت گم گشت نظر آئے گی ہر سو
پھر ربیہ مسلسل کی گھٹا چھائے گی ہر سو

پھر بارشِ انوار سے ظلمات مٹے گی

پھر سینوں سے ہر تلخی حالات مٹے گی

(ماخوذ)

فرمان رسول ﷺ

حضرت واثلہ بن الاسقع روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے
حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے
”بنو کنانہ“ کو چنا اور ”بنو کنانہ“ سے قریش کو چنا اور قریش سے
”بنو ہاشم“ کو چنا اور ”بنو ہاشم“ سے مجھے منتخب فرمایا۔

۱۔ سیرت الرسول ﷺ جلد دوم صفحہ ۱۱۶ از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

بحوالہ طبقات ابن سعد ۲۰:۱

۲۔ بہار الانوار، سولہویں جلد صفحہ ۳۲۳ حدیث ۱۵ المفقید۔ باب فضائلہ وخصائلہ

از الشیخ محمد باقر المجلسی، دار الاحیاء۔ اتراف العربی

بیروت۔ لبنان